مکمل ومدلل

حبیب الفتاوی

جدید ترتیب، تعلیق وتخریج

تالیف

حبیب الامت عارف باللہ

حضرت مولانا مفتی حبیب اللہ صاحب قاسمی دامت برکاتہم

شیخ الحدیث وصدر مفتی، بانی ومہتمم جامعہ اسلامیہ دار العلوم مہذب پور سنجر پور اعظم گڑھ یوپی

خلیفہ ومجاز بیعت

حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی وحضرت مولانا عبد الحلیم صاحب جونپوری

تفصیلات

نام کتاب	:	مکمل ومدلل حبیب الفتاویٰ (جلد پنجم)
نام مصنف	:	حضرت مولانا مفتی حبیب اللہ صاحب قاسمی دامت برکاتہم
باہتمام	:	محمد طیب قاسمی مظفرنگری
کمپوزنگ	:	سیّد عبدالعلیم۔7017984091-6396271354
سن اشاعت	:	ستمبر 2020
ناشر	:	مکتبہ طیبہ دیوبند۔ 9412558230

ملنے کے پتے
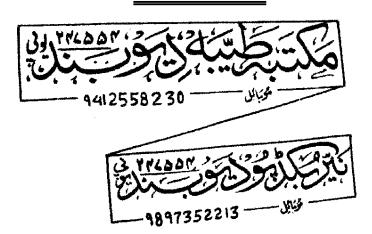
whatsapp: 9897352213

Mob: 9557571573

عرض ناشر

دیوبند جو علوم وفنون کا مرکز ہے یہاں کتب خانے ہمیشہ سے دینی کتابوں کی اشاعت میں پیش پیش رہے ہیں۔

انہیں کتب خانوں میں ایک **کتب خانہ مکتبہ طیبہ** بھی ہے جس نے آغاز سے نہایت اہم موضوعات تفسیر، حدیث فقہ وفتاویٰ پر منتخب کتابیں شائع کرنے کی تاریخ رقم کی ہے۔

مکتبہ طیبہ آج یہ اطلاع دیتے ہوئے اللہ کا شکر ادا کر رہا ہے حبیب الفتاویٰ مکمل مدلل جدید ترتیب تعلیق تخریج کے ساتھ شائع کرنے جا رہا ہے۔ یہ مجموعہ فتاویٰ اس شخصیت کے قلم سے ہے جو نہ صرف دار العلوم دیوبند کے فارغ، بلکہ حضرت مفتی اعظم مولانا محمود حسن گنگوہی صاحب کے خصوصی شاگرد ہیں بلکہ آپ کے معتمد خاص اور مجاز ہیں۔

ہمیں یقین ہے کہ فقہ وفتاویٰ کی دنیا میں، اس مجموعہ فتاویٰ سے ایک گرانقدر اضافہ ہوگا۔

اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ جب اس نے اس کی اشاعت کی توفیق دی ہے تو اسے زیادہ سے زیادہ قبولیت سے نوازے، آمین۔

محمد طیب قاسمی مظفر نگری

21/اگست 2020
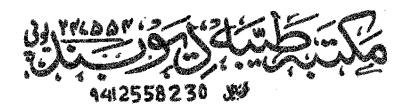
محترم المقام مولانا محمد طیب صاحب قاسمی زید مجدہم!

مالک مکتبہ طیبہ دیوبند

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید کہ مزاج گرامی بخیر وعافیت ہوگا۔

مختلف زمانوں اور اوقات میں دین وشریعت کے مسائل ایک عرصہ سے مجھ سے معلوم کیے جاتے رہے اور ان کے جوابات بھی قرآن وحدیث اور بزرگ فقہاء کرام کی تحقیقات کی روشنی میں دیئے جاتے رہے۔

میرے ایک دوست نے انھیں مرتب کیا اور پھر یہ فتاوے "حبیب الفتاویٰ" کے عنوان سے شائع بھی ہوئے اور بحمد اللہ مقبول بھی ہوئے۔

یہ معلوم کرکے بے حد مسرت ہوئی کہ آپ اپنے کتب خانہ "مکتبہ طیبہ دیوبند" سے اس کو شائع کرنا چاہتے ہیں، میں آپ کا شکر گزار ہوں اور بصد خوشی آپ کو اس کی طباعت واشاعت اور اس کے مالکانہ حقوق کی اجازت دیتا ہوں بلکہ اس کی اشاعت کی مقبولیت اور محبوبیت کے لئے دعا گو بھی ہوں۔

والسلام

۱ر محرم الحرام
۱۴۴۲ھ

من کبار فضلاء دار العلوم دیوبند الهند، شیخ الحدیث و صدر مفتی المؤسس ورئیس الجامعة الاسلامیة مهذب فور اعظم جراه اتر ابرادیش الهند، ورئیس دارالافتا والقضاء والبحوث الاسلامیه، و صاحب الفتاویٰ المسمی "بحبیب الفتاویٰ" والمقالات العلمیه والفقهیه والتصانیف المتد واله، وعضو المجمع الفقه الاسلامی الهند، وصاحب الدعوة والارشاد المجاز من کبار مشائخ الهندیه

اجمالی فہرست

✪✪✪

فہرست مضامین

کتاب الربٰووالرشوۃ والقمار

✪✪✪✪✪

کتاب البیوع

مالک کی رضامندی کے بغیر بیع معتبر نہیں

سوال: عرض یہ ہے کہ ایک کھیت تھا آدھا کھیت خالہ کا تھا اور آدھے میں ہم چار بھائی کا حصہ تھا کھیت بیچنے کی رائے نہ تھی لیکن چچا صاحب نے ایک ہندو سے ۱۰ کم پانچ سو روپیہ لاکر خالہ صاحبہ کو دے دیا روپیہ لینے کے بعد ۱۳ سال ہوگیا لیکن ابھی تک کھیت لکھایا نہیں نہ اس کی مال گذاری دیا اب جو چک کٹے گی تو اب کھیت ہم لوگوں کی چک میں آجائے گا اس کو جتنا روپیہ دیا اتنا روپیہ واپس کردیں یا اس سے زیادہ کیوں کہ کھیت کا غلہ ۱۳ سال وہی کھایا ہے ہم لوگوں کی رائے یہ ہے کہ روپیہ دے کر کھیت کو لے لیں یہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

بغیر مالک زمین کی یہ بیع ہوئی ہے لہٰذا جتنا روپیہ ہندو سے لیا تھا اس کو اتنا ہی واپس کردیں اور کھیت اپنے نام لکھوالیں زیادہ روپیہ دینے کی ضرورت نہیں۔(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

وحکمہ: بیع الفضولی لو له مجیز حال وقوعه قبول الاجازة من المالك إذا كان البائع والمشتري والمبيع قائما. (فتاویٰ الشامی ج:۷ ص:۳۲۸، المکتبۃ الأشرفیہ)۔

(۱) ومن باع ملك غيره بغير أمره فالمالك بالخيار ان شاء أجاز البيع وان شاء فسخ. (الهدايه ج:۳ ص:۸۸۔ ماذن پبلیکشنز دیوبند)۔

(۲) اذا باع الرجل مال الغير عندنا يتوقف البيع على اجازة المالك . (الفتاویٰ الهنديه ج:۳ ص:۱۵۰۔ مکتبہ زکریا)۔

بیع شدہ زمین کی واپسی کا حکم

سوال: زید نے آج سے تقریباً ۱۳ر سال پہلے اپنی ایک آراضی کو جو ۱۵ر بسوہ تھی پانچ سو روپیہ میں دوسرے آدمی کے بدست فروخت کردی اور کل روپیہ اس سے وصول پا گیا اور آراضی پر اس خریدار کا قبضہ بھی کرادیا صرف تحصیل میں جا کر رجسٹری نہیں ہوئی اور اسی وجہ سے ابھی تک سرکاری کاغذات میں بیچنے والے کا نام چلا آرہا ہے اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس وقت چکبندی ہو رہی ہے شرعاً اس آراضی کا حق دار کون ہے اگر بایع یا اس کے لڑکے مشتری کو پانچ سو روپیہ واپس کردیں اور اپنا نام اس آراضی سے خارج نہ کرائیں بلکہ اپنے نام کی چک بنوالیں تو یہ شرعاً جائز ہوگا یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

زید نے جب اپنی زمین فروخت کردی اور مشتری سے ثمن وصول کر کے اس کا قبضہ کرادیا تو اب شرعاً اس زمین کا مالک مشتری ہے بائع کا اس میں کوئی حق نہیں رہا بائع کے لئے لازم ہے کہ سرکاری کاغذات سے اپنا نام خارج کروا کے مشتری کا نام درج کروادے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) من أقال مسلما أقال الله عزاته يوم القيامه۔ (سنن ابی داؤد ص:۴۹۰، سنن إبن ماجه:۱۵۹)۔ مکتبه بلال دیوبند۔ یاسر ندیم دیوبند

(۲) الإقالة جائزة في البيع بمثل الثمن الأول فان شرط أكثر منه أوأقل مالشرط باطل۔ (الهداية: ج:۳ص:۶۹۔ ماذن پبلیکشنز دیوبند)۔

ونصح إقالة المتولی خیراً للوقف وإلا لا الأصل۔ أن من ملك البيع ملك اقالته۔ (الفتاوىٰ الشامی ج:۷ص:۳۴۳۔ المكتبة الاشرفية

بیرونی کرنسی کا بھاؤ بڑھنے کی صورت میں ادائیگی کس طرح ہوگی

سوال: زید نے عمر کے پاس بکر کے واسطے سے سنگاپور سے انتالیس سو روپیہ بھیجے جس کے لئے چھتیس سو سنگاپوری ڈالر لگانا پڑا اس وقت بینک اور پوسٹ آفس کا بھاؤ ڈیڑھ کا تھا اور امریکن پچاسی گنی ہوتی تھی۔ اب گنی اور سنگاپوری ڈالر کا بھاؤ بڑھ چکا ہے لہٰذا دریافت طلب امر یہ ہے کہ انتالیس سو روپیہ کی ادائیگی کے لئے موجودہ سکہ رائج الوقت کا دینا کافی ہے یا پچاسی گنی کا دینا ضروری ہے۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

وصح القرض فی مثلی هو کل ما یضمن بالمثل عند الاستهلاك لا فی غیره من القیمیات کحیوان وحطب الخ (در المختار ج ۴ ص ۱۷۱)(۱) **وفی الشامی وان استقرض دانق فلوس أو نصف درهم فلوس ثم رخصت او غلت لم یکن علیه إلا مثل عدد الذی اخذه. وکذالك لو قال اقرضنی عشرة دراهم غلة بدینار فاعطاه عشرة دراهم فعلیه مثلها ولا ینظر الی غلاء الدراهم ولا الی رخصها الخ** (ج ۴ ص ۱۷۳) ان عبارات سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ صورت مسئولہ میں انہیں روپیوں کا اعتبار ہوگا جس پر عمر نے قبضہ کیا اور عمر نے قبضہ ہندوستانی روپیوں پر کیا ہے لہٰذا ہندوستانی انتالیس سو روپے ہی واپس کئے جائیں گے۔ ڈالر کا بھاؤ اب خواہ کم ہو یا زیادہ۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۱) **أتیت النبی صلی الله علیه وسلم فقلت: رویدك أسألك انی ابیع الإبل بالبقیع بالدنانیر واحد الدراهم قال: "لابأس ان تأخذ بسعر یومها مالم تفترقا**

وبینکما شیئ۔ (سنن النسائی ۴۵۸۹۔ باب اخذ الورق من الذھب)۔

(۱) (شامی ۵ ص:۱۶۱۔ ایچ ایم سعید کمپنی)۔

ومن علیه دینار فقضاہ دراھم متفرقة، کل نقدة بحسابھا من صح والافلا۔

(الفقه الاسلامی وأدلته ص:۳۶۷۴۔ دار الفکر المعاصر)۔

کاروبار کے لئے بینک سے قرض لینا کیسا ہے؟

سوال: کاروبار کے لئے بینک سے قرض لینا کیسا ہے؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

اشد ضرورت کے وقت بینک سے قرض لے سکتے ہیں اگر بلا قرض لئے کسی طرح گذارا ہوسکتا ہے تو قرض کی گنجائش نہیں چونکہ حدیث پاک میں سود لینے اور دینے والے پر لعنت آئی ہے کذا فی المشکوۃ۔(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) لعن رسول الله صلی الله علیه وسلم آکل الربا وموکله وکاتبه وشاھدین۔

(مشکاۃ المصابیح ۲۴۴، مکتبه ملت دیوبند)۔

کل قرض جر نفعا حرام ای اذا کان مشروطا۔ (شامی ج:۵، ص:۱۶۶، کراچی)۔

وذروا ما بقی من الربا ان کنتم مؤمنین۔ (البقرۃ:۲۷۹)۔

فان لم تفعلوا فأذنوا بحرب من الله ورسوله۔ (البقرۃ:۲۷۹)۔

الذین یأکلون الربا لایقومون الا کما یقوم الذین۔ یتخبطه الشیطان من المس۔

(البقدۃ: ۲۷۵)۔البقرۃ

ٹھیکیدار سے کوئلہ خریدنے کا حکم

سوال : پتھر کا کوئلہ ٹھیکیداروں سے کوئلہ خریدنا جائز ہے یا نہیں نیز تمام دوکاندار ٹھیکیدار سے کوئلہ خرید کر بیچتے ہیں اور گراں بھی دیتے ہیں تو ان سے لینا ٹھیک ہے یا ٹھیکیداروں سے لے لے اور یہ بیع کیسی ہے؟ اور یہ جو لکھا ہے کہ بیع نافذ ہونے کے بعد جب مشتری دوسرے کے ہاتھ فروخت کرے تو وہ بیع صحیح ہو جاتی ہے اس کا کیا مطلب ہے کیا اجارہ میں بھی ایسا ہی ہے؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

ٹھیکیدار اگر مالک ہوں تو ان سے خریدنا جائز ہے ورنہ جائز نہیں بیع باطل اور فاسد کے تفصیلی احکامات کتب فقہ میں موجود ہیں بیع فاسد اصلاً مشروع ہونے کی وجہ سے مفید ملک ہے بشرطیکہ قبضہ کا تحقق ہو: ”**وفاسد وهو المشروع بأصله دون الوصف ويفيد الملك اذا اتصل القبض**“ (مجمع الانہر: ۲/۵۱۸)

اور کسی چیز کا جب آدمی مالک بن جاتا ہے تو اس میں مالکانہ تصرف کا اس کو حق ہوتا ہے بخلاف اجارہ کے وہاں معاملہ اجارہ کے بعد تملیک عین نہیں بلکہ تملیک منافع ہے اور منافع غیر متقوم ہوتے ہیں لیکن ضرورۃً اس کی اجازت دی گئی ہے اس لئے اس کے فاسد ہونے کے بعد استرداد عین ضروری ہے البتہ اگر کچھ استعمال کرلیا ہے تو اجر مثل دینا ہوگا: ”**الفاسد ما يكون مشروعًا بأصله دون وصفه والباطل ما ليس مشروعًا اصلًا وحكم الاول وجوب أجر مثل بالاستعمال**“ (سکب الانہر: ۲/۳۸۱)

”**إن المنافع غير متقومة بنفسها بالعقد ضرورة لحاجة الناس الى إن قال بخلاف البيع لأن تقوم الاعيان ليس بضروري**“ (مجمع الانہر: ۲/۱۸۳)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) سکب الأنہر ۳ ص: ۵۳۰۔ مکتبہ فقیہ الأمۃ دیوبند الہند۔

(۲) مجمع الأنہر ج: ۳، ص: ۵۳۰۔ مکتبہ فقیہ الامۃ دیوبند۔

(۳) **الفاسد ما کان مشروعا بأصله دون وصفه والباطل ما لیس مشروعا أصلا لا بأصله ولا بوصفه۔ (الفتاویٰ الشامی ج: ۶، ص: ۴۵۔ ایچ ایم سعید کمپنی)۔**

معمہ، لاٹری اور ان کے منافع کا حکم

سوال: معمہ چلانے اور لاٹری کا ٹکٹ بیچنے کا کاروبار کیسا ہے اور اس کے ذریعہ جو آمدنی ہوتی ہے اس کا حکم کیا ہے مسجد ''چہار سو بازار شہر جونپور'' سے متعلق ایک مکان وقف ہے جس میں ایک شخص کرایہ دار ہے اور کرایہ دار مذکورہ مکان موقوفہ ملکیت مسجد میں معمہ کا کاروبار چلاتا ہے اور ایک شخص مسجد کے دوکان میں کرایہ دار ہے اور اس میں لاٹری کا ٹکٹ فروخت کرتا ہے اس سے جو آمدنی ان لوگوں کو ہوتی ہے اسی سے مسجد کا کرایہ ادا کرتے ہیں اور متولی مسجد اسی رقم کرایہ سے امام مسجد کی تنخواہ ادا کرتے ہیں امام صاحب کو اس رقم کو تنخواہ لینا کیسا ہے اور ایسی صورت میں ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

ہر وہ معاملہ جو نفع ونقصان کے درمیان دائر اور مبہم ہو اصطلاح میں اس کو قمار کہتے ہیں اور اسی کو اردو میں جوا کہتے ہیں قمار بہ نصِ قرآنی حرام ہے: ''**لقوله تعالیٰ یا ایها الذین اٰمنوا انما الخمر والمیسر والانساب والازلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوه لعلکم تفلحون**'' (سورۂ مائدہ: ۷)(۱)

اور شیٔ حرام کی بیع وشراء صحیح نہیں ونظائرہ کثیرۃ فی کتب الفقہ لہٰذا معمہ ولاٹری کے بیچنے کا کاروبار بھی ناجائز ہے اور اس کے ذریعہ جو آمدنی ہوتی ہے وہ مالِ خبیث ہے اس کا استعمال جائز نہیں یہ کاروبار واجب الترک ہے۔

تنخواہ جس رقم سے دی جا رہی ہے وہ چونکہ بطریق حرام حاصل ہوتی ہے اس لئے اس سے احتراز ضروری ہے متولی کو چاہئے کہ امام کی ہر ضرورت کا خیال رکھے امام اگر متولی کی اجازت سے پنکھا چلائے تو کوئی حرج نہیں اور اگر اجازت نہ دی ہو تو متولی کو چاہئے کہ اجازت دیدے اور امام کو چاہئے کہ متولی کی اجازت کے بغیر پنکھا نہ چلایا کرے۔

التعلیق والتخریج

(۱) سورۃ المائدۃ ۹۰۔

(۲) وبیع مالیس فی ملکه لبطلان بیع المعدوم وماله خطر العدم۔ (الفتاوی الشامی ۵ ص:۵۸۔ ایچ ایم سعید کمپنی)۔

(۳) أن قامر بها فالمیسر حرام بالنص وهوا اسم لکل قمار وان لم یقامر بها فهو عبث ولهو۔ (الهدایة ج:۴، ص:۴۷۵۔ ماذن پبلیکشنز۔

جانور میں مضاربت کی ایک شکل

سوال: زید نے مثلاً اپنی بھینس، خصی بکری وغیرہ خالد کو اس شرط پر دیا کہ تم اسے پرورش کرو جبکہ دیتے بھینس کی قیمت مثلاً -/Rs. 1000 ہے جب کبھی فروخت کیا جائے تو زید اور خالد -/Rs. 1000 باتفاق رائے جو پہلے سے طے تھی گھٹا لینے ک بعد زید لے اور نفع میں دونوں شریک ہو جائیں تو آیا یہ صورت جائز ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو جواز کی کیا صورت ہوگی اگر کسی عیب کی وجہ سے نفع نہ ہو تو کیا صورت ہوگی جلد جواب دیا جائے۔

الجواب: حامدًا ومصلیًا

اس صورت میں سوال میں لکھی ہوئی صورت کے بجائے یہ کرلیں کہ نصف جانور زید خالد کے ہاتھ فروخت کردے اور قیمت معاف کردے اس صورت میں خالد نصف کا شریک ہو جائے گا اس کے بعد ہر جزو اور دودھ، اور بچہ میں تنصیف ہو جائے گی یا پھر زید خالد سے ماہانہ یا سالانہ اجرت طے کرلے خالد وہ اجرت لیتا رہے اور ملکیت مکمل زید ہی کی رہے اور خالد

اجیر کی حیثیت سے کام کرتا رہے لیکن اس صورت میں شرکت نہیں ہو سکے گی۔(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) وعلى هذا إذا دفع البقرة بالعلف ليكون الحادث بينهما نصفين فما حدث فهو لصاحب البقرة وللآخر مثل عليه وأجر مثله. (الفتاوىٰ الشامي ج:۴،ص:۳۲۷. ایچ ایم سعید کمپنی).

والحيلة في ذلك أن يبيع نصف البقرة من ذلك الرجل ونصف الدجاج نصف بدر الفليق بثمن معلوم حتى تصير البقرة وأجناسها مشتركة فيكون الحادث منهما على الشركة. (الفتاوىٰ الهندية ۲ ج:۳۳۶. رشيدية).

وعلى هذا إذا دفع البقرة إلى إنسان بالعلف ليكون الحادث الخ. (الفتاوىٰ التاتارخانيه: ۷،ص:۵۰۵). زكريا.

بچوں کے ہاتھ بیع کا حکم

سوال: بچے عام طور سے پیسے چرا کر لیجاتے ہیں اور دوکاندار سے غبارہ یا اس کے مثل اپنے ذوق کی چیزیں خریدتے ہیں ایک صاحب کہتے ہیں دوکاندار کے لئے جائز نہیں بچوں کے ہاتھ اس انداز کی چیزوں کا بیچنا۔صحیح حکم سے مطلع کریں۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

فقہاء فرماتے ہیں کہ اگر بچہ پیسہ لیکر دوکان پر جائے اور کہے کہ ماں نے بھیجا ہے مٹھائی یا غبارہ دیدو یا عادۃً جو چیزیں بچے خریدتے رہتے ہیں وہ مانگے تو اس کو نہیں دینا چاہئے البتہ صابون، تیل، دھنیا، مرچ جیسی چیز مانگے تو دیدے۔

”قال شمس الائمه السرخسی فی شرح الکافی کان شیخنا الامام

یقول یعنی شمس الائمہ الحلوائی الصبی اذا اتی بقالًا بفلوس اشتری منہ وأخبرہ أن أمھا أمرتہ بذلك فان طلب الصابون ونحوہ فلا بأس بیعہ منہ وإن طلب الزبیب وما یأکلہ الصبیان عادۃً لا ینبغی ان یبیعہ منہ لأن الظاھر انہ کاذب فیما یقولہ وقد عثر علی فلوس امہ فأراد أن یشتری بھا حاجۃ نفسہ" (بنایہ:۹/ ۳۳۴)(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) بنایہ ۹/ ۳۳۴۔

ومن ھؤلاء المحجورین وھو یعقل یعرف أن البیع سالب للملك والشراء جالب أجاز ولیہ أورد وإن لم یعقل فباطل نھایہ در المختار مع الشامی ۶ ج:۱۴۶ کراچی۔

الصبی الذی لا یعقل البیع اذا باع أو اشتری فأجازہ الولی لم یصح۔ الفتاوٰی التاتارخانیہ ۱۶ ج:۲۹۶۔ زکریا۔

بیع کا ایک مسئلہ

سوال: زید نے مبلغ ۷۵ روپئے بکر کو موزہ چارعدد خریدنے کے لئے دیا، لیکن ابھی زید کے حوالہ نہ کیا تھا کہ عمر نے ایک مزہ زیب پاؤ کرلیا اور پیسہ ادا کر دیا چونکہ عمرو با اثر ہے اس کے اس فعل کو بکر زبردستی نہ روک سکا، البتہ اتنا اسی وقت کہا کہ عمرو موزہ نہ لے کہ یہ موزہ زید نے روپیہ دیکر منگایا ہے، لیکن عمرو نے ایک نہ سنی اب آیا عمرو کا خلاف رضا بکر نیز زید (دہندہ روپیہ) موزہ لے لینا درست ہے یا نہیں؟ بکر یا زید اگر کچھ سنیں تو رسوا بھی عمرو کی بالا دستی کے سامنے ہو سکتے ہیں یہ بیع بکر سے بھی درست ہو سکتی ہے یا زید کی اجازت شرط ہے؟ طیب خاطر ہو، شرط ایسے موقعہ سے ہے یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

عمرو کا فعل انتہائی مذموم ہے زید کی رضامندی کے بغیر عمرو کا موزہ لینا جائز نہیں، اس لئے واجب ہے کہ واپس کر کے آخرت کی رسوائی سے اپنے آپ کو بچائے عمرو بھی تو کسی کی بالا دستی میں ہے وہ اگر رسوا کرنے پر آ گیا تو اس سے کوئی بچا نہیں سکتا، جب بکر نے زید کے لئے موزہ خریدا ہے تو بکر کو بھی یہ حق نہیں کہ یہ زید کی اجازت کے بغیر موزہ کسی کے ہاتھ فروخت کر دے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) لا یجوز التصرف فی مال غیرہ بلا إذنہ ولا ولایتہ۔ (الفتاویٰ الشامی ۲ ص ۲۰۰۔ ایچ ایم سعید کمپنی۔

(۲) فإن حبسہ فھلك کان مضمونا ضمان الرھن عند أبی یوسف وضمان البیع عند محمد۔ (الھدایۃ ۳ ج: ۱۸۳۔ ماذن پبلیکیشنز)۔

(۳) لا یجوز التصرف فی مال غیرہ بلا إذنہ ولا ولایتہ الا فی مسئلۃ الخ الأشباہ والنظائر ج: ۲ ص: ۴۴۴ زکریا بك ڈپو دیوبند۔

زمین کی قیمت وصول کرنے کے بعد رجسٹری کا حکم

سوال: صوبہ دار ابن سحاب کے نام سے بارہ بیگہ جائیداد ہے ان کے چار لڑکے ہیں جس میں ایک لاولد ہے اور دو لڑکوں کی وفات بھی ہو چکی ہے اور صوبہ دار کی وفات چالیس سال سال قبل ہو چکی ہے ان کی وفات کے پانچ سال کے بعد ان کے لڑکوں نے صوبہ دار مرحوم کی جائیداد بقیہ اپنے نام کرالی۔ ایک غیر مسلم مہتو سے مبلغ بارہ سو روپے لیکر دے دیا اور کہہ دیا کہ تم رجسٹری کروالو، لیکن غیر مسلم رجسٹری نہیں کرایا اور نہ کبھی رجسٹری کرنے

کو کہا اور صوبہ دار کے لڑکوں نے سرکاری کاغذات میں اپنا نام درج نہیں کرایا جائیداد صوبہ دار کے نام چلی آرہی ہے اور غیر مسلم متھو کاشت کر کے فائدہ اٹھاتا ہے کاشت اور فائدہ اٹھانے کی مدت پینتیس سال ہوگئی ہے۔

لیکن اب صوبہ دار کے پوتوں نے ماہ اگست ۱۹۹ء میں صوبہ دار کے لڑکوں کا نام سرکاری کاغذ میں بذریعہ وارث درج کرا کے پھر اپنے نام سے وراثت کروالیا ہے، اب غیر مسلم متھو کہہ رہا ہے کہ رجسٹری کردو لیکن صوبہ دار مرحوم کے پوتوں کا کہنا ہے کہ ہم لوگ رجسٹری تو کرسکتے ہیں لیکن اس وقت جو بھاؤ چل رہا ہے وہ تم لوگ دو جب رجسٹری کرادی جائے ورنہ تم اپنا مبلغ بارہ سو روپیے واپس لے لو۔

لہٰذا مندرجہ بالا تحریر پر غور فرمائیں اور صحیح حل قرآن وحدیث کی آیتوں کے مطابق تحریر فرمائیں۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

مستفتی کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ مرحوم صوبہ دار کے لڑکوں نے بارہ سو لیکر زمین کا تبادلہ کیا ہے جسے اصطلاح شرع میں بیع کہتے ہیں، لہٰذا شرعاً یہ زمین متھو کی ملکیت ہوئی لہٰذا صوبہ دار کے پوتوں پر شرعاً ضروری ہے کہ وہ موجودہ قیمت کے مطالبے کے بغیر کاغذات میں متھو کا نام درج کرادیں۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعليق والتخريج

(۱) وتخريجه في المسئلة السابقه۔ ج:۳ص:۲۹۶

ایکسپورٹ، امپورٹ، اور خریداری شیئرز کا حکم

سوال: موجودہ ترقی یافتہ دور میں اقتصادی سرگرمیوں اور تجارتی معاملات کا دائرہ بے حد وسیع ہوگیا ہے، تجارت کی ایسی پیچیدہ اور نئی شکلیں سامنے آرہی ہیں جو پہلے زمانہ میں متعارف نہیں تھیں ان کا شرعی حکم متعین کرنا ارباب فقہ وفتاوی کی مسئولیت اور ذمہ داری ہے، کیونکہ یہ معاشرہ اور زندگی کی لازمی ضرورت بن چکی ہے، جن سے صرف نظر کرنا ممکن نہیں ہے، اب ایک مسلمان یا تو حرام وحلال کی پرواہ کئے بغیر ان تجارتی شکلوں کو اختیار کرتا ہے یا شرعی الجھنوں میں پڑ کر تجارت چھوڑنے پر مجبور ہوتا ہے۔ اور یہ دونوں باتیں اصولی طور پر نقصان دہ ہیں۔

اس اہمیت اور ضرورت کے پیش نظر ذمہ داران ادارۃ المباحث الفقیہ جمعیۃ علماء ہند نے یہ فیصلہ کیا کہ جدید مسائل تجارت کو بحث وتحقیق کا عنوان بنا کر شرعی حکم دریافت کیا جائے اور تنقیح وتوضیح کرکے متفقہ حکم پیش کیا جائے، ان تجارتی معاملات میں ایکسپورٹ امپورٹ اور کمپنیوں میں شیئرز (حصص) کے ذریعہ سرمایہ کاری کافی اہمیت کے حامل اور رائج ومقبول ہیں اس لئے آئندہ تیسرے فقہی اجتماع کا موضوع بحث اس کے مسائل کو رکھا گیا ہے اور اس سلسلہ میں علمی مواد کے مطالعہ کے ساتھ تجربہ کار صنعت کاروں اور تاجروں سے تبادلہ خیالات کرکے چند نکات بحث کا تعین کیا گیا ہے جن کے حل ہونے سے کافی حد تک مسئلہ منقح ہوسکتا ہے۔

(۱) ایکسپورٹ، امپورٹ ملکی معیشت کی کامیابی اقتصادی ترقی اور مالی استحکام کے سبب سے اہم ذریعہ ایکسپورٹ (مالی تجارت کی درآمد برآمد) ہے جو ملک جتنی زیادہ مصنوعات عالمی منڈی میں پہونچاتا ہے ترقی کی راہ پر گامزن ہوتا ہے یہ بین الاقوامی تجارت شہر درشہر پھیل رہی ہے اور ہر جگہ کمپنیاں اور فرمیں کھولیں جارہی ہیں ایکسپورٹ وامپورٹ کمپنی کا قانونی رجسٹرڈ کرانا اور حکومت سے منظوری حاصل کرانا ضروری ہے، اور کمپنی رجسٹرڈ کرانے کے لئے ایک متعینہ رقم کا کسی بینک میں فکسڈ ڈپازٹ کرانا لازمی اور منظوری حاصل کرانے کے لئے ان

کورشوت دینا ناگزیر ہے، اس طرح ابتدائی مراحل میں مال کی تیاری اور ترسیل ثمن و بیع کے لئے بنک کا تعاون اور شرح سود پر قرض لینا ضروری ہے اس کے بغیر تجارت کو باقی اور متحرک رکھنا مشکل ہے، اگر چہ تاجروں کے تبادلہ خیالات میں یہ بات سامنے آئی کہ اگر کسی کے پاس وافر مقدار میں سرمایہ موجود ہو اور وہ حوصلہ مندی کے ساتھ تجارت کرے تو بنک کی سودی گرفت سے بچنا ممکن نہیں ہے۔ اس وقت تک ملک کی بہت سی قوی کمپنیاں اپنے آپ کو بینکوں کے چنگل سے نکال چکی ہیں اور یہ نعرہ لگانے لگی ہیں کہ اپنے سرمایہ سے خود فائدہ اٹھاؤ بنک کو نہ پہنچاؤ، تاہم یہ ایک حقیقت ہے کہ متوسط طبقہ کے لئے اور ابتدائی مراحل میں ہر ایک کے لئے بینک کا تعاون حاصل کرنا لازمی ہے یہ واضح ہے کہ دور حاضر کے بعد سے معاملات اگر چہ سودی کہلاتے ہیں لیکن اگر حقیقت کی سراغ رسانی کی جائے تو پتہ چلتا ہے کہ سود ان میں شامل نہیں اسی طرح بہت سے معاملات سود سے پاک وصاف قرار دیئے جاتے ہیں حالانکہ حقیقت میں سود ان کا جزولازم ہے اس تمہید کے ساتھ اس سلسلہ کے بنیادی سوالات پیش خدمت ہیں جن پر بحث کی ضرورت ہے تا کہ ان کا شرعی حکم واضح ہو کر عام لوگوں کی رہنمائی کا سبب بن سکے ''**وفقنا الله وایاکم الصراط المستقیم**''

سوالات:

(۱) ایکسپورٹ وامپورٹ کمپنی کو رجسٹرڈ کرانا قانوناً ضروری ہے اور اس کے لئے ایک معینہ رقم کا فکسڈ ڈپازٹ کرانا لازم ہے تو کیا اس کے لئے بنک میں فکسڈ ڈپوزٹ کھاتہ کھلوانا شرعادرست ہوگا؟

(۲) کمپنی اور فرم کو منظور کرانے کے لئے افسران کو رشوت دینا ناگزیر ہوتا ہے تو کیا اس کام کے لئے رشوت دینا درست قرار دیا جاسکتا ہے؟ ایکسپورٹ کے لئے بیرون ملک مال کے کچھ نمونے بھیجے جاتے ہیں جن میں سے خریدار منتخب کر کے آرڈر بھیجتا ہے واضح رہے کہ ایکسپورٹ کے پاس ان نمونوں کے علاوہ مال عموماً کسی درجے میں تیار نہیں رہتا ہے بلکہ آرڈر کے مطابق مال تیار کر کے مشتری کے پاس روانہ کرتا ہے اور مشتری آرڈر کے ساتھ کوئی پیشگی

ثمن ارسال نہیں کرتا اس صورت میں:

(الف) کیا بیع وشراء کی یہ صورت درست ہے حالانکہ اس میں مبیع وثمن دونوں ادھار ہیں۔

(ب) کیا آرڈر بھیجتے ہی بیع کا انعقاد ہو جاتا ہے کہ اس کے بعد تراضی طرفین کے بغیر بیع توڑنے کی اجازت نہ ہو یا یہ آرڈر صرف وعدہ بیع کی حیثیت رکھتا ہے اور بیع کا انعقاد بائع کی طرف سے مبیع کی ترسیل اور مشتری کی طرف سے اس کی وصولی کے بعد ہوتا ہے؟

(ج) کیا یہ بیع استصناع کی صورت ہو سکتی ہے؟

مشتری کی طرف سے بینک میں ایک متعینہ مدت مثلا ایک ماہ دو ماہ کے لئے ایل سی یعنی لیٹر آف کریڈٹ (اعتماد کی رسید) کھلوائی جاتی ہے جو بینک کی طرف سے ثمن کی وصولیابی میں سہولیت پیدا کرنے کی ایک صورت ہے چونکہ ترسیل مبیع کے بعد ثمن آنے میں کافی تاخیر ہوتی ہے اس لئے ایکسپورٹر (بائع) کاروبار چلانے کے لئے ارسال کردہ مال کے کاغذات اس بنک میں رہن رکھ کر بقدر ضرورت رقم حاصل کرتا ہے جو ثمن کی رقم کا ۷۵ فیصد زیادہ سے زیادہ ہو سکتا ہے، بینک ایل سی کی مدت کے اعتبار سے شرح سود کاٹ لیتا ہے اگر اس طرح تاجر نہ کرے تو کاروبار کا جاری رکھنا بظاہر مشکل ہو جاتا ہے تو ایسی مجبوری میں:

(الف) کیا بینک سے اس طرح رقم لینا اور سود دینا درست ہوگا؟

(ب) بنک کی طرف سے وضع کردہ رقم پر سود کی تعریف صادق آتی ہے یا نہیں؟

(ج) کیا مال مرسلہ کے کاغذات کو چک کا درجہ دیکر وضع کردہ رقم کو بنک کا اجرۃ العمل قرار دیا جا سکتا ہے؟

جن تاجروں کے لئے مشتری ایل سی نہیں کھولتا ان کو یہ سہولت حاصل ہوتی ہے کہ مال کی ترسیل کے بعد اپنے کاغذات بینک میں رکھ کر پی، سی، یعنی پیکنگ کریڈٹ (تیاری کی امداد) کے طور پر قرض حاصل کرلیں مگر اس حاصل شدہ رقم میں مختلف مدتوں کے اعتبار سے مختلف شرح سود بینک کو دینی پڑتی ہے عموماً متوسط طبقہ کے تاجروں کو حکومت کی اس سہولت سے فائدہ اٹھانے کی زیادہ ضرورت پیش آتی ہے اس لئے کہ تجارت کو جاری رکھنے کے لئے نہ

تو اتنا بڑا قرضہ شخصی طور پر مل پاتا ہے اور نہ ہی ایسی مسلم تنظیمیں ہیں جو تاجروں کو ایسا قرضہ فراہم کراسکیں تو:

(الف) کیا بنک سے اس طرح کی سہولت حاصل کرنا اور سود دینا درست ہوگا؟

(ب) بینک سود کے نام سے جو رقم کاٹتا ہے کیا حقیقتاً یہ سود ہے یا اس کو اجرۃ العمل قرار دیا جاسکتا ہے؟ ایکسپورٹر (بائع) کو کبھی ایسی صورت بھی پیش آتی ہے کہ وہ اپنے ارسال کردہ مال کے کاغذات کو کلیۃ بینک کے بدست فروخت کردیتا ہے یعنی براہ راست مشتری سے سامان حاصل کرنے کا اپنا حق بنک کو دیتا ہے اور بنک سے بیع وشراء کا یہ معاملہ کاغذات میں لکھی ہوئی مال کی قیمت سے کم میں ہوتا ہے مثلاً پچاس ہزار روپئے کا مال ارسال کیا ہے تو ۴۸/ ہزار روپے میں اس کے کاغذات کو بینک سے فروخت کردیا جاتا ہے تو کیا یہ درست ہے؟ تو یہ کاغذات کی بیع ہے یا اس مال کی جو مشتری کے پاس ارسال کیا گیا ہے پہلی صورت میں یہ کاغذات بذات خود مقصود بالبیع ہیں یا چیک کے حکم میں ہیں دوسری صورت میں ثمن سے کم کی گئی رقم کیا کیا حکم ہے؟ کیا سود تو نہیں؟ اگر ہے تو کیونکر؟ نیز بنک سے ثمن حاصل کرنا کس حیثیت سے ہے وکالت یا کفالت کے طور پر؟

امپورٹ شدہ اشیاء کی ایکسپورٹ میں یعنی بیرونی ملک سے درآمدہ شدہ خام اشیاء کو تیار کرکے برآمد کرنے کے لئے کافی وقت لگتا ہے اس لئے اسے بھی بسا اوقات اصل رقم سے کم میں بھنانا پڑتا ہے تو کیا اس طرح اسے بھنانا درست ہوگا کیا یہ معیاری چک کے درجہ میں ہے؟

بیع کی قیمت فارن کرنسی (ڈالروں) میں طے کی جاتی ہے جن کی قیمت ملکی سکے کی بنسبت گھٹتی بڑھتی رہتی ہے تو ادائیگی ثمن کی تاخیر کے وقت روپئے کی جو زیادتی یا کمی قانون حکومت کے مطابق بائع کے ذمہ میں آتی ہے شرعاً ان کا کیا حکم ہے زیادتی کس کا حق ہے اور کمی کس کے ذمہ یا صرف ڈالروں کی تعداد کا اعتبار ہوگا؟

شیرز (حصص) کے ذریعہ کمپنیوں میں سرمایہ کاری

شیرز کے ذریعہ سرمایہ کاری کا نظام آج انتہائی عروج پر پہنچ چکا ہے اور ترقی یافتہ عہد

میں تجارت کی سب سے زیادہ رائج اور مقبول صورت ہے اور عالمی پیمانہ پر اس میں عام ابتلاء ہوگیا ہے اس لئے اس کے طریقہ کار کی تنقیح کر کے حل طلب مسائل کا شرعی حکم دریافت کرنا وقت کا اہم تقاضہ ہے اس لئے اولاً کمپنی کے نظام کو ذکر کر کے چند حل طلب سوالات پیش کئے جاتے ہیں۔

مشترک تجارت کا نام دیگر ایک کمپنی قائم کی جاتی ہے جس کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ ابتداءً چند سرمایہ کار (جو ترقی دینے والے حصہ دار کہلاتے ہیں) ایک اسکیم مرتب کر کے اور قواعد وضوابط متعین کر کے رجسٹرڈ آف کمپنیز کے یہاں رجسٹریشن کرواتے ہیں جو قانونا ضروری ہوتا ہے اسی طرح کسی معتبر بنک سے یہ ضمانت حاصل کی جاتی ہے کہ اگر پیش کردہ حصص پر سرمایہ فراہم نہ ہوسکے تو بنک اتنے اتنے حصے خریدنے کو تیار ہے وہ رجسٹریشن کے بعد کمپنی اپنی مصنوعات یا مالی تجارت متعین کر کے اشتہار دیتی ہے جس میں لاگت سرمایہ مصارف وقیمت کے تخمینہ کے ساتھ متوقع نفع کی صراحت ہوتی ہے اور اس اشتہار کے ذریعہ کمپنی میں بذریعہ شیرز یعنی (حصص) شرکت کی کھلی اور عمومی پیش کش کی جاتی ہے اور اس سے وسیع پیمانے پر تجارت کے لئے سرمایہ کی فراہمی مقصود ہوتی ہے اور کبھی پہلے سے موجود کمپنی بھی اپنے کاروبار کو فروغ دینے کے لئے عوام کو سرمایہ کاری کے لئے کھلی پیشکش کرتی ہے اس کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ لاگت وسرمایہ کو جس کا تخمینہ لگایا جاتا ہے عموما دس روپئے اور بعض دفع سو روپئے کے مساوی اجزاء میں تقسیم کیا جاتا ہے جس میں سے ہر جز کو ایک حصہ تجارت کہا جاتا ہے پھر خواہش مند لوگ اپنی اپنی منشاء کے مطابق حصے کم اور زیادہ خریدتے ہیں اس پیش کش کو قبول کر کے حصہ کی خریداری کے ذریعہ سرمایہ لگانے پر حق شرکت کے مالک ہوجاتے ہیں اور اس شرکت کی بنا پر ان کو کمپنی کی تجارت میں رائے دھندگی کا حق ہوتا ہے اور نفع ونقصان میں بقدر حصص شرکت ہوتی ہے۔ لیکن کمپنی کے املاک واثاثہ میں نہ تو وہ دعویدار ہوسکتے ہیں اور نہ ہی کسی تصرف کے مالک اور کمپنی کی اسکیم مرتب کرنے میں بھی ان کو کچھ دخل نہیں ہوتا اور عموماً کمپنیوں کو ان کے حصص کے ذریعہ مکمل سرمایہ کی فراہمی متعین نہیں ہوتی اس لئے پھر اسی

کے بقدر یا کم زیادہ حصص کی پیش کش کرتی ہے جن کی حیثیت سرمایہ ہونے کے ساتھ ساتھ قرض کی بھی ہوتی ہے ان حصص کے بدلے وثیقہ یا سند دی جاتی ہے ایسی سندان کو باونڈز اور ایسے حصص قرض کو ڈیبنچرز کہا جاتا ہے، حصص قرض کے ریعہ شریک ہونے والے مالکانہ حقوق نہیں رکھتے انکو رائے دہندگی کا بھی حق نہیں رہتا۔ ان کو سود کے علاوہ نفع بھی دیا جاتا ہے اور نقصان یا اتلاف کی صورت میں سرمایہ کی واپسی کی ضمانت دی جاتی ہے اور اس کو پریفرنس شیرز (ترجیحی حصص) لکھا جاتا ہے اس حصص قرض کو حصص تجارت میں محول کیا جاسکتا ہے اگر کوئی اپنے حصص کو واپس لے کر ختم کرنا چاہے تو براہ راست کمپنی سے سرمایہ کو واپس نہیں لے سکتا بلکہ اس کی ایک یہی صورت ہے کہ اپنے حصص کو کسی اور شخص کے نام پر منتقل کر دے اور اس کے حق میں حق شرکت سے دست بردار ہو جائے، اس کے عوض وہ حصص کی قیمت لیتا ہے جو ابتدائی کمپنی کے مقرر کردہ قیمت سے کئی گنا زیادہ ہوتی ہے، جوں جوں کمپنی کے مال تجارت اور اثاثوں کی قیمت میں اضافہ ہوتا ہے حصص کی قیمت بھی بڑھتی جاتی ہے جو کمپنی مسلسل نفع بنائے، بازار میں اس کے حصص اونچی قیمت پر فروخت ہوتے ہیں، کمپنی ہر سال حساب کر کے منافع کو حصص پر تقسیم کرتی ہے اس کا ایک جزء وقت ضرورت کے لئے اپنے پاس جمع کر لیتی ہے بقیہ حصہ داروں کو پہنچا دیتی ہے جمع شدہ رقم حصہ کی قیمت سے بڑھ جائے تو اسے اصل سرمایہ میں شامل کر لیا جاتا ہے اس طرح حصص میں اضافہ ہوتا رہتا ہے، حصص تجارت اور حصص قرض کی ایک متعین قیمت ہوتی ہے جو اس کے جاری ہونے کے وقت متعین کی جاتی ہے اور ایک مارکیٹ کی قیمت ہوتی ہے جو ملک کی سیاسی اقتصادی حالات ان کی مانگ اور دوسرے عوامل کے نتیجہ میں گھٹتی بڑھتی رہتی ہے بازاری حصص میں خرید وفروخت بروکروں (دلالوں) کے ذریعہ ہوتی ہے جو کمپنیوں کے بدلتے ہوئے حالات پر آگاہی رکھتے ہیں باقاعدہ رجسٹریشن اور قواعد وضوابط کے ساتھ اکسچینج (بازاری حصص) قائم کر کے اس کے ممبر بن جاتے ہیں اور حصص کے خرید وفروخت کے لئے افراد اور کمپنیاں بازار اور حصص کی طرف رجوع کرتی ہیں، بازاری حصص کے اتار چڑھاؤ کا ملکی

معیشت پر گہرا اثر پڑتا ہے۔ اب بازاری حصص میں خود ان حصص تجارت اور حصص قرض کی خرید وفروخت شروع ہوگئی ہے۔

ان بنیادی تصریحات کے بعد چند حل طلب سوالات پیش خدمت ہیں، اس سلسلہ کے مزید سوالات آپ کے ذہن میں ہوں تو ان کو شامل جوال کرلیا جائے چونکہ موجودہ زمانہ میں عالمی تجارت کا اکثر وبیشتر حصہ اسی نوعیت کے مسائل پر مبنی ہے اس لئے قواعد فقہیہ کی روشنی میں ان احکام کا استخراج بہت سے مسائل کا مداوا ثابت ہوگا۔ مذکورہ کمپنیوں میں شیرز (حصص) کے ذریعہ سرمایہ کاری عقود شرعیہ میں سے کون سا عقد ہے بیع ہے یا مضاربت؟ یا شرکت؟ اگر عقد شرکت ہے تو شرکت کی کون سی قسم؟ اور کیا شریک (صاحب حصص) کے اپنے حصے پر مالکانہ تصرف حاصل نہ ہونے سے حکم میں تغیر نہ آئے گا؟

ایسی کمپنیوں میں شیرز کے ذریعہ سرمایہ کاری جن (حصص، قرض) پر سود دینا لازمی ہے اور بنک سے سودی قرض بھی شامل ہوتے ہیں کیا حکم ہے؟ کیا اس اختلاط بالحرام کی وجہ سے حصص تجارت (جن میں سود نہیں) کے منافع کا جواز متاثر نہ ہوگا؟ ''**المال المختلط بالحلال والحرام**'' کا شرعاً کیا حکم ہے، واضح رہے کہ ہر بڑے پیمانہ کی تجارت درآمد وبرآمد کا کسی نہ کسی مرحلہ میں بینک یعنی سودی لین دین پر انحصار ناگزیر ہے۔

ڈیبنچرز یعنی حصص قرض کے ذریعہ سرمایہ کاری کا کیا حکم ہے؟ واضح رہے کہ اس پر کمپنی طے شدہ در کے مطابق سود دیتی ہے اس کے علاوہ نفع بھی دیتی ہے اور اتلاف ونقصان کی صورت میں سرمایہ کی واپسی کی ضامن ہوتی ہے۔

اگر کسی کمپنی میں حصص تجارت حاصل کرنے کی گنجائش نہ ہو تو بدرجہ مجبوری حصص قرض کو اس نیت سے خریدنا کہ آئندہ اسے حصص تجارت میں محول کرلیا جائے شرعاً اس کا کیا حکم ہے؟

حصص تجارت (شیرز) جن کی بازاری حصص میں خرید وفروخت ہوتی ہے خود ان حصص کی شرعاً کی حیثیت ہے:

(الف) کیا ان کو شرعاً مال متقوم قرار دیا جاسکتا ہے؟ جن کی خرید وفروخت رہن وغیرہ

درست ہو؟

(ب) کیاان کو حق شرکت کی بیع وشراء قرار دیا جاسکتا ہے؟ بصورت اثبات اس نوعیت کے حقوق کی بیع وشراء کے جواز کی کیا بنیاد ہے؟

(ج) کیا اسے اثاث تجارت کے جزء شائع کا بدل مانا جاسکتا ہے بصورت اثبات اس کی بیع وشراء کا کیا حکم ہے؟

باؤنڈز سندات حصص سے قرض جن کی خرید وفروخت ہوتی ہے رہن رکھا جاتا ہے شرعا اس کی حیثیت کیا ہے؟

اسٹاک ایکسچینج (بازاری حصص) حصص شیرز (حصص تجارت) حصص قرض کی خرید وفروخت کا کیا حکم ہے؟ جبکہ اس میں کمپنی کی متعین کردہ قیمت سے کہیں زیادہ قیمت پر بیع وشراء کا معاملہ ہوتا ہے۔

بازاری حصص بروکر (دلال) اپنے نام پر حصص کو منتقل کئے بغیر جو بیع وشراء بحیثیت وکیل یا فضولی کرتا ہے اس کا کیا حکم ہے؟ اور کیاان پر بروکر (دلال) کی معرفت حصص تجارت وحصص قرض کی خرید وفروخت درست ہے؟ کمپنی اگر حرام اشیاء مثلا شراب وغیرہ کی تجارت کرے تو کیا ایسی کمپنی سے حصص خریدنا اور اس سے منتفع ہونا جائز ہوگا؟ یہ واضح رہے کہ ہندوستان جیسے مما لک میں کمپنی کا پورا عملہ غیر مسلم ہوتا ہے۔ تو کیا ان کو شرکاء کا وکیل قرار دیکر اس طرح کے عقد کی اجازت دیجائے گی؟ کیونکہ حقوق عقد کی طرف لوٹتے ہیں۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

ایکسپورٹ وامپورٹ سے متعلق سوالات کے جوابات پر مشتمل زیر نظر مقالہ انتہائی اختصار کے ساتھ سپرد قلم ہے" **وباللہ استعین وھو حسبی ونعم الوکیل ونعم المولی ونعم النصیر**"

ایکسپورٹ وامپورٹ میں فکس ڈپوزٹ کی مجبوری اور اس کا حل

بہت سے کاروبار ایسے ہیں جن کی شرعی طور پر اجازت ہے، لیکن حکومت کے قوانین

کے تحت اس کو عملی شکل دینا مشکل ہے، اس کی ایک کڑی ایکسپورٹ و امپورٹ بھی ہے، شرعی اعتبار سے مال مباح کی درآمد برآمد جائز ہے، لیکن قانونی اعتبار سے اس پر عمل درآمد میں مشکلات ہیں۔ مثلاً ایک معینہ رقم کا فکس ڈپوزٹ کرانا جبکہ فکس ڈپوزٹ ناجائز ہے، جیسا کہ پہلے فقہی اجتماع منعقدہ دیوبند میں اتفاق رائے کے ساتھ اس کا اعلان بھی کیا جا چکا ہے، لیکن صورت مسؤلہ میں فکس ڈپوزٹ کی نوعیت بدلی ہوئی ہے، وہ یہ کہ قانونی مجبوری و دشواری کے تحت معینہ رقم فکس ڈپوزٹ کرانا پڑتا ہے، لہٰذا اس کو ''**الضرورات تبیح المحظورات**'' کے تحت داخل کر کے گنجائش نکالی جا سکتی ہے، ہاں البتہ بلا ضرورت، بلا جبر و اکراہ کوئی شخص فکس ڈپوزٹ کرے تو ناجائز ہے۔

ایکسپورٹ امپورٹ میں رشوت کی مجبوری اور اس کا حل

ایکسپورٹ امپورٹ میں دوسری دشواری کمپنی کو رجسٹرڈ کرانے کے لئے رشوت کا دینا ہے جو کہ حرام ہے ''**الراشی والمرتشی کلاھما فی النار**'' لیکن حضرات فقہاء نے رشوت کی چار قسمیں بیان کی ہیں صورت مسؤلہ چوتھی قسم میں داخل ہے، اس کا حاصل یہ ہے کہ اپنا جائز حق وصول کرنے اور لینے کے لئے اگر رشوت دینی پڑے تو رشوت دینے والا گنہگار نہ ہوگا بلکہ رشوت لینے والا گنہگار ہوگا۔

ایکسپورٹ، امپورٹ میں مال کا آرڈر بیع استصناع میں داخل ہے

ایکسپورٹ کے نمونے ارسال کرنے کے بعد جو آرڈر ملتا ہے اور پھر ایکسپورٹر اس نمونے کے مطابق مال تیار کروا کر ارسال کرتا ہے۔ یہ شکل بیع استصناع میں داخل ہے، اور بیع و شراء کی یہ صورت درست ہے۔

البتہ بیع کا انعقاد و ابتداء آرڈر وصول ہوتے ہی نہیں ہوگا، بلکہ بیع کا انعقاد انتہاء بائع کی طرف سے ترسیل مبیع اور مشتری کی طرف سے وصول مبیع کے بعد ہوگا، جیسا کہ بیع استصناع کا حکم ہے کہ انتہاءً اس کو بیع قرار دیا گیا ہے۔

اور چونکہ استصناع کی بنیاد تعامل ہے اور فی زمانا بہت سی چیزوں میں اس طرح کا

تعامل رائج ہے جس طرح بعض چیزوں میں دور اسلاف میں تعامل تھا۔

لہٰذا ایسی ساری چیزیں استصناع میں داخل ہوں گی۔

بیع استصناع کے شرائط

البتہ استصناع کے جو شرائط ہیں، وہ ساری شرطیں صورت مسئولہ میں قابل لحاظ ہوں گی مثلاً آرڈر بہت واضح ہو، اس سے سارے اجزاء معلوم ومتعارف ہوں، کمیت وکیفیت کے اعتبار سے بھی جہالت نہ ہو، آرڈر کرنے کے بعد صانع مصنوح کی ترسیل وادائیگی میں وقت کی پابندی کو قبول کرے۔

ترسیل مصنوع کا وقت اگر طویل ہو گیا تو پھر استصناع کے بجائے یہ بیع سلم بن جائے گا، پھر سلم کی ساری شرطوں کو قبول کرنا ہوگا۔

اسی طرح مستصنع صانع کو آرڈر کے قبول کرنے کے بعد بھی مجبور نہیں کرسکتا، صانع انکار کرسکتا ہے، البتہ تعاہد کی بنیاد پر احتساب میں کوئی مضائقہ نہیں۔

اگر آرڈر کے مطابق مال تیار کرنے کے بعد مستصنع کو دکھانے سے پہلے صانع نے مصنوع کسی دوسرے کے ہاتھ فروخت کردیا تو مستصنع کو اعتراض کا حق حاصل نہ ہوگا۔

آرڈر دینے کے باوجود مستصنع کو یہ حق ہوگا کہ وہ اپنا آرڈر واپس لے لے اور بنا ہوا مال کینسل کردے صانع استصناع کی بنیاد پر مستصنع کو آرڈر کی تعمیل پر مجبور نہیں کرسکتا وغیر ذلک

یہ وہ تفصیلات ہیں جو شامی، درمختار، فتاوی ہندیہ، وغیرہ کتابوں میں موجود ہیں۔

ایکسپورٹ، امپورٹ میں ایل، سی کے حصول کی مجبوری اور اس کا حکم

ایل سی یعنی لیٹر آف کریڈٹ (اعتماد کی رسید) حاصل کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں، لیکن اس طرح بینک سے رقم حاصل کر کے اس پر سود دینا جائز نہیں، یہ دوسرے لفظ میں گویا کہ لون ہے، اور بینک سے لون حاصل کرنے کے لئے بھی مال کی کریڈٹ پیش کر کے لون کی واپسی کی ضمانت فراہم کرنا ضروری ہوتا ہے، شکل صرف بدلی ہوئی ہے ورنہ اس کے لون ہونے میں کوئی شبہ نہیں، اور اس سلسلہ میں فقہاء کرام کا ضابطہ ہے ’’**یجوز للمحتاج**

الاستقراض بالربح" (الاشباہ والنظائر مع الحموی)

لہٰذا بینک سے قرض لیکر کاروبار کو باقی وجاری رکھنے کے بجائے اپنی ذاتی پونجی اس میں لگائی جائے۔

الحاصل اس طرح بینک سے رقم لینا درست نہیں، اور اس قرض پر بینک جو کچھ لے گا وہ سود ہوگا، اس کو اجرۃ العمل قرار دینا درست نہیں۔

البتہ اگر بینک ایکسپورٹر کے کاغذات کی حفاظت کا معاوضہ اس کو قرار دے یا جو رقم ایکسپورٹر بینک سے لے رہا ہے اس کی تحصیل کے لئے کسی مخصوص فارم کی خانہ پری ضروری ہو اور اس معہود رقم کو اس مخصوص فارم کی قیمت قرار دیدی جائے جیسا کہ مسلم فنڈ میں رائج ہے، اور جس کے جواز پر اتفاق ہے، تو ان دونوں صورتوں میں گنجائش نکل سکتی ہے، اور بینک کی طرف سے کاٹی گئی رقم پر سود کا اطلاق نہ ہوگا، بلکہ پہلی صورت میں اجرت حفاظت کاغذات اور دوسری صورت میں مخصوص فارم کی قیمت ہو جائے گی۔

ایکسپورٹ، امپورٹ میں ایل، سی کی مجبوری کا دوسرا رخ:

لیکن سوال نمبر ۴ - کا دوسرا رخ یہ سمجھ میں آتا ہے کہ مشتری نے ادائیگی ثمن کا وکیل ایل سی کھلوا کر بینک کو بنا دیا ہے۔ مال کی ترسیل کے بعد کاغذات ترسیل مال بینک کو دکھا کر اعتماد پیدا کرانا چاہتا ہے کہ ہم نے مشتری کو مال ارسال کر دیا ہے، لہٰذا ہمیں مشتری کے کھاتے سے اس مبیع کا ثمن ادا کر دیا جائے، بینک کاغذات اپنے پاس رکھ لیتا ہے تاکہ مشتری کو بوقت ضرورت دکھلایا جاسکے کہ بائع نے مال ارسال کر دیا ہے تب ہم نے تمہارے کھاتے سے اس کو ثمن ادا کیا ہے اور کاغذات لے کر ثمن کا کچھ حصہ بینک مشتری کی طرف سے وکالۃً دیتا ہے لیکن بطور دلالی یا رشوت یا کمیشن اس ثمن سے تھوڑی سی رقم کاٹ لیتا ہے یہ بینک کا ظلم ہے، اس صورت میں بینک سے بائع جو رقم لے گا وہ جزء ثمن اور حصہ ثمن قرار پائے گا، اور بینک کی طرف سے وضع کردہ رقم پر سود کا اطلاق نہیں ہوگا، بلکہ اس کو کمیشن یا رشوت یا ذاتی کہیں گے۔

چونکہ سوال نمبر ۴- کی تصویر غیر واضح ہے اس لئے اس کے دونوں رخ کا حکم بیان کر دیا گیا ہے۔ **ھذا ما عندی واللہ اعلم بحقیقۃ الحال**

ایکسپورٹ، امپورٹ میں بینک سے پی، سی حاصل کرنے کا حکم:

جن تاجروں کے لئے مشتری ایل سی نہیں کھولتا ان کو یہ سہولت حاصل ہوتی ہے کہ مال کی ترسیل کے بعد اپنے کاغذات بینک میں رکھ کر پی سی پیکنگ کریڈٹ حاصل کرلیں، اگر یہ سہولت مشتری کی طرف سے بذریعہ بینک بائع کو فراہم کی جاتی ہے تب پی سی کی حیثیت زر پیشگی کی ہوگی جو مشتری کی طرف سے ہے لہٰذا بینک سے پی سی حاصل کرنا درست ہوگا، اور بینک جو کچھ اس پر لے گا اس کو سود نہیں کہا جائے گا بلکہ اس کو کمیشن، دلالی یا رشوت کہا جائے گا۔ جسے بینک ظلما لے رہا ہے۔ اور یہ مشتری کے ذمہ جائے گا بائع کے ذمہ نہیں۔

اور اگر یہ سہولت مشتری کی طرف سے نہیں بلکہ بائع از خود اپنے کاروبار کی بقاء واجراء کے لئے حاصل کر رہا ہے۔ تب جائز نہیں چونکہ یہ محتاج کی فہرست میں داخل نہیں اور ضابطہ ہے "**یجوز للمحتاج الاستقراض بالربح**" (**الاشباہ والنظائر مع الحموی**) اور اس صورت میں اس قرض پر دی گئی اضافی رقم سود ہوگی چونکہ بغیر کسی عوض کے یہ رقم دی جارہی ہے۔

ایکسپورٹر کا ارسال کردہ مال کے کاغذات کو بینک سے فروخت کرنے کا حکم:

ایکسپورٹر کا ارسال کردہ مال کے کاغذات کو فروخت کرنا جائز ہے اور ان کاغذات کی حیثیت چک کی ہے، گویا بائع اپنے ثمن کی وصولیابی بینک کے ذمہ کر کے خود کو اپنے کاروبار کے لئے فارغ کرنا چاہتا ہے۔

اور اس مسئلہ کی صحیح تصویر یہ ہے کہ ایکسپورٹر ترسیل مال کے بعد وصولیابی ثمن جو کہ مشتری کے ذمہ دین ہے اپنے ذمہ رکھنے کے بجائے وہ بینک کے ذمہ کر کے اپنے کو فارغ کر لیتا ہے، اور بینک وصول ہونے والے ثمن (دین) کو پیشگی اپنی طرف سے ادا کر کے اس ایکسپورٹر بائع کو مکمل فارغ کر دیتا ہے، اور ثمن کی وصولیابی پر حق المحنت کے نام سے وہ کچھ رقم کاٹ لیتا

ہے، یہ سود نہیں، بلکہ یہ حق المحنت ہی ہے، یا بینک کا کمیشن ہے، اور ایکسپورٹر اپنی مرضی سے اپنے ثمن کا کچھ حصہ چھوڑ دیتا ہے، جو حط ثمن کے مرادف ہے، اس لئے بائع اس میں عاصی نہ ہوگا۔

اور بینک وصولیابی دین کے سلسلہ میں ایکسپورٹر کا کفیل ہے، اور یہ معاملہ کفالت کی بنیادوں پر منطبق ہے۔

"الکفالۃ ھی ضم الذمۃ الی الذمۃ فی المطالبۃ وقیل فی الدین وتجوز الکفالۃ بتسلیم المبیع وبالدیون والاعیان المضمونۃ الخ"
(ہندیہ: ۳/ ۲۵۲، ۳/ ۲۵۴)

امپورٹ شدہ مال کے نقصان کی صورت میں حکومتی تعاون کے حاصل کرنے کا حکم:

امپورٹ شدہ اشیاء کے ایکسپورٹ پر حکومت کی طرف سے جو تعاون نقصان کی تلافی کے نام پر فراہم کیا جاتا ہے اس کا حاصل کرنا جائز ہے، اور اس کی وصولیابی پر بینک جو کمیشن لیتا ہے یہ ظلم ہے۔

لیکن ایکسپورٹر کے لئے معہود رقم سے کم لیکر باقی کو ساقط کر دینا جائز ہے، چونکہ معہود رقم ایکسپورٹر کا حق ہے، اور اپنے حق کا کچھ حصہ صاحب حق وضع اور معاف کرسکتا ہے۔

ایکسپورٹ، امپورٹ میں ہر حال میں طے شدہ کرنسی کی ادائیگی کا حکم:

مبیع کی قیمت جس کرنسی میں طے ہوئی ہے اسی کرنسی کی ادائیگی ضروری ہے، اور بائع کو وہی کرنسی لینی پڑے گی، چاہے اس کی قیمت میں کمی آئی ہو یا زیادتی، لہٰذا اگر ثمن سو ڈالر طے ہے تو مشتری کو سو ہی ڈالر دینا ہوگا، اور بائع سو ہی ڈالر کا مطالبہ کرسکتا ہے "**ولہ نظائر کثیرۃ مذکورۃ فی کتب الفقہ۔ ھذا ما عندی ولعل عند غیری احسن منہ**"۔

کمپنیز وشیرز کی حصہ داری کا حکم

ایسی کمپنیاں جو مختلف اکائیوں کو جمع کر کے اپنے اصول وضوابط کے مطابق رجسٹرڈ ہو کر

اکائیوں کے تعارف سے شرعی اصولوں کے مطابق سرمایہ کاری اور جائز منافع کی تحصیل کی راہ ہموار کر رہی ہیں ان میں شرکت کے حدود و قیود کی رعایت کے ساتھ شرکت کرنا جائز ہے، حصہ داری چاہے بانی کی حیثیت سے ہو چاہے رکن کی حیثیت سے، اور حصص ترجیحی ہوں یا برابری کے، چونکہ اکابرین واسلاف کے نزدیک اس انداز کی کمپنیاں سرمایہ کاری واجراء حصص شرکت کی بنیادوں پر کرتی ہیں، اور عقود شرعیہ میں سے عقد شرکت کے اصول پر منطبق ہوتی ہیں، اور عقد شرکت کی ایک قسم شرکت عنان میں وہ داخل ہے اس لئے اس کے شیئرز کے خریدنے میں کوئی مضائقہ نہیں، کمپنی میں لگائے گئے سرمایہ کے اخراج کی صورت میں اسناد کی فروختگی سے صاحب حصص اپنے شیئرز کو فروخت کر کے اپنا سرمایہ فارغ کرسکتا ہے، اس طرح گویا کہ صاحب حصص کو اپنے حصے پر مالکانہ تصرف حاصل ہے۔

قرض تمسکات سے انتفاع کا حکم

کمپنیاں جہاں ترجیحی حصص اور برابری کے حصص کی سندیں جاری کرتی ہیں وہیں قرض تمسکات کی اسناد کا اجرا بھی کرتی ہیں قرض تمسکات بھی عام طور سے قابل تبادلہ ہوتے ہیں اور اسناد حصص کی طرح خریدے اور بیچے جاسکتے ہیں البتہ سرمایہ قرض پر کمپنی ایک طے شدہ سود ادا کرتی ہے، اس سود کا لینا تو جائز نہیں، اور اگر صاحب سرمایہ نے لے لیا تو اس کا تصدق ضروری ہے، لیکن سود دینا کمپنی کا اختیاری عمل ہے جس کا لینا صاحب سرمایہ کے لئے ضروری نہیں، ایسی صورت میں صرف سود کی رقم پر قابل تبدیلی قرض تمسکات صاحب سرمایہ حاصل کرسکتا ہے جس پر کمپنی نہ تو سود کا وعدہ کرتی ہے اور نہ فی الواقع خود ادا کرتی ہے، البتہ قرض تمسکات کو حصص میں تبدیل کرتے وقت اپنے حصص کی جو اضافی قیمت کمپنی مقرر کرتی ہے اس میں قرض تمسکات پر دستور کے مطابق تعمیری سود کو منہا کر دیتی ہے لیکن کہیں اس کی صراحت نہیں کی جاتی تو چونکہ کمپنی میں سود پر قابل تبدیلی قرض تمسکات کا اجراء ہی نہیں کیا جاتا ہے بلکہ کمپنی اس کی پیش کش کرتی ہے تاکہ سرمایہ کار انکم ٹکس سے محفوظ رہ سکے، چونکہ سرمایہ کاروں کو قرض تمسکات کے اوپر سود کی مد سے جو آمدنی ہوتی ہے اس پر حکومت انکم ٹیکس لگاتی ہے لہٰذا اگر کسی شخص

نے صرف سود والے حصص کی سند خریدی تو اس کے سود سے خالی ہونے کی وجہ سے لینے میں کوئی مضائقہ نہیں، نیز یہ کہ کسی بھی وقت قرض تمسک کو حصص میں سرمایہ کار تبدیل کرواسکتا ہے۔ جس میں سود کا لین دین نہیں، اور اگر اجباری طور پر حصص کے ساتھ قرض تمسکات بھی لینا پڑے تو ایسی صورت میں یہ بات ذہن نشیں رہنی چاہئے کہ کمپنی اسناد حصص اور اسناد قرض تمسکات الگ الگ جاری کرتی ہے جو شخص صرف سرمایہ حصص میں دلچسپی رکھتا ہے اس کے لئے اس بات کی گنجائش رہتی ہے کہ وہ اسناد حصص کو اپنے پاس روک کر اسناد قرض کو فروخت کردے۔ لیکن اس صورت میں اگر سرمایہ کار یہ کہہ کر یا اس نیت سے اسناد قرض خریدتا ہے کہ اس پر مجھ کو سود نہیں لینا ہے، تو "**الامور بمقاصدها**" کے تحت یہ خریداری درست ہوگی، اب یہ بات رہ جاتی ہے کہ بینک کے سودی قرضے کی شمولیت کی وجہ سے کیا حصص تجارت کا جواز متاثر نہ ہوگا؟

کاروباری سود سے متعلق حضرت تھانویؒ کا فتویٰ

اس سوال کے جواب کی رہنمائی حضرت تھانوی نوراللہ مرقدہ سے کئے گئے ایک سوال اور دیئے گئے ایک جواب سے حاصل ہوتی ہے۔

سوال: کوئی مسلمان کسی ہندو کے پاس سے کسی ضرورت کے موقع پر قرض لیتا ہے اور اس سے اپنا بیوپار چلاتا ہے یا کوئی زمین خریدتا ہے چند دنوں کے بعد وہ قرض مع سود ادا کردیتا ہے اور اپنی باقی ماندہ ملکیت کو پاک ملک سمجھتا ہے اور یہ بھی اعتماد رکھتا ہے کہ سود کے دینے سے خود تو گنہگار رہا مگر اس کی حرمت باقی ماندہ ملک میں سرایت نہیں کرے گی وہ خیال کرتا ہے کہ میں نے سود دیا ہے لیا تو نہیں اس ملک کا حکم کیا ہے؟ حضرت تھانویؒ نے اس سوال کا جواب تحریر فرمایا:

الجواب: اس شخص نے جو سمجھا ہے وہ صحیح ہے (امداد الفتاوی ج ۳/ ۱۷۰۔ ۱۶۹)

اسی طرح ایک دوسرے موقع پر جواب میں تحریر فرماتے ہیں اور سود کمپنی سے دیا ہے اس میں شرکائ کا سود سے انتفاع متحمل ہی نہیں۔ (امداد الفتاویٰ ۳/ ۴۹۲)

شیئرز کمپنی کی شرکت کے بارے میں حضرت تھانویؒ کی رائے

نیز اسی نوع سے متعلق ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں: حقیقت شرعیہ اس معاملے کی شرکت ہے، یعنی روپیہ داخل کرنے والے اس تجارت کے شرکاء ہیں، اور کارکنان کمپنی تمام کاروبار میں اس کے وکیل ہیں، اور چونکہ یہ تجارت یعنی بجلی تیار کر کے اہل حاجت کے ہاتھ فروخت کرنا جائز ہے۔اس لئے اس کا نفع وغیرہ بھی حلال ہے، رہا وہ امر خلاف شرع جو اخیر میں لکھا ہے اس عبارت میں کہ بعض اوقات قرضہ الی قولہ اصول کرتی ہے سو جس حصہ دار کو حصہ داخل کرتے وقت اس کی اطلاع نہ ہو اس نے تو کارکنان کمیٹی کو ان دو امر (یعنی قرض لینا اور اس پر سود ادا کرنا) پر وکیل ہی نہیں بنایا اس لئے کارکنوں کا یہ فعل اس کی طرف منسوب نہ ہوگا، اور جن کو اطلاع ہو وہ صراحۃً اس کی ممانعت کر دیں گے اس ممانعت پر عمل نہ ہوگا مگر اس ممانعت سے اس فعل کی طرف نسبت تو نہ ہوگی یہ کلام تو منسوب ہونے اور نہ ہونے میں ہے لیکن یہ سوال اب بھی باقی ہے کہ کمپنی جو سود وصول کرے گی۔ حصے داروں پر وہ بھی تو تقسیم ہوگا تو سود سے یہ حصہ دار منتفع ہوئے سو اس میں کئی حالتیں ہیں:

(۱) یہ کہ اس کا وقوع لازم تو ہے نہیں کیونکہ ممکن ہے کہ کمپنی کا کسی کے ذمہ قرض ہی نہ ہو اس لئے سود لینے کی نوبت ہی نہ آئے اور اصل صورت تجارت کمپنی کی حلال تھی تو شک سے حرمت کا حکم نہ کریں گے اور تفتیش ایسے امور میں واجب نہیں نہ تفتیش سے ہر شخص کو اس جز سے وقوع یا عدم وقوع معلوم ہو سکتا ہے۔

(۲) یہ کہ کمپنی نے یہ سود غیر مسلم سے لے لیا ہے تو اس میں ''**ربوی من الحربی**'' کا مسئلہ جاری ہوگا جس کا مختلف فیہ ہونا معلوم ہے اس لئے مبتلی بہ کو اس میں تنگی نہ ہوگی اور جو سود کمپنی نے دیا ہے اس میں شرکاء کا سود سے انتفاع محتمل ہے نہیں (امداد الفتاوی: ۴۹۱-۴۹۲)

اس سوال وجواب سے یہ بات واضح ہوگئی کہ سودی قرض کی شمولیت سے حصص تجارت کے منافع کا جواز متاثر نہ ہوگا۔

ڈبنچرز (قرض تمسکات) حصص قرض کے ذریعہ سرمایہ کاری کا حکم بھی سوال ۲ کے

جواب کے ضمن میں آچکا ہے کہ اگر مقصود صرف تحصیل سود ہو تب تو جائز نہیں، اور اگر مقصود اس سے نفع اندوزی یا حصص میں تبدیل کرنا ہو تو صراحۃً یہ کہہ دے کہ مجھ کو اس سے سود نہیں لینا ہے صرف نفع مجھ کو دیا جائے یا اس نیت سے خریدے کہ مجھے سود نہیں چاہئے تب بھی "**الامور بمقاصدھا**" کے تحت یہ جائز ہوگا یا اس کو صرف سود والے حصص سے تبدیل کردیں ورنہ کمپنی سے حاصل شدہ سود واجب التصدق ہوگا اور نفع اس کے لئے حلال ہوگا۔

اگر کسی کمپنی میں حصص تجارت حاصل کرنے کی گنجائش نہ ہو تو حصص قرض کو اس نیت سے خریدنا کہ آئندہ اسے حصص تجارت میں محول کرلیا جائے اس کا جواب بھی سوال ۲ کے جواب کے ضمن میں آچکا ہے کہ اس نیت سے حصص قرض کو خرید سکتا ہے کہ آئندہ اسے حصص تجارت میں تبدیل کردے البتہ سود نہ لینے کی صراحت کردے یا اس کی نیت کرے پھر بھی اگر سود ملے تو اس کو صدقہ کردے۔

سند حصص تجارت کا شرعی حکم

حصص تجارت جن کی بازار تجارت میں خرید وفروخت ہوتی ہے اس کی حیثیت صرف سند یا رسید کی ہے یہ شرعاً مال متقوم نہیں لہٰذا اس کی بیع وشراء یا قرض لینا دینا درست نہ ہوگا البتہ عقد حوالہ کی گنجائش ہوگی، لیکن اگر اس کی حیثیت عرف عام میں مال جیسی ہو جائے جیسا کہ کاغذی نوٹ ڈالر وغیرہ کی حیثیت عرف عام میں مال کی ہوگئی ہے تو اس اعتبار سے اس کی حثیت صرف سند یا رسید کی نہیں رہ جائے گی بلکہ نوٹ وڈالر کا درجہ اور حکم اختیار کرلے گی اس پر غور کرلیا جائے۔

جو حکم حصص تجارت کا ہے وہی حکم اسناد حصص قرض اور دیگر اسناد حصص کا ہے۔

حصص کے حاصل کرنے کے طریقے اور اس کا شرعی حکم

حصص کے حاصل کرنے کے دو طریقے ہیں (۱) اجراء حصص کے وقت براہ راست کمپنی سے حصص حاصل کئے جائیں۔

(۲) جن لوگوں کے حق میں کمپنی سے حصص جاری ہو چکے ہیں ان سے حصص خریدے

جائیں لیکن حصص کے حاصل کرنے کی پہلی صورت عملی طور پر مشکل ہے اس لئے عموما یہی ہوتا ہے کہ صاحب حصص اپنے حصوں کو فروخت کرتا ہے تو دوسرا شخص اس کو خرید لیتا ہے اسناد کی بیع وشراء کے لئے بعض جگہوں پر کمپنی کی طرف سے مقرر کردہ اجازت یافتہ افراد یہ کام انجام دیتے ہیں اور بعض جگہوں پر عمومی سطح پر کچھ افراد اس کام کے لئے از خود اپنی آفس بنا کر بیٹھ جاتے ہی گو کہ ابتداء ان افراد کی حیثیت وکیل فضولی کی ہوتی ہے لیکن ہر شخص کے لئے اس طرح حصص کی بیع وشراء آسان ہوتی ہے بائع ان افراد کو اپنا وکیل بناتا ہے، یہ لوگ مشتری تلاش کرتے ہیں اور اس کو فروخت کرواتے ہیں اور اس فروختگی کے بعد مشتری کمپنی کا قابل اعتماد صاحب حصص بن جاتا ہے اس طرح گویا انتہاء کمپنی کا بھی اجازت یافتہ وکیل قرار پاتا ہے اس عمل پر درمیان کا یہ شخص کمیشن کے نام پر کچھ رقم بھی لیتا ہے جس کی حیثیت اجرۃ العمل ومنی آرڈر کے فیس کی ہے۔

شراب کی کمپنی کے حصص کی خریداری کا حکم

ایسی کمپنی جس میں شراب جیسی حرام چیز کی تجارت ہوتی ہے اس کے حصص کو کسی مسلمان کے لئے خریدنا اور اس سے منتفع ہونا جائز نہیں چونکہ مسلمان کے حق میں شراب مال مباح اور مال متقوم نہیں اگر چہ حقوق عقد کے عاقد کی طرف لوٹنے کی بنیاد پر اجازت دی جاسکتی ہے لیکن ورع کا تقاضا یہی ہے کہ اجازت نہ دی جائے چونکہ اس میں شراب کی ترویج ہے۔ ”**هذا ما فهمت من كلام الفقهاء**“

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

خلاصہ اجوبہ: ایکسپورٹ امپورٹ

”**الضرورات تبيح المحظورات**“ کے تحت گنجائش نکالی جاسکتی ہے۔ رشوت دی جاسکتی ہے دینے والا گنہگار نہ ہوگا لینے والا گنہگار ہوگا۔

(الف) درست ہے۔

(ب) نہیں (ج) یہ بیع استصناع میں داخل ہے۔

۴ (الف) یہ بینک سے سودی رقم لینا نہیں ہے۔

(ب) نہیں۔

(ج) اجرۃ العمل قرار دیا جاسکتا ہے۔

اگر پی سی کی سہولت مشتری کی طرف سے بذریعہ بینک دی گئی تب اس کی حیثیت زر پیشگی کی ہوگی۔

(الف) اور یہ بینک سے سودی قرض لینا قرار نہیں پائے گا۔

(ب) سود نہیں اجرۃ العمل ہے۔

کاغذات مال مرسلہ کی فروختگی عقد حوالہ ہے یہ کاغذات چک کے درجہ میں ہیں، ثمن کی کمی گو اضطراراً ہے لیکن اس کو حط ثمن کے مرادف قرار دیا جاسکتا ہے، بینک سے ثمن حاصل کرنے کی حیثیت عقد حوالہ یا کفالہ کی ہے۔

حکومت کا تعاون لینا جائز ہے۔

صرف ڈالر کی تعداد کا اعتبار ہوگا اور ڈالر ہی واجب الادا ہوگا۔

خلاصہ اجوبہ کمپنیز، شیئرز

شرکت عنان ہے۔

حصص تجارت کے منافع کا جواز متاثر نہ ہوگا۔

حصص قرض سے مقصود اگر صرف تحصیل سود ہو جائز نہیں ورنہ جائز ہے۔

خرید سکتا ہے۔ سند یا رسید کی ہے۔

(الف) مال متقوم نہیں الا یہ کہ عرف عام متقوم کی حیثیت سے قبول کرے پھر اس کی حیثیت ڈالر نوٹ جیسی ہو جائے گی۔

(الف) بیع خطوط ائمہ کے مشابہ ہے۔ (ج) حوالہ کے طور پر مانا جاسکتا ہے۔

اگر صرف سند قرار دیا جائے تو درست نہیں ورنہ درست ہے۔

جائز ہے۔ جائز ہے دلال سے خرید وفروخت درست ہے۔

جائز نہیں اس میں محرمات کی ترویج کی فی الجملہ ہمت افزائی ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

حرام پیسوں کی دکان سے خریداری کرنے کا حکم

سوال: روز کھانے پینے کی چیزوں کو تو مسلمان اور غیر مسلم کی دو کانوں سے خریدنا پڑتا ہے تو اگر ہمارا پیسہ حلال ہو اور ان دکانوں کی چیزیں حرام پیسے سے خریدی گئی ہوں تو ہمارا کھانا پینا حرام تو نہیں ہو جاتا؟ کیوں کہ ہم کیسے جانیں گے کہ کس دکان کی چیز حلال ہے یا حرام؟ پھر سب کے گھروں میں کھانے پینے کی دعوت ہوتی ہے تو ہم کیسے جانیں گے کہ ان کے روپیوں کی کمائی حلال ہے یا حرام؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

اس طرح کی چیزوں میں اوہام وخیالات کو زیادہ دخیل نہیں بنانا چاہئے اگر شواہد ودلائل سے یقینی طور پر کسی دوکان کے سامان یا کسی کی کمائی کا حرام ہونا معلوم ہو تو اس سے پرہیز کرنا ضروری ہے، باقی ہر دوکان کے سامان کی تحقیق ہر مسلمان کے ذمہ نہیں، لہٰذا اس دکان سے خرید کر کھانے پینے میں کوئی حرج نہیں۔ اسی طرح اگر کسی کے یہاں دعوت ہو اور یہ معلوم ہو کہ اس کی پوری کمائی حرام ہے تو اس کے یہاں دعوت کھانے سے احتراز کرنا چاہئے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

قیمت کم کرا کے خرید نا کیسا ہے؟

سوال : زید و بکر بیچنے اور خریدنے والے ہیں، دستور کے مطابق سودہ لین دین عموماً ادھار ہی ہوتا ہے لیکن سودا ہوجاتا ہے۔ایک سودے میں بکر کو پیسوں کی ضرورت ہوتی ہے اس لئے وہ زید سے کہتا ہے کہ نقد کا چھوٹ لیکر ہم کو آپ ادائیگی کر دیں،ایسی صورت میں نقد دینے کی وجہ سے جو فائدہ ہوتا ہے وہ سود ہے؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

زید کا بکر سے چھوٹ کی صورت میں فائدہ اٹھانا یہ کسی کی مجبوری سے ناجائز فائدہ اٹھانے کے مترادف ہے، شرعاً بائع (بیچنے والے) کو حط ثمن (قیمت میں کمی) کا حق ہے اپنی رضا سے ادائیگی ثمن کے وقت جتنا دل چاہے کم کردے اور اس صورت میں کم کی ہوئی رقم کا استعمال جائز ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

مشترک فرم کی خرید وفروخت کا حکم

سوال :ایک فرم دوشخص کی شراکت میں چل رہی ہے،اس فرم میں منڈی کے دستور کے مطابق بازار سے ادھار مال خریدا لیکن بیچنے والے کو پیسہ کی ضرورت تھی، اس نے کہا کہ اس کا فائدہ یعنی نقد کی چھوٹ لیکر ہم کو باقی پیسہ دے دیا جائے،لیکن شرکت والی فرم میں اتنا پیسہ نہیں کہ نقد کا چھوٹ دیکر پیسہ دے دیا جائے۔لیکن اسی فرم کے ایک پارٹنر نے اس بل کی ادائیگی نقد چھوٹ لیکر ادا کر دی اور شرکت والی فرم معینہ مدت کے بعد اس پارٹنر کو پورے بل کی ادائیگی کرے گی، مہربانی ہوگی کہ واضح کریں کہ جو ایک پارٹنر کو نقد پیسہ دینے پر جو فائدہ ہو وہ سود ہے یا نفع؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

اگر فرم سے بل کی ادائیگی ہو تب تو قدرے گنجائش ہے، جیسا کہ جواب (۱) میں آچکا ہے

اور اگر صرف پارٹنر ادا کرتا ہے تب اس کا حکم وہ ہے جو جواب (۲) میں آچکا ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

جاندار کی شکل کے کھلونے اور تصویر بنے ہوئے کپڑے کی خرید وفروخت کرنا کیسا ہے؟

سوال: بطور کھلونا ربڑ، پلاسٹک کی بنی ہوئی گڑیا، چڑیا وغیرہ کا فروخت کرنا یا بچوں کو بہلانے کے لئے خرید دینا یا شادی وغیرہ کے موقع پر اس طرح کی چیزوں کا بطور تحفہ دینا لینا درست ہے یا نہیں؟ نیز گھروں میں عورتیں شادی وغیرہ کے موقع پر خود اپنے ہاتھ سے کپڑے پر خوبصورتی کے لئے جاندار چڑیا کی شکل اکثر بناتی ہیں، تکیہ اور چادر پر یہ چیزیں زیادہ پائی جاتی ہیں، ایسی صورت بنانا اور ایسی چادر اور تکیہ کا استعمال کرنا کیسا ہے؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

گڑیوں اور پلاسٹک وغیرہ سے بنی ہوئی چڑیوں وغیرہ کا فروخت کرنا، بچوں کو بہلانے کے لئے خرید کر دینا درست نہیں، نیز ان کا تحفہ وغیرہ میں دینا بھی درست نہیں ہے **وكذا بطل بيع مال غير متقوم كالخمر والخنزير ويدخل فيه فرس او ثور من خزف .... لانه لا قيمة له ولا يضمن متلفه** (الدر المنتقی ج ۲ ص ۵۴) جاندار کی تصویر بنانے اور رکھنے سے خواہ کپڑے کی ہو خواہ کسی اور شی کی احادیث میں ممانعت ہے۔ حضرت عائشہ کے دروازے پر لٹکے ہوئے پردہ پر تصویر تھی جس کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ناگواری کو دیکھ کر پھاڑ ڈالا تھا نیز ایسی چادر اور تکیہ کا استعمال درست نہیں ہے جس پر تصویر ہو۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

زندہ مرغ کی خرید وفروخت کا حکم

سوال: آج کل جو رواج چل پڑا ہے کہ مرغ کو زندہ ہی حالت میں بیچتے اور خریدتے ہیں اس طرح کی خریداری از روئے شرع مباح ہے یا حرام؟ اگر ناجائز اور حرام ہے تو کیوں؟ کیا اس مسئلہ میں قرآن وسنت یا کتب فقہ میں کوئی صراحت موجود ہے؟ کیا اس طرح بیچنا خریدنا اور رکھنا سب حرام ہے؟ کیا اس سلسلہ میں کوئی واضح شرعی ضابطہ موجود ہے کہ کون سی چیز کس طرح اور کس پیمانے سے بیچی جائے؟ براہ کرم صاف مفصل واضح ومدلل جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

(۱) شرائط بیع میں ایک شرط مبیع کا معلوم اور متعین ہونا ہے، عالمگیری میں ہے:

ومنها ان يكون المبيع معلوما والثمن معلوما علما يمنع من المنازعة فبيع المجهول جهالة تفضى اليها غير صحيح الخ (عالمگیری ج ۳ ص ۳) لہٰذا مسئلہ مذکورہ میں اگر زندہ مرغ کی بیع میں زندہ مرغ کے ساتھ اس کے گوشت ہی کو مبیع قرار دیا جائے تو اس صورت میں اصل مبیع مرغ ہوگا جو کہ معلوم ومتعین ہے لہٰذا اس مرغ کی بیع جائز ودرست ہوگی نیز مرغ کو اس طرح بیچنا اور خریدنا عرف عام ہوگیا ہے اس کے عرف عام ہونے کی وجہ سے باہم نزاع کا کوئی اندیشہ نہیں ہے، اس لئے یہ بیع صحیح ودرست ہوگی، شامی میں ہے **ما لم ينص عليه كغير الاشياء الستة، حمل على العرف اى عادات الناس فى الاسواق لانها اى العادة دلالة على الجواز فيما وقعت عليه للحديث لان العرف انما صار حجةً بالنص وهو قوله ﷺ ما رآه المؤمنون حسنًا فهو عند الله حسن** شامی ج ۴ ص ۱۸۱ **وهكذا فى احسن الفتاوىٰ** ج ۶ ص ۴۹۷)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

پارٹنرشپ کی مختلف شکلیں

سوال: حاجی مختار احمد صاحب نے ۱۹۹۰ء میں بمبئی میں ایک دوکان اپنے نام خریدی، پھر اسی دکان میں حاجی طیار احمد صاحب کے ساتھ نصفا نصف معاملہ پر کاروبار بتجارت چلتی رہی، حتی کہ ۱۹۹۵ء میں حاجی مختار احمد صاحب کا انتقال ہوگیا شرکت بدستور سابق اپنی شرط پر برقرار رہی۔ اسی کے بعد حاجی طیار احمد صاحب کے ساتھ حاجی مختار احمد کی جگہ پر ان کے صاحبزادے عبدالحفیظ صاحب تجارت میں شریک ہو گئے اور کاروبار دیکھنے لگے۔ پھر ۱۹۹۵ء میں حاجی طیار احمد کا انتقال ہوگیا تو ان کے دو بیٹے اعجاز احمد اور تبریز احمد نے عبدالحفیظ کے ساتھ شرکت کو بنایا، پھر ۱۹۹۵ء میں تبریز احمد گھر پر آگئے اور کھیتی باڑی دیکھنے لگے اور ان کے بھائی اعجاز احمد اور عبدالحفیظ نے دوکان کو سنبھالا۔ واقعہ یہ ہے کہ حاجی طیار احمد کے زمانہ میں دوکان بہت خستہ حال میں ہوگئی تھی حتی کہ ان کے انتقال کے وقت مقروض رہی لیکن اعجاز احمد اور عبدالحفیظ نے بڑی محنت ومشقت اور جد وجہد سے اس وکان سے کما کر سارے قرضوں کو ادا کیا اور تجارت کو فروغ دیا، الحمدللہ اس وقت کاروبار اور دوکان کا حال بہت اچھا ہے اور شرکت پھر بحالہ آج تک برقرار ہے۔ اعجاز احمد اور عبدالحفیظ کو ساتھ ساتھ کاروبار نیز تبریز احمد اور دیگر بھائی کو کھیتی دیکھتے ہوئے تقریباً ۱۱ سال ہو گئے۔

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اعجاز احمد اور عبدالحفیظ صاحب نے دوکان کو بنادیا، اگر یوں کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا، کہ اس وقت دوکان انہیں حضرات کا ثمرہ ہے، تو کیا ایسی حالت میں ان کے دوسرے بھائی برابر کے حقدار ہوں گے؟ یا صرف اعجاز احمد اور عبدالحفیظ حقدار ہوں گے؟ اگر دوسرے بھائی برابر کے شریک ہو کر حصہ لے لیں تو اعجاز احمد وغیرہ کو اپنی اتنے دن کی محنت کا کیا ثمرہ ملے گا؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

حاجی مختار احمد صاحب کے وصال کے بعد حاجی طیار احمد کے ساتھ جو پارٹنر شپ تھی شرعاً وہ ختم ہوگئی، شریکین میں سے کسی ایک کے انتقال کی وجہ سے شرکت باطل ہوجاتی ہے، پھر اگر تجدید عہد کے ساتھ کاروبار شروع کیا تو نئی پارٹنر شپ قائم ہوگی۔ حاجی طیار احمد کے وصال کے بعد شرکت پھر ختم ہوگئی، پھر اگر ازسر نو معاملہ کے تحت حاجی طیار احمد کے بچوں کے ساتھ حاجی مختار احمد کے بچوں نے کاروبار کو شروع کیا تو پھر نئی پارٹنر شپ قائم ہوگی۔ اب حسب معاملہ اور معاہدہ کاروبار کی تقسیم ہوگی۔ اعجاز احمد نے اگر آپسی مشورہ کے تحت تبریز احمد و دیگر بھائیوں کو گھر پر کھیتی باڑی سنبھالنے کے لئے طے کیا تو جس طرح گھر پر موجود چیزوں میں اعجاز احمد برابر کے حقدار ہیں اسی طرح اعجاز احمد نے باپ کے ترکہ سے جو کچھ کمایا ہے اس میں گھر پر رہنے والے بھائی برابر کے حقدار ہیں۔ بہتر یہ ہے کہ چند ایسے فقہاء کرام جن کو فقہ وفتاوی سے پوری مناسبت ہو ان کو بیچ میں ڈال کر اس مسئلہ کو حل کرالیں اور اس کے مطابق عمل کریں تاکہ بھائیوں میں محبت برقرار رہے، کسی قسم کا انتشار نہ ہو۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

شریک مشتری کا شریک بائع کو ثمن ادا کرنا کیسا ہے؟

سوال: زید اور عمر دونوں نے ملک ملیشیا میں ایک نئی گاڑی خریدی، جس میں زید نے پہلے ۳۶۴۲/روپئے ڈپوزٹ میں جمع کردیا اور گاڑی کو عمر کے نام کردیا، پھر دونوں نے مل کر استعمال کیا اور ہر مہینہ کا جو خرچ آتا زید عمر مل کر برداشت کرتے رہے۔ پھر زید کو کسی وجہ سے گھر آنا تھا تو عمر سے کہا کہ گاڑی تم لے لو مجھے صرف وہی ۳۶۴۲ روپئے جو میرے لگے تھے واپس کردو، عمر نے واپس کرنے کا اقرار کرلیا، اب گھر آنے کے بعد جب بذریعہ فون وغیرہ بات کی تو عمر کہہ رہا ہے کہ سب چور مور برابر ہوگیا، اب کیسا پیسہ، دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا شرعاً زید کو مطلوبہ رقم کا استحقاق حاصل ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب: حامدًا ومصلیًا

صورت مذکورہ میں زید بائع اور عمر مشتری ہے اور مشتری پر مبیع کی قیمت ادا کرنا لازم ہوتا ہے، عالمگیری میں ہے "**من باع سلعة بثمن قیل للمشتری ادفع الثمن اولا**" (عالمگیری ج ۳ ص ۱۶، ہدایہ ج ۳ ص ۱۳) لہٰذا عمر پر گاڑی کی قیمت ۳۶۴۲ روپئے ادا کرنا لازم اور ضروری ہے خاص کر جبکہ عمر نے مذکورہ قیمت ادا کرنے کا اقرار بھی کیا ہے۔ **المرء یوخذ باقرارہ** لہٰذا قیمت کی ادائیگی کے بغیر وہ شرعاً گاڑی کا مالک نہیں ہوگا۔ حاصل کلام یہ کہ زید مطلوبہ رقم کا مستحق ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

دوسرے فرقوں کی تالیفات کا بیچنا کیسا ہے؟

سوال: ایسے علماء واہل فکر جن کی نظر وفکر علماء دیوبند ومسلک دیوبندیت سے یکسر مختلف ہے، مثلاً ابوالاعلیٰ مودودی، احمد رضا خان بریلوی، وجدید علماء غیر مقلدین وغیرہ۔ ان کی تصنیفات وتالیفات اپنے کتب خانہ میں رکھنا کیسا ہے؟ اس کی کمائی کا کیا حکم ہے؟ آیا یہ اس کی اشاعت وفروغ میں داخل ہے یا نہیں؟ برائے مہربانی جواب سے نوازکر مشکور رہوں۔

الجواب: حامدًا ومصلیًا

فرقہ ضالہ کی تصنیفات وتالیفات کی اشاعت ضلالت کی اشاعت کے مترادف ہے، ہدایت وصراط مستقیم سے ہٹ کر راہ ضلالت کو اختیار کرنا یا اس پر کسی کو ڈالنا یہ بھی ضلالت ہے، ایسی کتابوں میں اپنے پیسے کو برباد کرنا ہے اور اس کو پڑھنا اپنے عقیدہ اور وقت کو برباد کرنا ہے۔ اگر کوئی غلط بات دل میں بیٹھ گئی اور موت تک نہیں نکل سکی تو سوء خاتمہ کا اندیشہ ہے۔ اسی طرح کتبخانہ میں رکھ کر فروخت کرنے سے بھی پرہیز کرنا چاہئے، لیکن اگر کوئی فروخت کرتا تو مضامین ضالہ کی اشاعت کی نیت نہ کرے۔ **نظیرہ والحلال اذا اختلط بالحرام**

کالخمر والفارۃ تقع فی السمن والعجین فلا بأس ببیعہ اذا بین ما لم یغلب علیہ او استویا کذا فی محیط السرخسی (عالمگیری ج ۳ ص ۱۱۶)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

مشترک مال بیچ کر پورا ایک شریک نے ہی رکھ لیا، کیا حکم ہے؟

سوال: دو فریقین کے درمیان تین کٹھہ ۹ دھور زمین قائم ہے جو کہ دو فریقوں کے درمیان آدھے آدھے کا حصہ ہے۔ فریق اول میں چار بھائی ہیں شاہد، راشد، خالد، زاہد۔ فریق ثانی میں صرف زید ہے، زید کا ایک لڑکا بکر ہے اور بکر کا ایک لڑکا عمر ہے جو کہ فریق ثانی زید کا پوتا ہے۔ اتفاق سے باپ کی موجودگی میں بیٹا بکرا کا انتقال ہوگا، کچھ عرصہ بعد پوتا عمر کی موجودگی میں دادا زید کا انتقال ہوگیا۔ پوتا عمر نے خفیہ طور سے فریق اول فریق ثانی دونوں کی زمین ایک تیسرے آدمی کے ہاتھ فروخت کر دیا، اب جبکہ معلوم ہوا فریق اول کے وارثان کو تو وہ لوگ پریشان ہو گئے فریق اول کے وارثان نے بار بار زمین چھوڑنے کے لئے خریدنے والے شخص سے اصرار کیا لیکن یہ تیسرا خریدنے والا شخص زمین نہ چھوڑنے پر مصر رہا، چونکہ یہ طاقت کے اعتبار سے مضبوط ہے، اور جبکہ اس تیسرے آدمی کو جو کہ خریدا ہے اس کو فریق اول کا حصہ دار ہونا معلوم ہے۔ تو کیا حصہ دار معلوم ہوتے ہوئے بھی اس کی زمین لینا جائز ہے؟

مفتیان کرام سے گزارش ہے کہ مندرجہ بالا مسئلہ کی وضاحت فرما کر فریق اول کے وارثان کی پریشانی کو دور کریں۔ کرم ہوگا۔

فریقین

فریق اول	فریق ثانی
شاہد، راشد، خالد، زاہد	زید (باپ) بکر (بیٹا) عمر (پوتا)

نوٹ زید کی موجودگی میں بیٹا بکر کا انتقال ہوگیا۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

شرعی اعتبار سے جس فریق کا جو حصہ بنتا ہے وہ فریق اپنے حصہ کا مالک ہے، اور کسی مملوکہ شی میں مالک کی اجازت کے بغیر غیر مالک کا مالکانہ تصرف غلط و ناقابل قبول ہے۔

لہٰذا صورت مسئولہ میں عمر کا تصرف شاہد برادران کی مملوکہ چیز میں غلط و ناجائز ہے اس پر لازم پر ہے کہ وہ حصہ جس کا ہے اس کو واپس کردے اور مشتری خریدار پر بھی لازم ہے کہ عمر سے اتنا پیسہ واپس لیکر شاہد برادران کا حصہ واپس کرے ورنہ آخرت کے ساتھ دنیا میں بھی اس غلط حرکت کی سزا بھگتنی ہوگی۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

✪✪✪✪✪

کتاب الھبۃ

شئ موہوب کالوٹانا جائز ہے یا نہیں؟

سوال: مندرجہ ذیل سطروں میں واقعات کا اقتباس ہے شریعت کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں گے۔ زید وعمر دو برادر حقیقی ہیں عابدہ ان دونوں کی حقیقی بہن ہے ان تینوں کے والد کا نام بکر تھا بکر کے انتقال کے چند روز بعد مسماۃ عابدہ نے جو بلا جبر واکراہ بخوشی ورضامندی زید سے کہا کہ تم لوگ موروثی جائداد کا خارج داخل اپنے نام کرالو کچھ مدت گذر جانے کے بعد عابدہ کہتی ہے کہ میرا حق دے دو زید کے سامنے ایک پیچیدہ مسئلہ ہے جس کو وہ از روئے شریعت حل کرنا چاہتا ہے اور مسئلہ استفتاء کا آ کھڑا ہوا وہ یہ کہ فرد اپنی چیز یا ملکیت کسی کو دے دے اور اس ملکیت میں انتہائی تبدیلی بھی ہو جائے وہ پانے والا اس جائداد کو اپنا سمجھنے لگا اور سمجھتا رہا اور اس میں اضافہ اور افزائش کا کوشاں رہا اب عابدہ کی نیت میں فتور اور جائداد کی واپسی کی خواہش شریعت کی نگاہ میں کہاں تک قابل غور قابل قدر ہے۔

ایک بات اور قابل لحاظ ہے وہ یہ کہ زید کے کوئی اولاد نہیں ہے اس کے پاس جائداد منقولہ وغیر منقولہ بھی ہے وہ اپنی مندرجہ بالا جائداد کو ایک دینی ادارہ کے نام حوالہ کرنا چاہتا ہے وہ (زید) حصہ کشی کے کس تناسب کو اختیار کرے کہ آخرت میں مواخذہ سے بچ جائے اور دنیا سے سفر بھی خوبصورتی سے ہو جائے اور ساتھ ہی کسی کی حق تلفی بھی نہ ہو۔

الجواب: حامدًا ومصلیًا

ہبہ مشاع کے صحیح ہونے کے لئے یہ شرط ہے کہ شئ موہوب مقبوض ہو مقسوم ہو غیر موہوب سے متمیز ہو

وفيها أن يكون الموهوب مقبوضا حتى لا يثبت الملك للموهوب له قبل القبض وأن يكون الموهوب متميزا عن غير الموهوب ولا

یکون مفصلا ولا مشغولا بغیر الموھوب الخ (الفتاویٰ الھندیہ ج۴ ص ۳۷۴)(۱)

قبل التقسیم شی مقسوم کی ہبہ کو ہبہ مشاع کہتے ہیں اور ہبہ مشاع جائز نہیں **ھبة المشاع فیما یحتمل القسمة لا تجوز سواء کانت من شریکه أو من غیر شریکه الخ** (عالمگیری ج۴ ص ۳۷۸)(۲)

زمین شیٔ مقسوم ہے لہٰذا اگر عابدہ نے اپنے حق کو الگ کرکے ممتاز بنا کر اس پر بھائیوں کا قبضہ کرادیا اس طور پر کہ داخل خارج بھی کروادیا تو اس صورت میں ہبہ تام ہوگیا اب عابدہ کو رجوع کا حق نہیں۔ (کذا فی الفتاوی العالمگیری (۳) ج۴ ص ۳۸۵) "**لیس لهٗ حق الرجوع بعد التسلیم فی ذی رحم محرم وھما سواء ذالك لهٗ حق الرجوع**" اور اگر عابدہ سے صرف زبانی ہبہ کیا تھا تقسیم کروا کر داخل خارج کرا کے بھائیوں کا قبضہ نہیں کروایا تو اب عابدہ رجوع کرسکتی ہے اور بھائیوں کو اس کا حق دینا ہوگا۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) (الفتاویٰ الھندیہ ج:۴، ص: ۳۷۴۔ قدیم رشیدیہ)۔

(۲) (الھندیہ ج: ۴، ص: ۳۷۸۔ قدیم رشیدیہ)۔

(۳) (الھندیہ ج: ۴، ص: ۳۸۵۔ قدیم رشیدیہ)۔

ہبہ کی ایک ناقص صورت

سوال: ایک شخص مسمّٰی یار محمد خاں جن کی بیوی و ایک لڑکی و ایک بھتیجہ اور ایک دوسرے بھتیجہ کے دو لڑکے موجود ہیں، یار محمد خاں اپنی کل جائداد پر قابض ہیں ان کی لڑکی اپنی سسرال میں رہتی ہے، یار محمد خاں اپنے بھتیجوں کو اپنی متروکہ جائداد کی وراثت سے

محروم کرنے کی نیت سے اپنی کل جائداد نمائشی بیع نامہ کے ذریعہ لڑکی کے نام اور مختار نامہ کے ذریعہ داماد کو کر دیا ہے گو کہ خود جائداد پر قابض ہیں، کیا اس فعل سے یار محمد کی جائداد کے مالک شرعاً لڑکی و داماد ہو جائیں گے؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

یار محمد خاں اپنی چیز کے مالک ہیں اپنی زندگی میں جتنا چاہیں جس کو چاہیں دے سکتے ہیں، وراثتِ شرعی موت (۲) کے بعد جاری ہوتی ہے زندگی میں نہیں، لہٰذا لڑکی اور داماد کو اگر اپنی زمین دیدی ہے تو وہ مالک ہو گئے اور آئندہ بھی مالک رہیں گے، لیکن سوال کا یہ جملہ کہ خود جائداد پر قابض ہیں یہ بتلا رہا ہے کہ ہبہ نہیں کیا، اس لئے لڑکی اور داماد کے ملک میں داخل ہونے کے کوئی معنی نہیں ایک طرف یہ ہے کہ بیع نامہ مختار نامہ کر دیا ہے اور دوسری طرف یہ ہے کہ خود قابض ہیں سمجھ میں نہیں آتا اس لئے معاملہ کو واضح انداز میں لکھنے کی ضرورت ہے۔ (۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعليق والتخريج

(۱) رجل له ابن وابنة أراد أن يهب لهما شيئاً ويفضل أحدهما على الآخر، في الهندية. أجمعوا على أنه لا بأس بتفضيل بعض الأولاد على البعض، إذا لم يقصد الإضرار. (فتاوىٰ قاضی خان على هامش الهنديه ج:۳، ص:۲۷۹). رشيديه. وهكذا في هنديه ج:۴، ص:۳۹۱۔ رشيديه. شامی ج:۵، ص:۶۹۶۔ کراچی).

(۲) وقال مشايخ بلخ الإرث يثبت بعد موت المورث. (البحر الرائق ج:۸، ص:۴۸۸۔ سعيد).

والقبض لابد منه لثبوت الملك. (الهدايه ج:۳، ص:۲۸۳).

کیا ہبہ کے ثبوت کے لئے رجسٹری ضروری ہے؟

سوال : میں اپنے ماموں مرزا اخلاق احمد مرحوم کی خواہش پر مؤرخہ ۲۲/مارچ ۱۹۵۰ء کو مسلم پٹی ان کے پاس حاضر ہوا اور اسی دن سیگھر کے ایک فرد کی حیثیت سے مع بیوی بچوں کے رہنے لگا، میرے آتے ہی ماموں مرحوم نے گھر آمد و خرچ کی ساری ذمہ داریاں مجھ پر ڈال کر گھر کی تمام چیزوں پر مجھ کو مالکانہ حق دیدیا اور اس حد تک کہ اگر جائداد کے نفع سے کوئی چیز ان کے ذریعہ آتی تو پہلی ملاقات میں مجھے دیتے اسی طرح سے پندرہ سال کا عرصہ گذرا۔ اواخر دسمبر ۱۹۶۰ء میں اچانک تین چار روز کی مختصر سی علالت کے بعد انتقال فرما گئے، وہ جائداد ان کی حیات میں میرے قبضہ و تصرف میں رہی اور ہر طرح کا مالکانہ تصرف مجھے حاصل رہا، جب کبھی ماموں مرحوم کی جائداد کی کسی چیز کی خرید و فروخت کا معاملہ پیش آتا تو مجھ سے پوچھے بغیر اس میں کسی قسم کا تصرف خود نہ کرتے اور کہتے بھی تھے کہ اس کے ذمہ دار نسیم احمد ہیں، میری ممانی صاحبہ اور بہن بہنوئی بھی اس کی شہادت دیتے ہیں کہ تمہارے ماموں نے تو اپنی جائداد تم کو ہبہ کر دیا البتہ رجسٹری نہیں کرا سکے اس سلسلہ میں حکم شرعی سے مطلع فرما کر مشکور فرمائیں۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

برتقدیر صحت سوال درصورت اقرار و شہادت ہبہ شرعاً قابل اعتبار ہے، البتہ قانوناً تکمیل قبضہ کے لئے رجسٹری وغیرہ ضروری ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۱) الإقرار هو في عرف أهل الشرع عبار عن خبرٍ يوجب شيئًا على المخبر وهو من أقوى أدلة الصدق. لأن العاقل لا يميل إلى الكذب إلا ما يتعلق به النفع فإذا

تعلق به الضرر لا يأتي به وفي التحفة الإقرار حجة. (الفتاوىٰ التاتارخانية ج:۱۴ ص:۳). زکریا۔

(۲) والقبض لا بد منه لثبوت الملك. (هداية ج:۳ ص:۲۶۷. تھانوی)۔

(۳) وحاصله: أن التخلية قبض حكماً لو مع القدرة عليه بلا كلفةٍ لكن ذلك يختلف ذلك بحسب حال المبيع وفي نحو دارٍ فالقدرة على إغلاقها قبض. (شامی ج:۷ ص:۹۶. كتاب البيوع زکریا)۔

زندگی میں اپنی جائداد کا کسی کو مالک بنانے کا حکم

سوال: زید کے پاس کچھ اپنی زمین ہے جو وراثت میں ملی ہے اور کچھ زمین اس کی بیوی کو باپ کی وراثت میں ملی ہے، بیوی نے اس زمین کو اپنے شوہر زید کو ہبہ کر دیا، زید نے اپنی زمین اپنے بھتیجے کو دیدی اور وہ زمین جو اس کی بیوی نے ہبہ کیا ہے اس کے بارے میں یہ چاہتا ہے کہ یہ تحریر لکھ دوں کہ جب تک میری بچیاں زندہ رہیں گی اس زمین کی مالک وہ ہوں گی ان کے مرنے کے بعد وہ زمین میرے بھتیجوں کی ملک ہو جائے گی۔ فقط اب سوال طلب امر یہ ہے کہ کیا یہ صورت ہبہ کی درست ہے؟ اور ان کے انتقال کے بعد وہ زمین بھتیجوں کی ہو جائے گی۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

صورت مسئولہ میں زید کا اپنی بچیوں کو اس زمین کا مالک بنادینا ہبہ ہے اور ایسا کرنا درست ہے۔ ان بچیوں کے مرنے کے بعد ورثاء اس زمین کے مالک ہونگے بھتیجے اس کے حقدار نہیں ہوں گے۔ بھتیجوں کی ملکیت کی شرط بچیوں کے موت کے بعد شرط باطل ہے۔

وجاز المعرى للمعمر له ولورثته لبطلان الشرط (الدر المختار علی ہامش رد المحتار ج ۴ ص ۵۲۰)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۱) الدر المختار مع الشامی ج:۵ص:۷۰۴۔ کراچی۔

حاشیة الشرنبلالی علی درر الحکام شرح غرر الأحکام ج:۲ص:۲۲۵۔ قدیم۔

تبیین الحقائق ج:۵ص:۹۳۔ بیروت۔

✪✪✪✪✪

کتاب الاجارۃ

شریک کے لئے اجرت لینے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اندریں مسئلہ

پانچ بھائی اختلاطی زندگی گذار رہے تھے بعدہ دامن اتفاق ہاتھوں سے چھوٹ گیا نوبت یہاں تک پہونچ گئی کہ مکان اور زراعت اور دوکان اور دیگر ذرائع آمدنی کا انقسام ہوگیا لیکن ایک دوکان جو بمبئی میں ہے اس کا نفع جملہ بھائیوں پر مساویاً تقسیم ہوتا ہے ایک بھائی جو کہ دوکان پر رہتا ہے اپنے سہام کے علاوہ دوکان پر حاضری دینے کے باعث تنخواہ بھی لیتا ہے تو آیا اس کا تنخواہ لینا درست ہے یا نہیں۔

الجواب: حامدًا ومصلیًا

کسی شریک کے لئے مشترک عمل کی اجرت لینے کا جواز نہیں۔ (کذا فی تنقیح الفتاویٰ الحامدیہ ج ۴ ص ۱۰۳)(۱)

مطلب لا أجر للشريك بعمله في المشترك (سئل) فيما اذا استاجر زيد شريكه عمرا في فلاحة معلومة باجرة معلومة على ان يعمل فيها العمل المعهود فعمل عمر في الفلاحة العمل المعهود وقال يطالب زيدًا باجرة عمله فهل لا اجرة له (الجواب) لا اجر للشريك بعمله في المشترك في الكنز وغيره تحت قوله ولو استاجره لحمل طعام منها فلا اجر له.

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

وعلی هذا یخرج ما إذا استأجر رجلا علی العمل فی شیئ هو فیه شریکه نحو ما إذا کان بین اثنین طعام فاستأجر أحدهما صاحبه علی أن یحمل نصیبه إلی معلوم و الطعام غیر مصوم فحمل الطعام کله. إلی قوله لا تجوز هذه الاجارۃ عند اصحابنا و إذا حمل لا أجر له. بدائع الصنائع ج۴ص۴۳ زکریا

ولا أجر لأحد هما علی صاحبه عندنا .... إلا أنه التض الربع بعمله فلا مستحق الأجر. بدائع الصنائع ج۵ص۱۰۲ زکریا

وإن عمل أحدهما ولم یعمل الأحد بعذر أو بغیر عذر صار کعملها معًا (کذا فی المضمرات) ولو شرطا کل الربع لا حد هما فأنه لا یجوز. الهندیة: ج۲ ص۳۲۶ زکریا

ادھیا پر جانور دینے کی ایک صورت

سوال: زید نے اپنی بھینس خصی، بکری، وغیرہ خالد کو اس شرط پر دیا کہ تم اسے پرورش کرو جبکہ دیتے وقت بھینس کی قیمت مثلاً ۱۰۰۰ روپیہ ہے جب کبھی فروخت کیا جائے تو زید اور خالد ۱۰۰۰ روپیہ باتفاق رائے جو پہلے سے طے تھی گھٹا لینے کے بعد زید لے لے اور نفع میں دونوں شریک ہوجائیں تو آیا یہ صورت جائز ہے یا نہیں اگر نہیں تو جواز کی کیا صورت ہوگی؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

اس صورت میں غرر ہے اس کے بجائے یہ کرلیں کہ نصف جانور زید خالد کے ہاتھ فروخت کردے اور قیمت معاف کردے اس صورت میں خالد نصف کا شریک ہوجائے گا اس کے بعد ہر جزء (دودھ، بکری، بھینس، بچہ) میں تنصیف ہوجائے گی یا پھر زید خالد سے ماہانہ یا سالانہ اجرت طے کرلے خالد وہ اجرت لیتا رہے اور ملکیت مکمل زید ہی کی رہے اور خالد

اجیر کی حیثیت سے کام کرتا ہے لیکن اس صورت میں شرکت نہیں ہو سکے گی۔(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) دفع رجل بقرة على أن يعلفها وما يكون من اللبن والسمن بينهما أنصافا، فالإجارة فاسدة، وعلى صاحب البقرة أجر قيامه وقيمة علفه. (الهندية ج۴ ص۴۴۵ قديم رشيديه۔

(۲) أعطى بقرة على أن يكون اللبن والسمن بينهما، قال الشركة فاسدة و كذلك لو قال لبنها وما يحدث من ضرعها لك وتعاهد و علفها عليك فهي فاسدة. الفتاوى التاتارخانية ج۷ص۵۰۵ زكريا

دفع بقرته إلى رجل على أن يعلفها وما يكون من اللبن والسمن بينهما أنصافا، فالإجارة فاسدة۔ بالفتاوى البزازية ج۱۱ص۲۱ جديد زكريا مع الهندية

وهكذا فتاوى قاضيخان مع الهندية جديد ج۸ص۲۱۰ زكريا

وهكذا في الهندية قديم ج۴ص۴۴۵۔ رشيديه۔

کنٹراک پر ٹیکسی چلانے کا حکم

سوال: میں ایک ٹیکسی ڈرائیور ہوں۔ میں جو ٹیکسی چلاتا ہوں ساٹھ روپیہ روز کنٹراک کا دیتا ہوں تقریباً پانچ سال سے یہی معمول ہے اس کے بالمقابل بینک نئی ٹیکسی دیتا ہے اور اس کو یعنی بینک کو روز پچاس روپیے دینا پڑتا ہے پھر تین سال بعد گاڑی یعنی ٹیکسی خود کی ہوجاتی ہے اس کا شریعت میں کیا حکم ہے؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

کنٹراک پر ٹیکسی لیکر چلانا جائز ہے اسی طرح اس گاڑی کو بھی لینا جائز ہے جس میں

پچاس روپیہ یومیہ قسط اور اس کی قیمت ادا کی جاتی ہے بشرطیکہ سود نہ دینا پڑتا ہو۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(١) وإذا قبض المستأجر الدار فعليه الأجر وإن لم يسكنها. (الهداية مع الدراية ج٣ ص٢٩٣ باب الاجر متى تسحق) مكتبه تهانوی

ولرب الدار والأرض طلب الأجر كل يوم....... وإذا عمل فى بيت المستأجر ولم يفرغ من العمل لا يستحق شيئًا من الأجر الخ. الهندية ج٤ ص٤٤٣ زكريا

وهكذا فى تبيين الحقائق ج٥ ص١٠٨ مكتبه امداديه ملتان

رجل باق على أنه بالنقد بكذا و إلى شهر بكذا وإلى شهر ين بكذا لم يجز. (الفتاوى الهندية ج٣ ص١٣٦ رشيدية

ويجوز البيع ثمن حال ومؤجل إذا كان الأجل معلومًا. (الهداية ج٣ ص٢١) مكتبه تهانوی

وللموجر طلب الأجر والأرض كل يوم وللدابة كل مرحلة. (الدرالمختار مع شامي ج٩ ص:١٩. زكريا ديوبند.

جس ادارہ میں سودی کاروبار ہو اس میں ملازمت کا حکم

سوال: جس ادارہ میں سودی قرض لیا اور دیا جاتا ہو اس میں کیشن یا ملازمت پر کام کرنا کیسا ہے؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چونکہ سود لینے والے اور سود دینے والے اور سود کا رقعہ لکھنے والے اور اس کی گواہی دینے والے پر لعنت فرمائی ہے (١) اس لئے اس کی ملازمت پر یا

کمیشن پر کام کرنا درست نہیں، نیز تعاون علی الاثم ہے اور یہ ممنوع ہے **لقوله تعالیٰ ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان. الآیة۔ (٢)**

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(١) عن جابر رضی الله عنه قال لعن رسول الله ﷺ آکل الربوا ومؤكله وكاتبه وشاهديه وقال هم سواء۔ مسلم شريف، باب لعن آكل الربا و مؤكله ج٢ ص٢٧ هكذا في الفتاوى التاتارخانية ج١٥ ص١٣٠ زكريا

(٢) يقوله تعالى: ولا تعاونوا على الإثم والعدوان. الآية) سورة المائدة.

جفتی کرانے پر اجرت لینا جائز ہے یا نہیں؟

سوال: گائے یا بھینس یا بکری کو لوگ جو جفتی کرانے کے لئے لیجاتے ہیں تو آیا اس جفتی کی اجرت بکرے یا بھینسے والوں کو لینا جائز ہے یا نہیں؟ نیز بعض حضرات کا ذریعہ معاش یہی ہے دونوں صورتیں مدلل ومفصل تحریر فرما کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں۔

المستفتی مولوی مفتی عزیز احمد صاحب مدرسہ مدینۃ العلوم
موضع گنیش پور بھٹولی بازار گورکھپور

الجواب: حامدًا ومصليًا

جفتی کی اجرت لینا جائز نہیں خواہ کسی کا ذریعہ معاش ہو یا نہ ہو بہر صورت ممنوع ہے **عن ابن عمر رضی الله تعالى عنهما نهى النبي ﷺ عن عسب الفحل** (ترمذی شریف (١) ج١ ص ١٥٣) **باب ماجاء في كراهية عسب الفحل ولا يجوز اخذ اجرة عسب التيس وهو ان يواجر فحلا لينزو على اناث لقوله عليه الصلوة والسلام ان من السحت عسب التيس والمراد اخذ**

الاجرۃ علیہ (ہدایہ مع العینی ج ۳ (۲) ص ۷ ٦۴) کتاب الاجارۃ باب الاجارۃ الفاسدۃ۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) عن عمر رضی اللہ تعالی عنہما نہی النبی ﷺ عن عسب الفحل۔ (ترمذی شریف، باب ماجاء فی کراھیۃ عسب الفحل ج۱ ص۲۴۰) بلال

(۲) (الہدایۃ مع العینی ج ۹ ص ۷ ۳۳ / البنایۃ/مکتبۃ دار الفکر کتاب الاجارۃ الفاسدۃ

ولا تصح الإجارۃ لعسب السلن.......... وھو نزوہ علی الإناث و فی الشامیۃ: لأنہ عمل لا یقدر و ھو الإصال۔ (کتاب الإجارۃ باب الإجارۃ الفاسدۃ ج٦ ص٥٥)۔ کراچی۔

وہکذا فی بدائع الصنائع ج ۴ ص ۷ از کریا

داڑھی بنانے کی اجرت لینا درست ہے یا نہیں؟

سوال: داڑھی بنانے کی اجرت لینا درست ہے یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

داڑھی بنوانا جائز اور معصیت ہے اورکسی معصیت وگناہ پر مدد کرنا بھی گناہ ہے اور معصیت پر اجرت لینا جائز نہیں، لہٰذا صورت مسئولہ میں داڑھی بنانے کی اجرت لینا جائز نہیں۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۱) فإذا ثبت كراهة بسها للتختم، ثبت كراهة بيعها وصيغها لما فيه من الإعانة على مالا يجوز وكل ما أدى إلى مالا يجوز لايجوز، وتمامه في شرح الوهابنية۔ (الدر المختار مع شامی: ج٦ص٣٦٠)

(۱) لا يجوز على الغناء والنوح والملهي لأن المعصية لايتصور استحقاقها بالعقد فلايجب عليه الأجر.... وإن اعطاه الأجر وقبضه لا يحل له ويجب عليه رده على صاحبه۔ (تبيين الحقائق ج٥ص١٥٢) مكتبه امدادية ملتان

وكذا في حاشية الشلبي على هاشم التبيين للزيلعي ج٥ص١٢٥) مکتبہ امدادیہ ملتان

مدرسین ایام تعلیم میں چلہ لگائیں تو تنخواہ ملے گی یا نہیں؟

سوال: کوئی معلم وملازم ومنتظم جماعت میں جاتا ہو اور جتنے دن جماعت میں رہتا ہو اس کی تنخواہ لیتا ہو وہ کہتا ہو کہ تبلیغ بھی تعلیم کا ایک اہم جز ہے اور تنخواہ کے جواز پر (فتاویٰ رحیمیہ جلد سوم) (سرخسی) مدرسہ کی تعلیم اہم ہے یا تبلیغ ص ۲۱۸ ص ۲۱۹ کے اخیر میں یہ عبارت ہے۔ لہٰذا تعلیمی کام کے ساتھ تبلیغی کام میں دلچسپی لیں اور مدرسین کو وظیفے کے ساتھ تبلیغی کام کے لئے جانے کی اجازت دیں اور بعضے مفتی کہتے ہیں کہ تنخواہ لینا جائز نہیں ہے اس کا تفصیلی جواب تحریر فرمائیں؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

اگر کسی مدرسے کے اصول و دستور اور تعاہد میں یہ (۱) داخل ہو کہ جو مدرس اثناء تعلیم چلہ لگائے گا اس کو رخصت کی تنخواہ دی جائے گی۔ تو اس دستور سے استفادہ کا حق ہر استاذ کو ہوگا اور دستور کے مطابق اس کو چلے بھر کی رخصت کی تنخواہ بھی دی جائے گی۔ اور چلے میں جانے والا استاذ حسب دستور تنخواہ لینے کا مجاز ہوگا اب یہ معلوم نہیں کہ آپ کے مدرسے کا دستور کیا ہے؟

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) عن عوف المزنی عن أبیه عن جده أن رسول الله ﷺ قال الصلح جائز بین المسلمین إلا صلحاً حرم حلالا أو أحل حرامًا والمسلمون علی شروطهم إلا شرطًا حرم منهم أو أحل حرامًا۔ سنن الترمذی ج۱ص۲۵۱ مکتبہ بلال

وإذا شرط المکتری علی الأجیر أن یعمل لنفسه لزمه ذلك لأن لاعامل تعین بالشرك۔ (الموسوعة الفقهیة ج۱ص۲۹۷

المسلمون عند شروطهم۔ قواعد الفقه: قاعدہ نمبر: ۳۱۹ ص۱۲۱) دار الکتاب

اجارہ کی مختلف صورتوں کا حکم

سوال : زید جونپوری نے دہلی کے دو معماروں کو تعمیرِ مکان کے لئے بلایا، دو ماہ میں ان لوگوں نے تعمیری کام کو پایۂ تکمیل تک پہونچایا مگر اس دو ماہ کے درمیان کبھی کبھی ایسا بھی ہوا کہ کام دو دو روز تین تین روز بند رہا، اور یہ بند رہنا صاحبِ خانہ کی طرف سے رہا، مثلاً سامانِ تعمیر ختم ہوگیا یا گھٹ گیا اس کی فراہمی میں تاخیر ہوگئی اور وہ دونوں معمار ویسے ہی بیکار پڑے رہے یا کسی دوسرے کا کام کرنے لگے تو ایسی صورت میں وہ دونوں معماران دونوں کی شرعاً اجرت پانے کے مستحق ہیں؟ جن دونوں میں مکان مالک کا کام بند رہا اور اگر شرعاً مستحق ہوں اور بخوشی نہ لیں تو کیا حرج ہے؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

اجارہ کی کئی صورتیں ہیں اور ہر ایک صورت کا حکم الگ ہے، (۱) ٹھیکہ، اتنا کام اتنے دنوں میں کرنا ہے اور اتنی اجرت ملے گی، اس صورت میں حسب معاہدہ کام مکمل ہونے پر مقرر کردہ اجرت کا دینا ضروری ہے۔ (۲) یومیہ، فلاں کام کرنا ہے روزآنہ اتنی (مثلاً دس روپیہ) اجرت ملے گی، اور جس دن کام نہیں ہوا اس دن اجرت نہیں دی جائے گی، اس صورت میں حسب معاہدہ ایام عمل کی اجرت صرف دی جائے گی۔ (۳) فلاں کام کرنا ہے

یومیہ اتنی (بارہ روپیہ) اجرت ملے گی اور ایام ناغہ کی بھی اجرت دی جائے گی، اس صورت میں حسبِ معاہدہ ایامِ عمل و ایام ناغہ کی اجرت دی جائے گی۔ (۴) ایام ناغہ کی تصریح نہیں کی تو عرف کے اعتبار سے فیصلہ ہوگا، الحاصل جیسا معاہدہ ہوا ہو اس کے مطابق اجرت کے مستحق ہوں گے، ان شکلوں میں سے جس شکل میں معاہدہ داخل ہو اس کے مطابق اجرت پانے کے مستحق ہوں گے، لیکن سوال میں معماروں کی طرف سے تفویض و تسلیم و حبس وقت کی تصریح ہے اور کام بند رہنے میں صاحب خانہ کا قصور ظاہر ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

قال الأجرۃ لاتجب بالعقد وتستحق بأحدی معانی ثلثۃ إما بشرط التعجیل أو بالتعجیل من غیر شرطٍ أو باستیفاء المعقود علیہ۔ (الھدایۃ مع الدرایۃ ج۳ ص۲۷۸ مکتبۃ الاتحاد دیوبند۔

ثم الأجرۃ تستحق بأحد معانٍ ثلاثۃ: إما بشرط التعجیل أو لتعجیل أو باتفاء المعقود علیہ فإذا وجب أحدھذہ الأشیاء الثلاثۃ فإنہ یملکھا۔ (الھدایۃ: ج۳ ص۴۴۳) زکریا

عن عوف المزنی عن أبیہ انرسول اللہ ﷺ قال الصلح جائز بین المسلمین إلا صلحًا حرم حلالًا أو أحل حرامًا والمسلمون علی شروطھم إلا شرط حرمھم أو أحل حرامًا۔ (سنن الترمذی ج۱ ص۲۵۱) بلال

ومنھا: البطالۃ فی المدارس کأیام الأعیاد ویوم عاشوراء وشھر رمضان فی درس الفقہ لم أرھا صریحۃ فی کلامھم والمسالۃ علی وجھین فإن کانت مشروطۃ لم یسقط من المعلوم شیئ وإلا فینبغی أن یلحق ببطالۃ القاضی۔ (الاشباہ والنظائر ص۲۷۲) دار الکتات

والعرف فی الشرع له اعتبار: کذا علیه الحکم قد یدار۔ شرح عقود رسم المفتی: ۱۵۳ دار الکتاب

کیا ادھیا پر جانور دینا جائز ہے؟

سوال: ہمارے یہاں کچھ لوگ جانور جیسے بکری بھینس، خرید کر دوسرے کو پالنے کے لئے دیتے ہیں (ادھیہ) پالنے والا اسے پالتا ہے خریدنے والا خریدتے وقت جو روپیہ ادا کرتا ہے اسے نکال کر جو پالنے والے کے یہاں بڑھا اس میں آدھا لیتا ہے اگر بھینس ہے تو آدھا دودھ اور بچے میں بھی آدھا لیتا ہے تو کیا ایسا کرنا درست ہے؟

اور بکری میں جو شکل بھینس والی یا تو ایسا کرتے ہیں یا بکری میں صرف آدھا بچہ ہی دیتے ہیں اور بکری پر ملک اصلی مالک کا ہی پورا ہوتا ہے حالانکہ دیتے وقت اکثر وہ کم قیمت کی ہوتی ہے جب کبھی ان بن ہوا تو پوری بکری اصل مالک لے لیتا ہے پالنے والے کو کچھ نہیں دیتا تو کیا ایسا درست ہے؟

المستفتی: محمد اشفاق انصاری پوسٹ مصطفیٰ آباد ضلع بہرائچ (یوپی)

الجواب: حامدًا ومصلیًا

ادھیا پر جانور دینا جائز نہیں۔ جس کو جانور دے اس کی اگر ماہانہ کچھ اجرت مالک طے کردے تو یہ شکل جائز ہے۔ (۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) رفع رجل بقرة علی أن یعلفها وما یکون من اللبن والسمن بینهما أنصافاً۔ فالإجارة فاسدة وعلی صاحب البقرة أجر قیامه وقیمة علفه۔ (الهدایة ج۳ ص۴۲۵) رشیدیة قدیم

أعطى بقرة على أن يكون اللبن والسمن بينهما. قال الشركة فاسدة الخ.
(الفتاوى التاتارخانية ج۷ص۵۰۵) زکریا

دفع بقرته على رجل على أن يعلفها وما يكون من اللبن والسمن بينهما أنصافا فالإجارة فاسدة. (الفتاوى البزازية ج۱۱ص۲۱ مع الهندية) زکریا جدید
وهكذا في فتاوى قاضيخان مع الهندية ج۹ص۲۱۰ زکریا جدید
وهكذا في الهندية ج۳ص۴۴۵) رشیدیہ قدیم

داڑھی مونڈنے کی اجرت کا حکم

سوال: میری دوکان بال کاٹنے کی ہے جس میں داڑھی کاٹنا شامل ہے کیا ایسی آمدنی جائز ہے یا مسلم غیر مسلم کی داڑھی بنانے میں کوئی تفاوت ہے یا دونوں کی آمدنی ایک ہی جیسی ہے یا مالک بن کر دوسروں سے کام لیکر آمدنی لینا جائز ہے برائے مہربانی جلد جواب عنایت فرمائیں گرم ہوگا۔ فقط والسلام

انواراللہ نور مسجد کاندے والی بمبئی

الجواب: حامدًا ومصليًا

داڑھی مونڈنا غیر شرعی غیر اسلام فعل ہے، مباشر ومسبب دونوں گناہ میں شریک ہیں، یہ تعاون علی الاثم ہے، اس لئے بہر حال گنہگار ہونگے اسلامی طرز معیشت کے خواہش مند ہوں تو دوکان پر بورڈ لگوادیں یہاں داڑھی نہیں بنائی جاتی ہے اور اس سے آپ کی روزی ان شاء اللہ متاثر نہیں ہوگی بقدر مقدر بہر حال روزی مل کر رہے گی۔ (۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا و یرزقہ من حیث لایحتسب۔ سورۃ الطلاق:۳

قال اللہ تعالیٰ: ولا تعاونوا عا الإثم والعدوان۔ سورۃ المائدۃ:۲۱

قلا العلامۃ الزیلعی رحمہ اللہ: ولا یجوز علی الغناء والنوح والملاھی، لأن المعصیۃ لا یتصور استحقاقھا بالعقد الخ۔ (تبیین الحقائق ج۵ص۱۲۵ مکتبہ امدادیہ ملتان

قال العلامۃ رحمہ اللہ تعالیٰ: و کذا یحرم علی الرجل قطع علیہ۔ (الدر المختار مع شامی ج۶ص۴۰۷)۔ کراچی۔

قولہ لا طاعۃ لمخلوق الخ۔ (الدر المختار مع شامی ج۶ص۴۰۷) کراچی

متعینہ فیصد کی اجرت کے اعتبار سے چندہ کرنا کیسا ہے؟

سوال: مدرسہ کے مدرسین وملازمین رمضان المبارک کے مہینے میں باہر جا کے مدرسہ کے لئے چندہ وصول کرتے ہیں کمیٹی نے یہ طے کیا ہے کہ جولوگ رمضان شریف کے موقع پر کام کریں گے انہیں سینتیس فیصد حق المحنت مدرسہ کی جانب سے معاوضہ دیا جائے گا اس پر مدرسین حضرات محنت سے کام کرتے ہیں اور حسب محنت اپنی اجرت بھی پاتے ہیں۔ اس کے علاوہ انہیں دوسرا کسی قسم کا کوئی خرچہ نہیں دیا جاتا بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ یہ طے کرنا شرعاً حرام ہے لینے والے دینے والے سبھی عنداللہ گنہگار ہوں گے مدرسین حضرات کہتے ہیں کہ طے کرنا حرام نہیں ہے۔ بلکہ رمضان میں ایام کارکردگی کی اجرت ہے سوال یہ ہے کہ کیا واقعی رمضان شریف میں کام کر کے اس کی حق المحنت لینا اور دینا حرام ہے؟

حبیب اللہ مفتاحی، جامعہ عربیہ صادقہ مسجد مہراج گنج ضلع گورکھپور

الجواب: حامدًا و مصليًا

حضرات مدرسین کا سینتیس فیصد کے حساب سے اجرت طے کرنا فقہی اعتبار سے درست نہیں، رمضان المبارک میں مکمل ماہ بمبئی میں جامعہ صادقیہ کا آپ کو چندہ کرنا ہے جس کا معاوضہ آپ کو ایک ہزار دیا جائے گا اس کا نام اجرت ہے خواہ چندہ ہو یا نہ ہو ایک ہزار معاوضہ مدرسے کو دینا ہوگا۔

اور سوال میں جو صورت مذکور ہے اس کا نام کمیشن ہے، اور کمیشن پر چندہ کروانا ممنوع ہے اور اسی طرح جو رقم مدرسین کو ملتی ہے شرعاً وہ رقم غلط ہے۔ (۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) ومنها: (أي من شروط صحته للعقد) أن تكون الأجرة معلومة. (الهندية ج۴ ص۴۱۱ كتاب الإجارة وحكمها و كيفية الخ) رشيدية قديم

وتفسد (الإجارة) بجهالة المسمى فكل وبعضه الخ. (الدر المختار مع شامي ج۶ ص۴۸ كتاب الإجارة) رشيديه.

ولو دفع غزلا لأخر لينجه بنصة أو استاجر بغلا ليحمله طعامه ببعضه. (الدر المختار مع شامي ج۶ ص۵۶ رشيديه.

و كذا مجمع الأنهر ج۳ ص۵۳۰ كتاب الإجارة الفاسدة) فقيه الأمت ديوبند

و كذا في البزازية على هامش الفتاوى هندية ج۵ ص۳۵) رشيدية قديم

اجارہ بالشرط کا حکم

سوال: زید نے ایک دوکان کرایہ پر ۱۰۰ روپیہ ماہانہ پر اس شرط پر کی ہے کہ ہم اس دوکان کو چاہے خود استعمال کریں یا اپنے کسی عزیز کو بٹھا کر کام کرالیں اب دریافت طلب امر

یہ ہے کہ زید کو اس دوکان کی فی الحال ضرورت نہیں ہے تو اپنے کسی عزیز سے دوسو روپیہ ماہانہ لیکر دوکان کو دے سکتے ہیں یا نہیں جن کو ہم دوکان دے رہے ہیں ان سے یہ کہہ دیا ہے کہ ۱۰۰ روپیہ دوکان کا کرایہ مالک دوکان کو دیں اور ۱۰۰ روپیہ کرایہ جو فرنیچر دوکان میں لگا ہے اس کا کرایہ ہم کو دیں۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

فرنیچر کا کرایہ لے سکتے ہیں۔(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۱) فإن آجر بأكثر مما استأجر به من جنس ذلك ولم يزد في الدار شيئا ولا آجر معه شيئا من ماله آخر من ماله مما يجوز عقد الإجارة عليه لا يطيب له الزيادة وفي شرح الطحطاوي ويتصدق به أما إذا زاد في الدار بأن جصصها أوطينها أو ما أشبه ذلك أو آجر مع استاجر تبعا من ماله يجوز أن يعقد عليه عقد الإجارة يطيب له الزيادة وكذلك إذا آجره بمجلس آخر يطيب له الزيادة. (الفتاوى التاتارخانية ج۱۵ ص۵۰ رقم ۲۲۱۱۵

ولو آجر بأكثر تصدق بالفضل إلا في مسألتين: إذا آجرها بخلاف الجنس أو أصلح فيها شيئا (وتحته في الشامية) أي جنس ما استأجر به وكذا إذا آجر مع استاجر تبعامن ماله يجوز أن تعقد عليه الإجارة فإنه يطيب له الزيادة كما في الخلاصة) أو أصلح فيها شيئا بأن جصصها أو فعل فيها عناة وكذا كل عمل قائم لأن الزيادة بمقابلة ما زاد من عنده حملا لأمرة على الصلاح كما في المبسوط. شامي: ج۶ ص۲۹. رشيديه.

✪✪✪✪✪

کتاب الربٰو والرشوۃ والقمار

سود کی حرمت کس سن میں ہوئی

سوال: سود کی حرمت کے سلسلے میں قطعی اور آخری کس سن ہجری میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سنایا۔

الجواب: حامدًا ومصلیًا

سود کی حرمت ۹ھ ہی میں نازل ہو چکی تھی مگر اس کے ایک سال کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ۱۰ھ حجۃ الوداع میں اعلان فرمایا اس کے بعد قطعی طور پر بند ہوگیا گویا کہ حکم قطعی سود کے متعلق آپ نے ۱۰ھ میں سنایا ہے۔ (کذا فی سیرت شبلی ج۱ ص ۵۷۲ (۱)) اور اس کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے جس کی تخریج صاحب احکام القرآن نے کی ہے: **وذروا ما بقی من الربوا ان کنتم مؤمنین روی عن جابر وابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہ قال فی خطبۃ یوم حجۃ الوداع بمکۃ وقال جابر بعرفات ان کل ربا کان فی الجاھلیۃ فھو موضوع** (احکام القرآن ج۱ ص ۴۶۵) (۲)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) (سیرۃ النبی للعلامۃ شبلی نعمانی ج۲ ص۹۰ مکتبہ مدنیّہ اردو بازار لاھور)

(۲) (أحکام القرآن للجصاص ج ۲ ص ۱۹۰ باب البیع، دار احیاء التراث العربي بیروت)

وکذا فی تفسیر ابن کثیر ج۱ ص۶۵۳ زکریا جدید)

عن سلیمان بن عمرو عن أبیہ قال: سمعت رسول اللہ ﷺ فی حجّۃ الوداع یقول. ألا إنّ کل ربا من ربا الجاھلیۃ موضوع أی ساقط. (بذل المجھود: باب فی وضع الربا ج۱۱ ص۱۹ مرکز الشیخ أبي الحسن الندوی

سودی رقم محتاج کو دی جاسکتی ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین دریں مسئلہ کہ میرے پاس ایک سیلون ہے مدنی بھی کم نرخ بالاتر دو بچے اور دو میں اور میری بیوی چار آدمیوں کا خرچ اس صورت میں گھر بنوانے کے لئے سودی رقم جائز ہے یا نہیں جواب سے نوازیں۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

اگر صورت حال حقیقت میں وہی ہے جو سوال میں درج ہے تو بینک سے حاصل شدہ سودی رقم لینا جائز ہے (۱) اور دوسروں کو بلا نیت ثواب اس کو دینا جائز ہے (۲) لیکن اولیٰ وافضل یہ ہے کہ ایسے شخص کی اعانت پاکیزہ مال سے کی جائے حدیث پاک میں آتا ہے **ان الله فی عون العبد ما كان العبد فی عون اخيه** (۳) کہ اللہ تعالیٰ بندہ کی مدد کرتا ہے جب تک کہ بندہ اپنے بھائی کی مدد کرتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا تھا **انفق يا بلال ولا تخش عن ذی العرش اقلالا** (۴) کہ اے بلال خرچ کرو (جہاں خرچ کرنے کا حکم ہے) اور صاحب عرش سے کمی کا خوف مت کرو یعنی اس کا خزانہ ایسا ہے کہ اس میں کمی نہیں ہوتی تم خرچ کرو گے تو اللہ تعالیٰ اپنے خزانہ سے تم کو اس کا بدلہ اضعافا مضاعفۃً کرکے دے گا۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۱) يجوز للمحتاج الاستقراض بالربح. (الأشباه والنظائر، القاعدة الخامسة، الضرر يزال ج۱ص۲۶۷ دار الكتاب ديوبند)

قلت: قال علماؤنا أنّ سبيل التوبة ممّا بيده من الأموال الحرام إن كانت من ربًا فليردها على من أربى عليه ويطلبه إن لم يكن حاضرًا فإن أيس من وجوده

فلیتصدّق بذلك عنه. (تفسیر قرطبی: سورۃ البقرۃ: ۲۷۹ ج ۲ ص ۳۹۸ دار البیان العربي

(۲) أمّا إذا كان عند رجل مال خبيث، فإمّا إن ملكه بعقد فاسد أو حصل له بغير عقد ولا يمكنه أن يردّه إلى مالكه ويريد أن يدفع مظلمته عن نفسه فليس له حيلة إلّا أن يدفعه إلى الفقراء .. ولكن لا يريد بذلك الأجر والثواب ولكن يريد دفع المعصية عن نفسه. (بذل المجهود، باب فرض الوضو ج ۱ ص ۳۶۰ مركز الشيخ أبي الحسن الندوی

(۳) ويستفاد من كتب فقهائنا كالهداية وغيرها: أنّ من ملك بملك خبيث ولم يمكنه الردّ إلى المالك فسبيله التصدق على الفقراء .... قال والظاهر أنّ المتصدق بمثله ينبغي أن ينوی له فراغ ذمّته ولا يرجو به المثوبه. (معارف السنن، باب ماجاء، لأهل الصلاة بغير طهور ج ۱ ص ۳۴ المكتبه البنوریة

(۵) ويردونها على أربابها إن عرفوهم وإلا تصدقوا بها لأنّ سبيل الكسب الخبيث التصدق إذا تعذر الردّ على صاحبه. (شامی، كتاب الحظر والإباحة ج ۶ ص ۳۸۵ وكذا فی البحر الرائق ج ۸ ص ۲۰۱ سعيد)

(۶) قال رسول الله ﷺ والله فی عون العبد ما كان العبد فی عون أخيه. (ترمذی شريف، باب ماجاء فی الستر على المسلمين ج ۲ ص ۱۳ مكتبه بلال ديوبند)

(۷) (الترغيب والترهيب، الترغيب فی الإنفاق فی وجوه الخير ج ۲ ص ۲۷ دار الكتاب العلمية بيروت

(وكذا فی مشكاة المصابيح، باب الإنفاق وكراهية الامساك ج ۱ ص ۱۶۷) النسخة الهندية

بینک کے سود سے انکم ٹیکس کی ادائیگی

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین دریں مسئلہ کہ زید کے پاس بینک میں کافی رقم جمع ہے اور اس روپئے سے ایک گاڑی نکلوانے کا ارادہ کرتا ہے مگر سوال یہ ہے کہ اگر روپیہ فوراً جمع کرے تو انکم ٹیکس لگ جاتا ہے اس صورت میں زید کا نقصان ہے آیا زید بینک سے قرض لے کر گاڑی نکلوا سکتا ہے یا نہیں اور وہ روپیہ جو اس کا ذاتی ہے اسی سود کے روپئے سے انکم ٹیکس ادا کرتا رہے کیونکہ جب بینک سے قرض لے گا تو سود بھی ادا کرنا پڑے گا تو اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید ذاتی روپئے کے سود سے بینک کے سود کی ادائیگی کرسکتا ہے یا نہیں مفصل جواب تحریر فرمائیں۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

عن جابر ؓ قال قال لعن رسول الله ﷺ آكل الربوا وموكله وكاتبه وشاهديه وقال هم سواء روه مسلم مشكوٰة شريف (۱)

حضور اکرم ﷺ نے سود لینے والے اور سود دینے والے اور سودی رقعہ لکھنے والے اور اس کی شہادت دینے والے پر لعنت فرمائی ہے اب آپ ہی خود فیصلہ کریں کہ جس کام کے کرنے پر حضور پاک ﷺ کی لعنت موجود ہو اس میں کیا کوئی خیر ہوسکتی ہے ہرگز نہیں۔ بلکہ ہمیشہ پریشانی تکلیف ومصیبت میں گرفتار رہنا پڑے گا لہٰذا اپنا جو پیسہ بینک میں موجود ہو اس کو نکال کر اپنی ضرورت میں استعمال کریں اور یاد رکھیں کہ بینک میں پیسہ رکھنے کی اجازت صرف اسی صورت میں ہے کہ مال کے تحفظ کی اور کوئی سبیل نہ ہو اور اگر اس ارادہ سے تاکہ اس سود سے دوگنی اور تین گنی رقم ملے قطعاً جائز نہیں ہے ویسے انکم ٹیکس میں سود کی رقم دینا جائز ہے۔ (۲)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) مشکاۃ شریف، باب الربواج ۱ ص ۲۴۴ النسخۃ الهندیۃ)

شمل الرد حکما لما فی جامع الفصولین: وضع المغصوب بین یدی مالکه برء وإن لم یوجد حقیقة القبض. (شامی، کتاب الغصب ج۶ص۱۸۲ کراچی)

(۲) غصب دراهم إنسان من کیسه ثمّ ردها فیه بلا علمه برء وکذا لو سلمه إلیه بجهة أخری کهبة وایداع وشراء وکذا لو أطعمه فأکله. (شامی، کتاب الغصب ج۶ص۱۸۲ کراچی)

کما أنّ الضرائب التی تفرض علی المسلمین إذا کانت جائرة، فإنّه لا ینبغی أن یعالج جورها بأسلوب محرم لا یقرّه الشرع لأنّ الحرام لا یواجه بالحرام. فالمسلم الزانی لا یعاقب بالاعتداء علی عرضه، بل بجلده أو رجمه والمسلم السارق لا یواجه بسرقة ماله بل یقطع یده والضرائب الجائرة لا تواجه بالفائدة الربویة. (أحکام المال الحرام ص۳۳۳ دار النفائس بیروت

(۵) من اکتسب مالًا بغیر حق ..... ففی جمیع الأحوال: المال الحاصل له حرام علیه، ولکن إن أخذه من غیر عقد لم یملکه ویجب علیه أن یردّه علی مالکه إن وجد المالك. (بذل المجهود، باب فرض الوضوء ج۱ ص۳۵۹ مرکز الشیخ إبی الحسن الندوی

نقود متعین کرنے سے متعین نہیں ہوتے

سوال: زید کے پاس تقریباً دو ہزار روپیہ بینک کا سود ہے اور تا ہنوز بینک ہی میں اور بسبب ضرورت فجائی سود کا روپیہ اس کے مصرف میں صرف کرنا چاہتا ہے اتفاقاً بینک بند ہے اور زید کے پاس اور رقم خالص بھی ہے تو کیا اپنی اس رقم کو سود کے مصرف میں خرچ کر دیا اور پھر سود کی رقم نکال کر اپنے مصرف میں لائے تو کیا شریعت مطہرہ اس

کی مجیز ہے یا نہیں مسائل بالاکو ضوء کتب فقیہ سے ضیاء باشی فرمائیں۔ اور علمی تحریر سے سرفراز فرمائیں۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

نقود متعین کر دینے کی وجہ سے چونکہ متعین نہیں ہوتے سواء چند مسائل کے (امانت، ہبہ، صدقہ، شرکۃ مضاربۃ، غصب) اس لئے صورت مسئولہ میں اگر بوجہ ضرورت سودی کی جگہ پر اپنی رقم دے دی تو سودی رقم سے مقدار معہود منہا کر سکتے ہیں۔

لا يتعين فى المعوضات الى ان قال ويتعين فى الامانات والهبة. والصدقة والشركة والمضاربة والغصب الخ (الاشباہ والنظائر ص ۳۱۵، ۳۱۶)

احكام النقد ما يتعين فيه ومالا يتعين الفن الثالث الجمع والفرق.

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۱) (الاشباه والنظائر، الفن الثالث، الجمع والفرق، أحكام النقد وما يتعيّن فيه وما لا يتعيّن ج۳ص۵۱،۵۲ زكريا)

النقد لا يتعيّن فى المعاوضات. (قواعد الفقه ص۱۳۴ رقم: ۳۷۵)

(وكذا فى الموسوعة الفقهية ج۱۶ص۳۰)

وكذا فى فتاوى محمودية ج۱۶ص۲۰۰، ۲۰۱ مكتبه شيخ الاسلام)

قال صاحب الاختيار من الحنفيّة: الملك الخبيث سبيله التصدق به ولو صرفه فى حاجة نفسه جاز. ثمّ إن كان غنيًا تصدق بمثله وإن كان فقيرًا لا يتصدّق. (أحكام المال الحرام ص۲۸۴ دار النفائس بيروت)

اپنا حق لینے کے لئے رشوت دینا کیسا ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ:

(۱) میرا خود ذواتی ایک باغ ہے لیکن وہ میری آراضی سے خارج ہے بلکہ بنجر میں داخل ہے آج کل کا زمانہ ایسا ہے کہ جب تک رشوت نہ دی جائے تو موافق شرع فیصلہ نہیں ہوسکتا تو کیا میں اس مسئلہ میں رشوت دے کر اپنی چیز کو اپنے قبضہ میں لے سکتا ہوں۔

(۲) ایک قبرستان ہے جو دو ایکڑ پانچ ڈسمل کا ہے، وہ بھی بنجر درج ہے اس کا مقدمہ چل رہا ہے اور بغیر رشوت کے کامیابی ناممکن ہے تو کیا اس صورت میں رشوت دے کر اپنے قبضہ میں لی جاسکتی ہے از روئے شرع شریف مطلع فرمائیں۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

(۱) اگر باغ واقعةً آپ ہی کا ہے تو اپنے حق کو لینے کے لئے رشوت دینا جائز ہے بشرطیکہ رشوت دینے کے علاوہ اپنا حق لینے کا کوئی دوسرا طریقہ نہ ہو اور اگر دوسرا طریقہ ہو تو اسی طریقہ سے اپنا حق وصول کریں اس لئے کہ حدیث پاک میں آتا ہے **الراشی والمرتشی کلاهما فی النار** (۱) رشوت دینے والا اور رشوت لینے والا دونوں جہنمی ہیں بہر حال بدرجہ مجبوری رشوت دینا جائز ہے البتہ لینے والے کے لئے اسے لینا جائز نہیں کذا فی الشامی ج ۴ ص ۳۰۴ مطلب **فی الکلام علی الرشوة (والهدية) الرابع ما يدفع لدفع الخوف من المدفوع اليه على نفسه او ماله حلال للدافع حرام على الآخذ لأنّ دفع (الضرر) عن المسلم واجب ولا يجوز أخذ المال ليفعل الواجب الخ** (۲)

(۲) اس صورت میں بھی بدرجہ مجبوری شروت دیکر قبرستان کو حاصل کرنا جائز ہے نیز قبرستان کو حاصل کرنے کے بعد اس کو مردوں کے دفن کے لئے ہی استعمال کیا جائے ذاتی ملک نہ قرار دی جائے **ومنها اذا دفع الرشوة خوفا على نفسه او ماله فهو**

حرام علی الاخذ غیر حرام علی الدافع و کذا اذا طمع فی مالہ فرشاہ ببعض المال الخ (البحر الرائق (۳) ج۶ص ۲۶۲) وھکذا فی فتح القدیر

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) قال النبیؐ ﷺ الراشی والمرتشی فی النار۔ (المعجم الاوسط ج۱ ص۵۵۰ رقم: ۲۰۲۶ دار الکتاب العلمیۃ بیروت)

(۲) شامي، کتاب القضاء، مطلب في الکلام علی الرشوۃ والھدیۃ ج ۵ ص ۳۶۲ کراچی۔

(۳) البحر الرائق، کتاب القضاء ج ۶ ص ۲۶۲ کراچی سعید۔

لا بأس بالرشوۃ إذا خاف علی دینہ۔ وتحتہ فی الشامیۃ: دفع المال للسلطان الجائر لدفع الظلم عن نفسہ وما لہ ولاستخراج حق لہ لیس برشوۃ یعنی فی حق الدافع۔ (شامی، کتاب الحظر والإباحۃ، فصل فی البیع ج۶ص۴۲۲، ۴۲۳ کراچی)

وکذا فی الھندیۃ، کتاب الھبۃ، الباب الحادی عشر فی المتفرقات ج۴ ص۴۳۱ زکریا)۔ جدید۔

أمّا إذا أعطی لیتوصل بہ إلی حق أو لیدفع بہ عن نفسہ ظلماً فلا بأس بہ۔ (مرقاۃ المفاتیح، کتاب الإمارۃ والقضاء، باب رزق الولاۃ وھدایاھم، الفصل الثانی ج۷ ص۲۲۸ اشاعت الاسلام دھلی)

پاک کمائی میں سودی رقم شامل ہو جانے کا حکم

سوال: اپنے سرمائے کے ساتھ سودی نقد یا سامان سودی کاروباری لحاظ سے لیا جاوے اور منافع حاصل کرنے کے بعد سود طے شدہ جو ہو وہ ادا کردی جاوے اب بچی رقم کون سی پاک ہے؟ اور کیا جو ہم نے سود دیا اتنی ہی رقم ناجائز سمجھی جاوے گی یا اس صورت

میں میرے پہلے کے سرمائے بھی اب ناجائز ہو گئے۔

حکومت کے لحاظ سے بغیر سود کے عدالت کوئی لین دین ماننے پر تیار نہیں، بینک کسی ضمان پر منحصر نہیں رکھتی بلکہ ضمان کے ساتھ سود قائم کر کے لین دین کرتی ہے۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

عن جابرؓ قال لعن رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آكل الربوا وموكله وكاتبه وشاهديه وقال هم سواء (رواہ مسلم مشکوٰۃ شریف (۱) ج ۱ ص ۲۴۴) ''حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لعنت فرمائی سود لینے والے اور سود دینے والے اور سودی رقعہ لکھنے والے اور سود کی شہادت دینے والے پر'' اس لئے ہر مسلمان کے لئے لازم وضروری ہے کہ ان تمام قبیح کاموں سے بچے الا یہ کہ کوئی ایسی مجبوری آجائے کہ نہ خود اپنے پاس کچھ ہو اور نہ بلا سود کہیں سے قرض مل سکتا ہو اور نہ کوئی کاروبار ہو تو ایسی مجبوری کی صورت میں فقہاء کرام سودی قرض لینے کی اجازت دیتے ہیں **كما في الاشباه مع الحموي يجوز للمحتاج الاستقراض بالربح** (۲) بغیر کسی مجبوری کے سودی قرض لینا جائز نہیں، لیکن اگر کوئی شخص بلا ضرورت و بلا اذنِ شرع سودی قرض لے لے اور اس سے نفع حاصل کرے خواہ خالص سودی قرض سے یا ذاتی پونجی ملا کے بہر صورت نفع درست ہے اور اس کا استعمال جائز ہے البتہ جتنی رقم سود کی ادا کی گئی اس کا گناہ ملے گا، باقی سرمایہ میں کوئی خباثت نہیں، اس کا استعمال جائز ہے (۳) اور اس وقت لازم ہے کہ اس معصیت پر نادم ہو اور توبہ کرے اور آئندہ بلا وجہ شرعی ایسا ہرگز نہ کرے، بعض لوگ صرف کاروباری کی ترقی اور زیادتی کے لئے ایسا کرتے ہیں یہ جائز نہیں۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) (مشکاۃ شریف، باب الربوا ج۱ ص ۲۴۴ مکتبہ ملت)

(۲) یجوز للمحتاج الاستقراض بالربح۔ (الاشباہ والنظائر، القاعدۃ الخامسۃ، الضرر یزال ج۱ ص۲۶۷ دار الکتاب

(۳) قال الحنفیّۃ: یبطل الشرط لکونه منافیا للعقد ویبقی القرض صحیحًا وقولهم ببطلان الشرط لکونه منافیا للعقد فیه تصریح بأنّ القرض إذا کان مشروطا بالمنفعة یلزم منه انقلابه بیعًا ولذا ابطلوا الشرط حفظا للعقد عن الانقلاب وإلاّ لم یکن لابطاله معنی ومرادهم یکون القرض صحیحًا والشرط باطلا أنّ المستقرض إذا قبض الدراهم التی استقرضها بالشرط یصیر دیناً علیه ولا تکون أمانة غیر مضمونة۔ وامّا أنّ الاقراض والاستقراض بالشرط جائز فکلا فقد صرح فی الدر عن الخلاصة القرض بالشرط حرام والشرط لغو وفیه أیضًا، واعلم أنّ المقبوض بقرض فاسد کمقبوض ببیع فاسد سواء۔ (إعلاء السنن، کشف الدجی عن وجه الربا ج۱۴ ص۵۳۲ ادارۃ القرآن کراچی)

(۴) أمّا حکم القرض فهو ثبوت الملك للمستقرض فی القرض للحال وثبوت مثله فی ذمّة المستقرض۔ (بدائع صنائع ج۷ ص۳۹۶ سعید)

رشوت کب دی جا سکتی ہے؟

سوال: حکومت ہند کے کسی حاکم سے ہمارا کوئی بشری کام ہو یا ہماری کوئی دوسری ضرورت ہو اگر یہ بغیر رشوت لئے ہمارا کام نہ کریں تو ان کو رشوت دینا کیسا ہے، ایسی حالت میں رشوت دے سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

اپنا حق وصول کرنے کے لئے بدرجۂ مجبوری رشوت دے سکتے ہیں، دینے والا گنہگار نہیں البتہ ایسی صورت میں لینے والا گنہگار ہوگا، کذا فی الشامی (۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

(۱) ما يدفع لدفع الخوف من المدفوع إليه على نفسه أو ما له حلال للدافع حرام على الأخذ لأنّ دفع الضرر عن المسلم واجب ولا يجوز أخذ المال ليفعل الواجب. (شامي، كتاب القضاء، مطلب في الكلام على الرشوة والهدية ج ۵ ص ۳۶۲ کراچی)

ومنها إذا دفع الرشوة خوفًا على نفسه أو ما له فهو حرام على الآخذ غير حرام على الدافع وكذا إذا طمع في ما له فرشاه ببعض المال. (البحر الرائق، كتاب القضاء ج۶ ص۲۶۲ سعید)

وكذا في الهندية، كتاب الهبة، الباب الحدي عشر في المتفرقات ج ۴ ص ۴۳۱ زکریا۔

وكذا في المرقاة، كتاب الإمارة والقضاء، باب رزق الولاة وهداياهم، الفصل الثاني ج۷ص۲۲۸ اشاعت الاسلام دهلی

لا بأس بالرشوة إذا خاف على دينه. وتحته في الشامية، دفع المال للسلطان الجائر لدفع الظلم عن نفسه وما له ولاستخراج حق له ليس برشوة يعني في حق الدافع. (شامی، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع ج۶ص۴۲۳،۴۲۴ کراچی)

بینک سے سود ملتا ہے اس کا لینا کیسا ہے؟

سوال: بینک سے سود ملتا ہے اس کا لینا کیسا ہے؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

بینک سے جو سود ملتا ہے اس کا چھوڑ نا درست نہیں، لینے کے بعد اس کے تین مصارف ہیں (۱) انکم ٹیکس۔ (۲) سیل ٹیکس، (۳) ہاؤس ٹیکس۔ (۱) ان میں سے اگر کوئی ٹیکس ہو تو اس میں دے دیا جائے ورنہ بلانیتِ ثواب فقراء پر تقسیم کر دیا جائے (۲) لیکن فقراء کا مسلمان ہونا ضروری ہے، یہ دو مصارف متفق علیہ ہیں تیسرا مصرف یہ ہے کہ رفاہ عام میں صرف کیا جائے لیکن مفتیان کرام کے درمیان یہ مختلف فیہ ہے اور متفق علیہ پر عمل کرنا اولیٰ ہے مختلف فیہ پر عمل کرنے سے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

انّ المالك الحقيقي لهذا المال الحرام هم الفقراء والمساكين والمصاليح العامّة للمسلمين. (أحكام المال الحرام ص۳۳۲ دار النفائس بيروت)

قال علماؤنا أنّ سبيل التوبة ممّا بيده من الأموال الحرام إن كانت من ربًا فليردها على من أربى عليه ويطلبه إن لم يكن حاضرًا فإن أيس من وجوده فليتصدّق بذلك عنه. (تفسير قرطبي، سورة البقرة: ۳۹۸ دار البيان العربي)

(۲) ويستفاد من كتب فقهائنا كالهداية وغيرها أنّ من ملك بملك خبيث ولم يمكنه الردّ إلى المالك فسبيله التصدق على الفقراء .....قال والظاهر انّ المتصدق بمثله ينبغي أن ينوي له فراغ ذمته ولا يرجو به المثوبة. (معارف السنن، باب ماجاء لا تقبل الصلاة بغير طهور ج۱ص۳۴ المكتبة البنورية)

و یردّونها علی أربابها إن عرفوهم وإلاّ تصدّقوا بها لأنّ سبیل الکسب الخبیث التصدق إذا تعذر الردّ علی صاحبه. (شامی، کتاب الحظر والإباحة، فصل فی البیع ج۶ص۳۸۵ کراچی)

(۵) وشمل الردّ حکما لما فی جامع الفصولین: وضع المغصوب بین یدی مالکه برء وإن لم یوجد حقیقة القبض۔ (شامی، کتاب الغصب ج۶ص۱۸۲ کراچی)

(۱) کما أنّ الضرائب التی تفرض علی المسلمین إذا کانت جائرة فإنّه لا ینبغی أن یُعالج جورها بإسلوب محرم لا یقرّہ الشرع لأنّ الحرام لا یواجه بالحرام۔ فالمسلم الزانی لا یعاقب بالاعتداء علی عرضه بل بجلدہ أو رجمه والمسلم السارق لا یواجه سرقة ماله بل بقطع یدہ والضرائب الجائرة لا تواجه بالفائدة الربویة۔ (أحکام المال الحرام ص۳۳۳ دار النفائس بیروت)

کیا رشوت و پگڑی میں سود کی رقم دے سکتے ہیں؟

سوال: زید نے ایک دوکان والے کو جو اپنی دوکان ختم کرنے والا تھا کچھ روپیہ بطور رشوت دے کر دوکاندار کو اپنے حق میں دست بردار ہونے پر راضی کرلیا اس کے بعد مالکِ مکان کو راضی کرنے کے لئے نہ صرف کرایہ بڑھایا بلکہ بطور رشوت جسے عرف عام میں پگڑی کہا جاتا ہے۔ دیا۔ کیا زید اس رشوت و پگڑی کی رقم سود کی رقم سے دے سکتا ہے؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

سود کی رقم کے مندرجہ ذیل تین مصارف ہیں: (۱) انکم ٹیکس یا سیل ٹیکس یا ہاؤس ٹیکس۔ (۲) بلانیتِ ثواب فقراء مسلمین۔ (۳) رفاہی کام۔

لیکن اول دو مصارف متفق علیہ ہیں اور تیسرا مصرف مختلف فیہ ہے اور متفق علیہ پر عمل کرنا اولیٰ ہے مختلف فیہ کے مقابلہ میں۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

سودی رقم سے تعمیر کا حکم

سوال: ایک شخص ہے جو صاحب نصاب نہیں ہے وہ بینک کے سودی روپیہ سے ایک کمرہ اور اس میں بیت الخلاء بنوانا چاہتا ہے جس کی لاگت تقریباً چھ ہزار روپیہ ہے یہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

اگر شخص مذکور فی السوال زکوٰۃ کا مصرف ہے تو یہ رقم لے سکتا ہے (۱) اس کے بعد جو چاہے کرے۔(۲)

جواب صحیح ہے	فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
بندہ عبدالحلیم عفی عنہ	حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعليق والتخريج

(۱) يجوز للمحتاج الاستقراض بالربح. (الاشباه والنظائر، القاعدة الخامسة الضرر يزال ج۱ ص ۲٦۷ دار الكتاب)

أنّ من اضطرّ ولا يجد ما يحيي به نفسه من حلال أو حرام كالميتة، أو ما يتحصل من المال بالسؤال يجوز له الاستقراض بالربح ليستبقي به نفسه وإلا فلا. (إعلاء السنن باب الصرف والمراطلة ج۱۴ ص۰ ۴۵ ادارة القرآن كراچى)

ان سبيل الكسب الحرام الردّ إلى المالك إن كان معروفًا فإن كان مجهولا تعين إعطاء هذا المال إلى من يستحق من الفقراء والمساكين وأهل الحاجة ولما كان من بيده هذا المال فقيرًا محتاجًا فقد أصبح من جملة المستحقين لهذا المال فتصدق به على نفسه على اعتبار أنّه من أهل الصدقة. (أحكام المال الحرام ص۲۸٦ دار النفائس بيروت

إذا كان عند رجل مال خبيث .... ولا يمكنه أن يرده إلى مالكه ويريد أن يدفع

مظلمته عن نفسه فليس له حيلة إلا أن يدفعه إلى الفقراء۔(بذل المجهود باب فرض الوضوء ج۱ ص۳۶۰ مركز الشيخ أبي الحسن الندوی)

المالك الحيقی لهذا المال الحرام هم الفقراء والمساكين والمصالح العامّة للمسلمين۔(أحكام المال الحرام ص۳۴۲ دار النفائس بيروت

المالك هو المتصرّف في الأعيان المملوكة كيف شاء من الملك۔(بيضاوی شريف ص ۷ ياسر نديم ديوبند)

(۲) المالك يتصرّف في ملكه أيّ تصرف شاء۔ (الفقه الاسلامیّ وأدلته، المبحث السادس، حكم الملك وما يقتضيه من حقوق ج۸ ص۶۰۲۵ دار الفكر المعاصر)

قمار جوا کی چند صورتیں

سوال: ایک بی سی اس طرح کی ہے کہ روزانہ ایک روپیہ لوگ جمع کرتے ہیں کل ۶۰ دن پر قرعہ اندازی ہوتی ہے جس کا نام نکلتا ہے اس کو انعام دیدیا جاتا ہے ۶۰۰ روپیہ کا پھر اس سے روپیہ نہیں جمع کرایا جاتا آخیر میں ۲۰ ماہ پر وہ بے ایس سی ختم ہو جاتی ہے اور ہر ممبر کو ۶۰۰ روپیہ کا انعام دیدیا جاتا ہے۔

(۲) اس طرح کہ ایک اسکیم ۲۰۰ روپیہ کا ایک بار جمع کر دیا جائے ۶ سال پر وہ ۲۰۰ روپیہ واپس کر دے گا اور ہر ماہ کی ۱۵ کو انعام قرعہ اندازی سے لوگوں کو دیتا رہے گا جس ممبر کا نکلے گا اس کو انعام دیدیا جائے گا اس طرح کسی ممبر کو ہر ماہ بھی انعام نکل سکتا ہے اور کسی کا کبھی بھی نکل سکتا ہے اور کسی کا ایک انعام بھی نہیں نکلے گا۔

(۳) ایک بیسی اس طرح کی ہے کہ روزانہ روپیہ جمع کرتے رہیں جتنا روپیہ جمع کرے گا اتنا ہی دے گا اگر قرعہ اندازی سے نام نکلے گا تب اور اگر آپ روپیہ بلا قرعہ اندازی سے لینا چاہتے ہیں تو کچھ روپیہ کم کر کے دے گا مثلاً ۹۰۰۰ روپیہ کی بیسی ہے تو ۸۰۰۰ روپیہ ہی دے گا۔

الجواب: حامدًا ومصلیًا

ہر وہ معاملہ جو نفع ونقصان کے درمیا دائر ومبہم ہو اصطلاح شرع میں قمار ومیسر کہلاتا ہے(۱) اردو زبان میں اس کو جوا کہا جاتا ہے آج کل ربا کی طرح قمار کی بھی سیکڑوں صورتیں ہیں انہیں میں سے ایک صورت یہ بھی ہے مثلاً ایک بی اے سی میں ساٹھ آدمی ہر دن ایک روپیہ فیس جمع کر دیں اوران میں انعام اس شخص کو دیا جائے جس کا نام قرع اندازی کے ذریعہ نکل آئے اس میں بعض لوگ بڑے بڑے انعامات بھی مقرر کرتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ عام غریب طبقہ کے لوگ بھی یہ سمجھ کر کہ یہ فیس معمولی ہے ایک روپیہ ضائع ہی ہوگیا تو کیا کوئی بڑا نقصان نہیں اگر کہیں نام نکل آیا تو ہزاروں روپیہ ہوجائیں گے اس طمع میں قوم کے ہزاروں لاکھوں افراد ایک ایک روپیہ جمع کرتے ہیں یہ کھلا ہوا قمار ہے اس کی حرمت قرآن کریم میں بڑی تاکید کے ساتھ آئی ہے آیت نازل ہوئی چنانچہ ارشادِ ربانی ہے **یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَ الْمَیْسِرُ الآیۃ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ** (۲) پ ۷ رکوع ۲ سورۂ مائدہ اور حدیث پاک میں محض زبان سے کہہ دینے کو جرم قرار دیا گیا ہے جیسا کہ مشکوٰۃ کی حدیث ہے **من قال لصاحبه تعال اقامرك فليتصدق** الحدیث (۳) ج ا ص ۲۵۵ معلوم ہوا کہ جوا کی حرمت متفق علیہ اور منصوص علیہ ہے کسی کا اس میں اختلاف نہیں ہے۔

مدت معینہ تک بی اے سی میں روپیہ جمع کرنا اور پھر واپس لینا صحیح ہے لیکن براہِ قرعہ اندازی ہر ممبر کو ایک سو پچاس روپیہ انعام کے نام پر دینا یہ صریح سود ہے اور اس کی حرمت بھی نصوص قطعیہ اور احادیثِ صحیحہ سے ثابت ہے **یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰۤوا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً۪ وَّ اتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ** ۝(۴) پ ۴ ع ۵ سورۃ آل عمران آیت ۱۳۰ **وقال لعن رسول الله** ﷺ **آکل الربو وموکله وکاتبه وشاهدیه** الخ (مشکوٰۃ ص ۲۴۲)(۵)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

قال ابن عباس انّ المخاطرة قمار وإنّ أهل الجاهلية كانوا يخاطرون على المال والزوجة إلى أن ورد تحريمه۔ (أحكام القرآن للخصاص، باب تحريم الميس ج۲ ص۱۱ دار احياء التراث العربي بيروت)

(۱) لأنّ القمار من القمر الذی يزداد تارة وينقص أخرى وسمى القمار قمارًا لأنّ كل واحد من المقامرين ممن يجوز أن يذهب ما له إلى صاحبه ويجوز أن يستفيد مال صاحبه وهو حرام بالنص۔(شامى، كتاب الحظر والإباحة، باب الاستبراء ج۶ ص۴۰۳ كراچی)

(۲) (سورة المائدة:۹۰)

وكذا فی تبيين الحقائق، مسائل شتى، قبيل كتاب الفرائض ج۶ ص۲۷ مكتبه امدادية ملتان

(۳) مشکاۃ شریف ج:۱ص:۲۵۵ مکتبہ ملت ۔

(۴) سورۃ آل عمران:۱۳۰۔

(۵) (مشکاۃ شریف ج ۱ ص ۲۴۴ ملت)

جوا کی ایک شکل

سوال: موجودہ دور میں رائج ہے وہ یہ کہ پانچ افراد نے مل کر ایک ایک ہزار روپئے جمع کئے اور پھر آپس میں ہی میں اس کا ڈاک کیا اور جو جتنا زیادہ چھوڑ کر خرید لے اس کو دیدیا مثلاً ان پانچوں میں سے ایک نے ایک ہزار چھوڑ کر چار ہزار لے لیا اور بقیہ ایک ہزار کو پانچوں افراد نے ڈھائی ڈھائی سو آپس میں تقسیم کرلیا پھر دوبارہ اسی طرح سے کرتے ہیں اور باری باری ہر شخص خریدتا ہے آیا یہ جائز ہے یا نہیں اور نا جائز ہے تو اس کی وجہ کیا ہے؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

یہ بھی فی الجملہ قمار ہی کی ایک شکل ہے اس لئے اس کی اجازت نہ دی جائے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۱) يسئلونك عن الخمر والميسر قل فيهما إثم كبير ومنافع للناس وإثمهما أكبر من نفعهما. (سورة البقرة: ۲۱۹) قال في روح المعاني: وفي حكم ذلك أي الميسر جميع انواع القمار من النرد والشطرنج وغيرهما حتى أدخلوا فيه لعب الصبيان بالجوز والكعاب والقرعة في غير القسمة وجميع انواع المخاطرة والرهان. (روح المعاني ج۲ص۱۷۲ زكريا)

عن ابن عبّاس قال الميسر هو القمار، كانوا يتقامرون في الجاهلية إلى مجيئ الإسلام فنهاهم الله عن هذه الأخلاق القبيحة. (تفسير ابن كثير، تحت اية سورة المائدة: ۹۰ ج۲ص۶۰۱ زكريا)

(۲) "والميسر" الميسر: قمار العرب بالأزلام: قال ابن عباس كان الرجل في الجاهلية يخاطر الرجل على أهله وما له فأيّهما قمر صاحبه ذهب بما له وأهله. فنزلت الآية. (تفسير قرطبي، تحت سورة البقرة: ۲۱۰ ج ۲ ص ۷۸ ادار البيان العربي)

وكذا في أحكام القرآن للجصاص، باب تحريم الميسر ج ۲ ص ۱۱ ادار احياء التراث العربي بيروت)

(۳) لأنّ القمار من اللقمر الذي يزداد تارة وينقص أخرى وسمّي القمار قمارًا لأنّ كل واحد من المقامرين ممن يجوز أن يذهب ما له إلى صاحبه ويجوز أن يستفيد مال صاحبه وهو حرام بالنصّ. (شامي، كتاب الحظر والإباحة، فصل في الاستبراء ج۶ص۴۰۳ كراچی)

(وكذا في تبيين الحقائق، مسائل شتى قبلى كتاب الفرائض ج ۶ ص ۲۲۷ مكتبه امداديه ملتان)

سودی قرض بینک سے لینے کا حکم

سوال: ٹیکس سے بچنے کے لئے سودی قرض بینک سے لینا جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی: حافظ ابوالکلام بھیونڈی مہاراشٹرا

الجواب: حامدًا ومصليًا

لعن رسول الله ﷺ آكل الربو ومؤكله وكاتبه وشاهديه وقال هم سواء رواه مسلم كذا في المشكوة (۱) حضور پاکؐ نے سود لینے والے اور سود دینے والے اور سود کا رقعہ لکھنے والے اور اس کی شہادت دینے والے پر لعنت فرمائی ہے۔اسی وجہ سے بلا ضرورت شدیدہ قرض لینا جائز نہیں۔صرف محتاج کے لئے سودی قرض کی اجازت ہے۔اور محتاج سے مراد ہر وہ شخص ہے جس کے پاس ذاتی کوئی رقم نہ ہو بالکل کنگال ہو اور بلاسودی قرض کہیں نہ مل رہا ہو اور نہ کوئی دینے کو تیار ہو ایسا شخص بقدر ضرورت سودی قرض لے سکتا ہے۔ **يجوز للمحتاج الاستقراض بالربح. الاشباه والنظائر مع الحموی** (۲) محض تجارت کو بام عروج پر پہونچانے کے لئے یا ٹیکس سے بچنے کے لئے سودی قرض لینا جائز نہیں۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعليق والتخريج

(۱) عن جابر رضي الله عنه قال لعن رسول الله ﷺ أكل الربوا ومؤكله وكاتبه وشاهديه وقال هم سواء۔ (مشكاة شريف، باب الربوا ج۱ص ۲۴۴ مكتبه ملت)

(۲) يجوز للمحتاج الاستقراض بالربح۔ (الاشباه والنظائر، الفن الأول، القاعدة الخامسة، الضرر يزال ج۱ص ۲۶۷ دار الكتاب)

انّ من اضطرّ ولا يجد ما يحيى به نفسه من حلال أو حرام كالميتة أو ما يتحصل من المال بالسؤال يجوز له الاستقراض بالربح ليستبقى به نفسه وإلا فلا۔

(إعلاء السنن، باب الصرف والمراطلة ج۱۴ ص۴۵۰ ادارة القرآن کراچی)

قال الله تعالیٰ: یا أیها الذین اٰمنوا لا تأکلوا الربا أضعافًا مضاعفة واتقوا الله لعلکم تفلحون۔ آل عمران، آیة: ۱۳۰)

جوا کی ایک شکل

سوال: ایک دوکاندار اللہ کے فضل و کرم سے عالم دین الحاج بھی ہیں ریڈیو اور سلائی مشین وغیرہ کی دوکان کرتے ہیں، انہوں نے سلائی مشین کی بکری بڑھانے کے لئے ایک نئی ترکیب نکالی ہے، اس اسکیم میں کل سو ممبر ہوں گے، ایک سلائی مشین کی قیمت مع نفع کے پانچ سو اٹھاسی روپیہ ۵۸۸ روپئے، ہر ممبر کو ممبری فیس نوے ۹۰ روپئے دینا ہوگا، ہر مہینہ کی قسط ساٹھ روپیہ ہے، انعام نہ نکلنے پر بارہ مہینہ تک ساٹھ روپیہ مہینے کے حساب سے جمع کرنا ہوگا، وہ اپنے دستور میں لکھتے ہیں کہ اس اسکیم میں کل سو ۱۰۰ ممبر ہوں گے، ہر ماہ میں گروپ کی تین قرعہ اندازی ہوگی، قرعہ اندازی میں جس شخص کو مشین ملے گی اس کو اگلی قسط کی رقم نہیں دینا ہوگا، دوسرے قرعہ اندازی میں پریس، کولر اور الکٹرک آئرن دیا جائے گا، جن ممبروں کو پریس، کولر اور الکٹرک آئرن ملے گا ان کو انعام حاصل کرنے کے لئے تین قسط کی رقم جمع کرنا ضروری ہے، جن ممبروں کو قرعہ اندازی کے ذریعہ انعام نہیں ملے گا، وہ آخری قسط جمع کرکے اپنی سلائی مشین حاصل کرسکتے ہیں۔

الجواب: حامدًا ومصلیًا

جن صورت کا تذکرہ سوال میں ہے وہ سراسر قمار (جوا) ہے اور جوا ناجائز ہے، لٰہذا یہ معاملہ بھی ناجائز ہے، (۱) نام بدلنے کی وجہ سے کسی چیز کی حقیقت نہیں بدلا کرتی، یہ علاماتِ قیامت میں سے ہے کہ لوگ ناجائز چیزوں کو ایسا لیبل لگا کر پیش کریں گے جس سے لوگ دھوکہ میں مبتلا ہوجائیں گے، (۲) بہرحال اسکیم مذکور فی السوال کو ختم کرنا ضروری ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) یا أیّہا الذین اٰمنوا إنّما الخمر والمیسر والأنصاب والأزلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوہ لعلکم تفلحون۔ (المائدۃ: ۹۰) قال فی احکام القرآن: المیسر:حقیقتہ تملیك المال علی المخاطرۃ وھو أصل فی بطلان عقود التملیکات الواقعۃ علی الأخطار کالھبات والصدقات وعقود البیعات ونحوھا إذا علّقت علی الأخطار۔ (احکام القرآن للجصاص ج ۴ ص ۲۷ دار احیاء التراث العربي)

(۲) وفی حکم ذلك أی المیسر جمیع أنواع القمار من النرد والشطرنیح وغیرھما حتی أدخلوا فیہ لعب الصبیان بالجوز والکعاب والقرعۃ فی غیر القسمۃ وجمیع أنواع المخاطرۃ والرھان۔ (روح المعانی، سورۃ البقرۃ:۲۱۹ ج۲ص۱۴۲ زکریا)

(۳) "والمیسر" المیسر قمار العرب بالأزلام: قال ابن عباس کان الرجل فی الجاھلیۃ یخاطر الرجل علی أھلہ وما لہ فأیھما قمر صاحبہ ذھب بمالہ وأھلہ فنزلت الآیۃ۔ (تفسیر قرطبي: تحت سورۃ البقرۃ:۲۱۹ ج ۲ ص ۷۸ دار البیان العربي)

القمار من القمر الذی یزداد تارۃ و ینقص أخری وسمی القمار قمارًا لأنّ کل واحد من المقامرین یجوز أن یذھب مالہ إلی صاحبہ ویجوز أن یستفید مال صاحبہ فیجوز الازدیاد والانتقاص فی کل واحد منھما فصار قمار وھو حرام بالنص۔ (تبیین الحقائق، مسائل شتی قبیل کتاب الفرائض ج۶ ص۲۲۷ مکتبہ امدادیۃ ملتان وکذا فی الشامی۔ کتاب الحظر والاباحۃ ج۶ص۴۰۳ کراچی)

(۴) لیشربنّ أناس من أمّتی الخمر یسمونھا بغیر اسمھا ویضرب علی رؤوسھم بالمعازف والقیناب۔ یخسف اللہ بھم الأرض ویجعل منھم قردۃ وخنازیر الحدیث: قال فی فیض القدیر: وفیہ وعید شدید علی من یتحیل فی تحلیل ما یحرم بتغییر اسمہ وأنّ الحکم یدور مع العلۃ فی تحریم الخمر وھی الاسکار فمھما وجد الاسکار وجد التحریم ولو لم یستمر الاسم قال ابن العربی ھو أصل فی أنّ

الأحکام إنّما تتعلّق بمعانی الاسماء لا بألقابها۔ فیض القدیر شرح الجامع الصغیر ج۵ص۴۹۹ رقم: ۷۷۰۶ دار الکتاب العلمیة بیروت)

وکذا فی فتح الباری، کتاب الأشربة، باب ما جاء فیمن یستحل الخمر ویسمیه بغیر اسمه ج۱۰ص۶۷ دار البیان العربی)

ربوٰ کی ایک شکل

سوال: ہندوستان میں ایک پارٹی کام کررہی ہے جو ایک سو روپیہ جمع کرکے اس کا ممبر بن جائے تو وہ آپ کو ایک سو روپیہ کا ایک ماہ میں اس کا دوگنا چار ماہ میں اس کا دوگنا یعنی جتنی دیر میں آپ پسینہ نکالئے گا اتنا ہی زیادہ فائدہ آپ کو ملے گا، میں دوڑ دھوپ کے لوگوں سے روپیہ جمع کراتا ہوں اس کا ممبر بنواتا ہوں وہ پارٹی مجھ کو کمیشن دیتی ہے وہ میرے لئے جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

سوال سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ ربوٰ کی شکل ہے اور ربوٰ حرام ہے(۱) اور حرام کام کا کرنا گناہ ہے اور کسی گناہ پر تعاون ممنوع ہے۔ خداوند قدوس کا ارشاد ہے **ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان الآیة.** (۲)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) أحلّ البیع وحرم الربوا۔ سورة البقرة: ۲۷۵)

قال النبیؐ ﷺ یوم فتح مکّة کلّ ربا فی الجاهلیة موضوع تحت قدمیّ هاتین۔ تفسیر ابن کثیر ج۱ص۶۶۳ زکریا

یا أیّها الذین اٰمنوا لا تأکلوا الربوا اضعافًا مضعفة واتقوا اللہ لعّلکم تفلحون۔

(سورۃ آل عمران: ۱۳۰)

عن جابر رضی اللہ عنہ قال لعن رسول اللہ ﷺ أکل الربوا ومؤکلہ وکاتبہ و شاھدیہ وقال ھم سواء۔ (مشکاۃ شریف ج۱ ص۲۴۴ مکتبہ ملت)

وحرّم الربوا الألف واللام ھنا للعھد، وھو ما کانت العرب تفعلہ کما بیّناہ ثم تتناول ما حرمہ رسول اللہ ﷺ ونھی عنہ من البیع الذی یدخلہ الربا وما فی معناہ من البیوع المنھی عنھا۔ (تفسیر قرطبی ج۲ ص۳۹۱ دار البیان العربی)

(۲) ولا تعاونوا علی الإثم والعدوان۔ (سورۃ المائدۃ: ۲)

سود پر بینک سے قرض لینے کا حکم

سوال: اسلام میں سود لینا و دینا حرام ہے، کسی کاروبار کو آگے بڑھانے کے لئے سرمایہ کی ضرورت ہوتی ہے اگر خود ذریعہ نہ ہو اور کسی سے قرض ملنے کی صورت نہ ہو اور پیسے کی کمی سے کاروبار بڑھنے کی گنجائش نہ ہو تو ایسی صورت میں بینک سے قرض مل رہا ہو لیکن اس پر بود دینا ہوگا گاڑی لینی ہوگی اس کے لئے بھی قرض بینک سے مل جائے گا گاڑی آنے سے کاروبار میں فروغ ہوگا کیا ایسی صورت میں بینک سے قرض لیا جاسکتا ہے؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

صرف کاروبار کو بڑھانے کے لئے سودی قرض لینا جائز نہیں **یجوز للمحتاج الاستقراض بالربح** (الاشباہ والنظائر مع الحموی)۔(۱)

صرف محتاج کے لئے سودی قرض کی اجازت ہے اور محتاج سے مراد وہ شخص ہے جس کے پاس ایک پیسہ بھی نہ ہو اور کوئی شخص باوجود مانگنے کے بلاسودی قرض دینے کو تیار نہ ہو ایسی مجبوری میں بقدر ضرورت سودی قرض جائز ہے۔(۲)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) یجوز للمحتاج الاستقراض بالربح۔ (الاشباہ والنظائر، الفن الأول، القاعدۃ الخامسۃ، الضرر یزال ج۱ص۲۶۷ دار الکتاب)

(۲) انّ من اضطر ولا یجد ما یحیی بہ نفسہ من حلال أو حرام کالمیتۃ: وما یتحصل من المال بالسوال یجوز لہ الاستقراض بالربح لیستبقی بہ نفسہ وإلا فلا۔ (إعلاء السنن، باب الصرف والمراطلۃ ج۱۴ص۵۰۴ ادارۃ القرآن کراچی)

الضرورات تبیح المحظورات۔ قواعد الفقہ ص ۸۹ رقم: ۷۰ ادار الکتاب)

الضرورات تقدر بقدرہا۔ قواعد الفقہ ص ۸۹ دار الکتاب)

رشوت دے کر سامان بیچا، کیا حکم ہے؟

سوال ۱: ہمارے یہاں اکثر لوگ گنے کی کھیتی کرتے ہیں گنے کو شکر کی مِل میں فروخت کرنے کے لئے اچھی خاصی رشوت خرچ کرنی پڑتی ہے۔ اگر رشوت نہ دی جائے تو مِل میں نہیں فروخت ہو پاتا لیکن گنا فروخت کرنے کے دوسرے ذرائع موجود ہیں۔ وہاں پر پیسے کم ملتے ہیں لیکن آسانی سے بک جاتا ہے لیکن کافی نقصان اٹھانا پڑتا ہے تو کیا مِل میں فروخت کرنے کے لئے ہم رشوت دے سکتے ہیں۔ ہمارے یہاں کچھ لوگ کہتے ہیں کہ اپنا جائز حق لینے کے لئے اس دور میں رشوت دی جاسکتی ہے۔ جبکہ اسلام نے رشوت لینے اور دینے پر سختی سے روکا ہے ادھر بیچنے کے دوسرے ذرائع بھی موجود ہیں لیکن نقصان زیادہ لگتا ہے۔

سوال ۲: ہمارا ضلع بہرائچ نیپال کی سرحد سے ملا ہوا ہے وہاں پردیسی سامان ہمارے یہاں سے کم قیمت میں مل جاتا ہے اور ہندوستانی سے سامان سے اچھا بھی ہوتا ہے۔ کچھ لوگ اپنی ضرورت یا تجارت کے لئے لاتے ہیں لیکن لانے کے لئے حکومت نے ۲ میٹر کپڑا یا ایک کوئی سامان جیسے ایک ٹارچ یا ایک چھاتا، یا ایک گھڑی یا کوئی بھی چیز لا سکتا ہے باقی زیادہ لانے پر یا تو رشوت دینا پڑتا ہے یا حکومت سے چوری کرنی پڑتی ہے یا تو

جھوٹ بولنا پڑتا ہے۔تو کیا ایسا سامان تجارت یا ضرورت کے لئے لانا درست ہے۔ یا کوئی لائے تواس سے خریدا جاسکتا ہے۔

سوال ۳: ہمارے یہاں لوگ کھیت گرداں لیتے ہیں اوراس میں فصل لیتے ہیں کھیت کے اصلی مالک کو کچھ لوگ لگان دیدیتے ہیں اور کچھ لوگ جورو پیہ کھیت مالک کو دیا ہے اس میں کچھ روپیہ مجرا کردیتے ہیں۔ یہ روپیہ سالانہ یا چھ ماہی جیسے طے ہوجائے۔اسے ہمارے یہاں پٹوتن کہتے ہیں اور جب روپیہ بٹ جاتا ہے تو کھیت بلا معاوضہ چھوڑ دیتے ہیں۔اور جو وقت میں پیسہ بٹا ہے اس سے پہلے ہی کھیت مالک کے پاس پیسہ تیار ہے تو جتنے سال کا پیسہ بٹا اس کو گھٹا کر باقی روپیہ لے کر کھیت چھوڑ دیتے ہیں تو کیا یہ دونوں شرطیں درست ہیں یعنی ایک لگان دے کر۔اور دوسری پٹوتن اور بعض لوگ یہ طے کرلیتے ہیں کہ اتنے دنوں تک ہم کھیت چھوڑیں گے ہی نہیں۔

الجواب: حامدًا ومصلیًا

(۱) اپنا جائز وواجبی حق اگر بغیر رشوت دیئے وصول نہ ہو پاتا ہو تواس کے لئے رشوت دینا جائز ہے۔اس صورت میں دینے والا گنہگار نہیں ہوگا۔البتہ لینے والا گنہگار ہوگا۔(۱)

(۲) اس کا جواب زبانی معلوم کریں۔

(۳) گروی پر رکھی ہوئی زمین کے غلہ کا حقدار گروی رکھنے والا (۲) ہے جس نے زمین گروی پر لی ہے اس کے لئے کھیت کی پیداوار کا لینا جائز نہیں۔(۳)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) لا بأس بالرشوة إذا خاف على دينه۔ وتحته في الشامية: دفع المال للسلطان الجائر لدفع الظلم عن نفسه وما له ولاستخراج حق له ليس برشوة يعني في حق الدافع۔ (شامی، کتاب الحظر والاباحۃ، فصل فی البیع ج۶ص۴۲۳،۴۲۴ کراچی)

ومنها إذا دفع الرشوة خوفًا على نفسه أو ماله فهو حرام على الآخذ غير حرام على الدافع وكذا إذا طمع في ماله فرشاه ببعض المال. البحر الرائق، كتاب القضاء ج۶ص۲۶۲ سعید)

وكذا فى المرقاة، كتاب الإمارة والقضاء، باب رزق الولاة وهداياهم، الفصل الثانى ج۷ص۲۴۸ اشاعت الاسلام دهلی)

(۲) ونماء الرهن كالولد والثمر واللبن والصوف والوبر والأرش ونحو ذلك للراهن لتولده من ملكه. (شامى، كتاب الرهن، باب التصرف فى الرهن والجناية عليه ج۶ص۵۲۱ کراچی)

وكذا فى تبيين الحقائق، كتاب الرهن ج۶ص۹۴ امدادية ملتان)

(۳) لا يحلّ للمرتهن أن ينتفع بشيئ منه بوجه من الوجوه وإن أذن له الراهن لأنّه اذن له فى الربا لأنّه يستوفى دينه كاملًا فتبقى له المنفعة فضلًا فتكون ربا وهذا أمر عظيم. (شامى، فصل فى القرض، مطلب كل قرض جرّ نفعًا حرام ج۵ ص۱۶۶ کراچی)

(۴) نماء الرهن للراهن أى الزيادة الحاصلة فى الرهن للراهن وقد بيّن المصنف ذلك بقوله وهو مثل الولد أى بأن كان الرهن أمة فولدت ولدًا والثمر بأن كان الرهن شجرًا فظهرت فيه ثمرة .... لأنّه متولد من ملكه. (بناية شرح الهداية، كتاب الرهن آخرى فصل ج۱۲ ص۶۹ دار الفكر بيروت

رشوت سے دکان خریدا کیا حکم ہے؟

سوال: زید نے ایک دوکان والے کو جو اپنی دوکان ختم کرنے والا تھا کچھ روپیہ بطورِ رشوت دیکر دوکاندار کو اپنے حق میں دست بردار ہونے پر راضی کرلیا اس کے بعد مالک مکان کو راضی کرنے کے لئے نہ صرف کرایہ بڑھایا بلکہ بطورِ رشوت جسے عرف عام میں پگڑی کہا

جاتا ہے دیا۔کیا زید اس رشوت و پگڑی کی رقم کو سود کی رقم سے دے سکتا ہے؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

سود کی رقم کے مندرجہ ذیل تین مصارف ہیں: (۱) انکم ٹیکس یا سیل ٹیکس یا ہاؤس ٹیکس (۲) بلا نیت ثواب فقراء مسلمین (۳) رفاہی (۱) کام لیکن اول دو مصارف متفق علیہ ہیں اور تیسرا مصرف مختلف فیہ ہے اور متفق علیہ پر عمل کرنا اولیٰ ہے مختلف فیہ کے مقابلہ میں۔ (۲)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۱) انّ المالك الحقيقي لهذا المال الحرام هم الفقراء والمساكين والمصالح العامّة للمسلمين. (أحكام المال الحرام ص۳۳۲ دار النفائس بيروت)

ويستفاد من كتب فقهائنا كالهداية وغيرها أنّ من ملك بملك خبيث ولم يمكنه الرد إلى المالك فسبيله التصدق على الفقراء ...... قال والظاهر أنّ المتصدق بمثله ينبغي أن ينوي به فراغ ذمته ولا يرجو به المثوبة. (معارف السنن، باب ما جاء لا تقبل الصلاة بغير طهور ج۱ص۳۴ المكتبة البنورية)

و يردّونها على أربابها إن عرفوهم وإلاّ تصدّقوا بها لأنّ سبيل الكسب الخبيث التصدق إذا تعذر الردّ على صاحبه. (شامی، کتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع ج۶ص۳۸۵ کراچی)

وشمل الردّ حكما لما في جامع الفصولين: وضع المغصوب بين يدي مالكه برء وإنلم يوجد حقيقة القبض. (شامی، کتاب الغصب ج۶ص۱۸۲ کراچی)

كما أنّ الضرائب التي تفرض على المسلين إذا كانت جائرة فإنّه لا ينبغي أن يعالج جورها بأسلوب محرم لا يقرّه الشرع لأنّ الحرام لا يواجه بالحرام. فالمسلم الزاني لا يعاقب بالاعتداء على عرضه بل بجلده أو رجمه والمسلم

السارق لا یواجه بسرقة ماله بل بقطع یده والضرائب الجائزة لا تواجه بالفائدة الربویة۔ (احکام المال الحرام ص ۳۳۳ دار النفائس بیروت)

(۲) وقد اتفقت الأمّة علی أن الخروج من الخلاف مستحبٌ قطعاً۔ (إعلاء السنن، کتاب الربا، تحقیق کون الهند دار الحرب أو دار الاسلام بعد تغلب النصاری علیها فی هذه الأیام ج۱۴ ص۳۶۶ ادارة القرآن کراچی)

ہندوستان میں غیر سودی رفاہی اداروں کی ضرورت، اہمیت، حیثیت

ربوٰ ایک معاشرتی لعنت ہے جس کی اقتصادی تباہ کاریوں نے ہمیشہ ہی غربت کے لہو سے سرمایہ داری کی آبیاری کی ہے اور غربت کے سسکتے وجود سے سرمایہ دار کی ہوس کو غذا بخشی ہے اسی وجہ سے خداوند قدوس نے بھی ایسوں کو دلوں کو ہلا دینے واا چیلنج کیا ہے: ”فأذنوا بحرب من الله ورسوله“ اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی کم وبیش چالیس حدیثیں اس کی مذمت پر مشتمل ہیں لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ربوٰ کو وجود پذیر ہوئے اتنا طویل زمانہ گذر چکا ہے کہ اس کی جڑیں مختلف انداز سے دور تک پھیل چکی ہیں اب اس کی جڑوں کو کھود کر پھینکنا اور معاشرہ کو اس گندگی سے بالکلیہ پاک کرنا آسان نہیں ہے اس کے باوجود شخصی طور پر اللہ کے بندے آج بھی اس ملک میں ایسے ہیں جنہوں نے اپنے کو اس لعنت سے محفوظ رکھا لیکن اجتماعی طور پر قابل قبول و ہمہ گیر کوشش ”مسلم فنڈ“ کے عنوان سے ناکارہ کے علم و دانست کے اعتبار سے جمعیۃ العلماء ہی کے پلیٹ فارم سے ہوئی اور آج اس عنوان سے مختلف شہروں میں جو ایک مضبوط و جامع نظام چل رہا ہے، وہ اکابرین جمعیۃ العلماء سے ہم رشتہ اور انہیں کا مرہونِ منت ہے آج تک اگر حساب لگایا جائے تو مجموعی اعتبار سے یقیناً لاکھوں مسلمان ایسے ہوں گے جن کو غیر سودی رفاہی اداروں نے سود جیسے بدترین لعنت سے نجات دلائی ہے کتنے غرباء ومساکین کے لئے نان شبینہ کا انتظام کیا ہے کتنے مفقود الوسائل مسلمانوں کے لئے وسائل فراہم کئے ہیں کتنے باوقار علماء ومسلمانوں کو مروجہ بینکوں تک رسائی

سے محفوظ رکھا ہے الغرض اس ادارہ سے بہت سے ایسے کام وجود میں آئے جسے شخصی طور پر کرنا آسان نہیں جو شخص بھی موجودہ سودی نظام سے واقف ہوگا وہ ایسے اداروں کی ضرورت واہمیت کا انکار نہیں کرسکتا اس میں شک نہیں کہ اسلامی شریعت میں قرض کی حیثیت تبرع اور صلہ کی ہے لہٰذا قرض واستقراض کے باب میں حتی الامکان اس کی رعایت ہونی چاہئے لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہمارے معاشرہ میں تبرع وصلہ کی حیثیت سے قرض دینے والے کتنے افراد ہیں؟ موجودہ دور میں دیندار افراد بھی تبرع وصلہ پر عمل کرنے سے گریز کرتے ہیں مجبوراً ضرورت مند غرباء بینک کا رُخ کرتے ہیں اور قرض لیکر سود ادا کرتے ہیں ان کو ان صریح حرام سے بچانے کے لئے اگر کسی شرعی حیلہ یا تاویل کا سہارا لینا پڑے تو اس میں کیا مضائقہ ہے؟ ایک طرف اتنا مضبوط تقویٰ ہو کہ شبہ ربوٰ بھی نہ پیدا ہونے پائے اور دوسری طرف لاکھوں مسلمان سود کی لعنت میں مبتلا ہوں یہ کون سا تفقہ ہے ''**کل قرض جر نفعا فهو ربو**'' یہ بھی ایک حقیقت ہے اس سے انکار نہیں لیکن **بیع جر نفعًا فهو ربو** تو نہیں کہا گیا ہے، بیع قرطاس کے مسئلہ کو **قرض جر نفعا** کے بجائے **بیع جر نفعا** پر بھی تو محمول کیا جاسکتا ہے؟

اس مختصر سی تمہید کے بعد سوالات کے نمبر وار جوابات سپرد قلم کئے جاتے ہیں:

(۱) ہندوستان میں مسلمانوں کے اقتصادی اور معاشی حالات کے پیشِ نظر ایسے امدادی مالیاتی اداروں کا قیام بے حد ضروری ہے جو مسلمانوں کو بغیر سود کے قرض فراہم کرے اور وہ سارے افراد جو ان اداروں کی کفالت ونصرت مسلمانوں کو سود سے بچانے کے لئے کریں گے تعاون علی البر کی وجہ سے ماجور ہوں گے۔

(۲) البتہ ان اداروں کے قائم کرنے والے اور چلانے والے افراد مسلمانوں کو سود کی لعنت سے بچانے کی نیت رکھیں اور ایسے اداروں کو اسی نیت سے چلائیں اور بڑھائیں رفاہی امور کو فروغ دینے کے لئے دوسرے ذرائع اور وسائل اختیار کئے جاسکتے ہیں اس طرح ایسے ادارے ہر قسم کے شکوک وشبہات وخطرات سے محفوظ رہ

سکیں گے۔

(۳) ’’پاس بک‘‘ یہ رقم جمع کرنے والے کی ضروریات میں سے ہے لہٰذا اس کا انتظام اسی کے ذمہ ہے تاکہ جمع کردہ رقم کا اندراج ثبوت کے لئے وہ کرا سکے ایسی کاپی جو ایسے اداروں کے عرف وتعاہد میں معتبر ہو وہ حاصل کرے خواہ ادارہ سے حاصل کرے یا کہیں اور سے اور خواہ بالعوض حاصل کرے یا بلاعوض۔

(۴) ادارہ کے مصارف واخراجات کے لئے عطایا کی اس قدر کثیر رقم کا فراہم کرنا جو اس کے لئے کافی ہو یقیناً مشکل ترین امر ہے اس کے علاوہ ادارہ کی بقا وتحفظ کے لئے خطرات بھی ہیں اس لئے صرف عطایا پر اس کے مصارف کا انحصار مناسب نہیں ہاں اگر بے نفس ومخلص حضرات عطیات کے پیسوں سے تعاون کریں تو اسے قبول کیا جائے اور ایسے افراد پیدا بھی کئے جائیں البتہ زکوٰۃ کی رقم اس میں نہیں لگائی جا سکتی۔

(۵) ادارہ کے انتظامی مصارف واخراجات کے لئے قرض لینے والوں سے حق الخدمت کے نام پر کچھ رقم وصولی کرنا صحیح نہیں معلوم ہوتا اس میں بہت سے مفاسد ہیں۔

(۶) ہاں البتہ اگر ایسی صورت نکل آئے کہ کچھ سرمایہ دار مل کر اپنی وہ پونجی جو ادارہ میں محفوظ ہے اس سے کاروبار کی اجازت دیدیں اور خود سرمایہ دار کی بھی اس میں شرکت ہو اور پھر اس پونجی سے کوئی محفوظ کاروبار بطورِ مضاربت یا مشارکت کیا جائے اور اس سے حاصل ہونے والے نفع سے ادارہ کے اخراجات پورے کئے جائیں۔

(۷) دوسری صورت بیع قرطاس (معاہدہ نامہ اور فارم وغیرہ) کی ہے۔ سوال ۷، ۸، ۹، ۱۰، ۱۱ کے سلسلہ میں فقیہ الامت حضرت اقدس مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی دامت برکاتہم کی تحقیق ناکارہ کے نزدیک صحیح اور قابل قبول وعمل ہے البتہ اس کا دھیان رکھنا ہوگا کہ ایسے اداروں سے مقصود ذخیرہ اندوزی نہ ہو اور اعلیٰ بات یہ ہے کہ ذرائع اور وسائل متوّلہ کو بقدر ضرورت ہی بروئے کار لایا جائے اور بقدر ضرورت سرمایہ حاصل ہونے کی صورت میں قرطاس کی قیمتوں میں تخفیف کردی جائے۔

(۱۲) ذرائع کے طور پر میعادی چک کو ضرورت مندوں سے خریدنے میں بھی احتیاط چاہئے۔

(۱۳) جائز طریقہ سے حاصل شدہ رقم کو ادارہ کی توسیع پر خرچ کرسکتے ہیں لیکن جیسا کہ نمبر ۷ کے ضمن میں عرض کیا ہے بہتر یہ ہے کہ بقدر ضرورت رقم جب حاصل ہو جائے تو قرطاس کی قیمت حذف کردی جائے یا اس میں تخفیف کردی جائے۔

(۱۴) فکس ڈپازٹ میں بغرضِ حفاظت جمع شدہ رقم کو رکھنا جائز نہیں البتہ کرنٹ اکاؤنٹ میں رکھنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ
۸/۵/۱۱ ۱۴ھ

الجواب صحیح
بندہ عبد الحلیم عفی عنہ
۲۹ر جمادی الاولیٰ ۱۱ ۱۴ھ

کیا بینک کا سود منفعت کا جائز حصہ ہے

سوال: میں ایک درسگاہ ریاض العلوم سے شائع ہونے والا ماہانہ کتابچہ ریاض الجنۃ کا مستقل مطالعہ کرتا ہوں اس میں ایک جز فتویٰ کا بھی ہوتا ہے فتاوی ریاض العلوم ہوتا ہے میں آپ سے بیاج سود کے بارے میں فتویٰ جاننا چاہتا ہوں اور امید ہے کہ آپ ضرور جواب تحریر فرمائیں گے۔

(۱) کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ بینک کا سود دراصل سود نہیں ہے بلکہ گورنمنٹ ہمارے روپئے سے کماتی ہے اور اس کمائی میں سے ہم کو تھوڑا سا حصہ ہی دیتی ہے کہاں تک صحیح ہے حدیث اور قرآن کی روشنی میں واضح فرمائیں۔

سود کا مصرف

(۲) بینک کے سود کا مصرف کیا ہے؟

بیع نامہ کے داخل خارج اور انکم ٹیکس میں سود دینا کیسا ہے؟

(۳) کیا بینک کا سود رشوت انکم ٹیکس یا زمین کی خریداری میں تحصیل میں جو ناجائز طور پر داخل خارج میں بیع نامہ کے دوران کیا جاتا ہے دیا جا سکتا ہے؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

(۱) بینک میں جمع کردہ رقم سے زائد ملنے والی رقم سود ہے (۱) جو لوگ کہتے ہیں کہ سود نہیں ہے غلط کہتے ہیں اور سود کی حرمت نص قطعی سے ثابت ہے کہ ''**لعن رسول اللہ ﷺ آکل الربو وموکلہ وکاتبہ وشاھدیہ وقال ھم سواء**'' (رواہ مسلم) (۲)

(۲) غیر واجبی ٹیکس میں دیدیں یا بلا نیت ثواب مسلم فقراء کو دیدیں۔ (۳)

(۳) سوال نمبر ۲ میں جن چیزوں کا آپ نے تذکرہ کیا ہے دیکھ لیں کہ کون کون سی چیزیں ایسی ہیں جن کے اخراجات واجبی ہیں ان میں سود کی رقم نہیں دے سکتے اور غیر واجبی میں دے سکتے ہیں۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) **کلّ قرض جرّ منفعة فهو ربا۔ الحارث عن علی) کنز العمّال، فصل فی لواحق کتا الدین ج۶ص۲۳۸ رقم: ۱۵۵۱۶ مؤسسة الرسالة)**

وکذا فی الشامی ج۵ص۱۶۶سعید)

(۲) **وأمّا الذی یرجع إلی نفس القرض فهو أن لا یکون فیه جرّ منفعة فان کان لم یجز۔ (البدائع الصنائع، کتاب القرض ج۷ص۳۹۵ سعید)**

قال اللہ تعالیٰ أحل اللہ البیع وحرّم الربوا۔ (سورۃ البقرۃ: ۲۷۵)

(۲) (مشکاۃ شریف ج۱ص ۲۴۴ مکتبہ ملت)

(۵) **المالك الحقیقی لهذا المال الحرام هم الفقراء والمساکین والمصالح العامّة**

للمسلمین۔ (أحکام المال الحرام ص۳۳۲ دار النفائس بیروت)

إذا کان عند رجل مال خبیث .... ولا یمکنه أن یردّہ إلی مالکه ویرید أن یدفع مظلمته عن نفسه فلیس له حیلة إلّا ان یدفعه إلی الفقراء .... ولکن لا یرید بذلك الأجر والثواب ولکن یرید دفع المعصیة عن نفسه۔ (بذل المجهود، باب فرض الوضوء ج۱ ص۳۶۰ مرکز الشیخ أبي الحسن الندوی)

یردّونها علی أربابها إن عرفوهم وإلاّ تصدقوا بها لأنّ سبیل الکسب الخبیث التصدق إذا تعذر الردّ علی صاحبه۔ (شامي، کتاب الحظر والإباحۃ ج۶ ص ۳۹۵ کراچی)

عصر حاضر میں سود کا تصور

سوال: اس سوال کی نوعیت نہ صرف استفتاء کی ہے بلکہ یہ ایک طالب علمانہ استفتار ہے امید ہے کہ موضوع کے ہر پہلو پر باوضاحت شرح وبسط اور عقلی ونقلی دلائل کے ساتھ تشفی بخش جواب دینے کی زحمت گوارا فرمائیں گے۔

دورِ حاضر میں بہت سے مسائل متنوع شکل میں ہمارے سامنے ہیں ان میں ایک اہم مسئلہ بینکنگ اور سود سے متعلق ہے یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ تحریم ربوٰ کے وقت وہ حالات نہ تھے جو آج پیدا ہو گئے ہیں اور نہ سود کی وہ شکل تھی جو آج ہے قرآن کے اوّل مخاطب وہ لوگ تھے جن کے یہاں سود کا چلن آج سے مختلف تھا اور انہیں حالات کے پس منظر میں ان کی رعایت کے پیشِ نظر آیۂ تحریم ربوٰ کا نزول ہوا، راقم الحروف نے اس موضوع پر پانچ بزرگوں کی تصانیف سے استفادہ کیا مگر افسوس کہ اپنی کم مائگی کیوجہ سے انشراح قلب کے ساتھ کسی نتیجہ پر پہونچنے میں قاصر رہا مفتی شفیع احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے معارف القرآن ’’**یمحق اللّٰه الربو ویربي الصدقات**‘‘ کے ضمن میں بڑی وضاحت کے ساتھ مسئلہ کے ہر پہلو پر سیر حاصل اور مدلل بحث کی ہے مولانا ابو الاعلیٰ مودودیؒ نے اپنی گرانمایہ تصنیف سودؔ میں اس موضوع پر بہت طولانی بحث کی ہے مذکورۃ الصدور دونوں بزرگوں نے سود کے

معاملہ میں شدت اختیار کی ہے اور مہا جنی سود سے لے کر بینکنگ سسٹم تک قرض اور سود کی جتنی اقسام ممکن ہیں سب کو نا جائز قرار دیا ہے بخلاف مولانا مناظر احسن گیلانیؒ اور مولانا ابو الکلام آزادؒ ان دونوں نے اپنی نظریات میں کافی حد تک لچک پیدا کی ہے مولانا گیلانی نے دار الحرب کی قید کے ساتھ سود کو مقید کر کے حربی سے سودی لین دین اور کاروبار کو جائز ثابت کیا ہے اور اپنی نظریات کا ماخذ حضرت مکحولؓ کی روایت کو بنایا ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا لا ربوٰ بین المسلم والحربی اور اسی بنا پر حضرت امام ابو حنیفہؒ کے بہت سے دلائل پیش کر کے اپنے مقالہ کو مبرہن کیا ہے اور ہندوستان کو دار الحرب ثابت کر کے مسلمانوں کو غیر مسلم سے سود لینے کا مشورہ دیا ہے۔ مولانا آزاد نے ترجمان القرآن کے اندر مذکورہ آیت کی تفسیر میں مفلس اور نادار آدمی کے ساتھ حرمت سود کی شرط کو مشروط قرار دیا ہے۔ ان کے یہاں کسی کی پریشانی اور غربت سے سود لیکر نا جائز فائدہ اٹھانا حرمت سود کی علت ہے اس شرط کے بغیر سودی کاروبار اور بینکنگ سسٹم سے فائدہ اٹھانا درست ہے اس سے دو قدم آگے بڑھ کر صاحب تحقیق الربوٰ جو ص ۸۷ کی کتاب ہے افسوس کہ کتاب کا سرورق غائب ہے مصنف کا نام معلوم نہیں ہو سکا۔ میں نے اپنی مختصر سی کتاب میں عقلی اور نقلی دلائل کا انبار لگا کر ہندوستان کو دار الحرب قرار دیا ہے اور ان کے قول کے مطابق حربی سے بغیر کسی کراہت کے سود لینا روا ہے اور اس طرح اونچے درجہ کے علماء کے درمیان گہرا اختلاف پایا جاتا ہے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اول الذکر دونوں بزرگوں نے دورِ حاضر کے تقاضوں کو نظر انداز کر دیا ہے اور آخر الذکر دونوں مصنفین نے عصری حالات کو اولیت دی ہے کتاب وسنت اور شریعت کی روح کو ثانوی درجہ میں رکھا ہے ہر دو مکاتب فکر کے مفکرین علماء کے یہاں روح شریعت اور عصری تقاضے مساوی طور پر نظر نہیں آتے حالانکہ کتاب وسنت میں دونوں کی رعایت برابر برابر ہے ایسی حالت میں کونسا طریقہ اختیار کیا جائے یہ ایک الجھن میں ڈالنے والا موضوع بن گیا ہے بلاشبہ جن علماء نے بینک سے سود لینے کو جائز قرار دیا ہے وہ تقویٰ کے خلاف ضرور ہے مگر یہاں تقویٰ پر عمل کر کے معاشی تباہی کو دعوت دینا اور موجودہ حالت پر قناعت کر لینا کون سی

دانشمندی اور دینداری ہے یہاں فتویٰ ہی پر عمل ہو جائے تو بسا غنیمت لہٰذا از روئے فتویٰ شریعت میں کسی طرح بینکنگ سسٹم سے فائدہ اٹھانے کی گنجائش نکل سکتی ہے یا نہیں اس سلسلہ میں چند ایسے حقائق ہیں جو نظر انداز نہیں کئے جا سکتے ہیں ملک کے لاکھوں غریب اور مفلس و مجبور مسلمان صدیوں تک مہاجنی قرض کے شکنجے میں جکڑے رہے اور اپنی حلال کمائی سے سود ادا کرتے رہے مگر وہ ایک اضطراری حالت تھی اور کم و بیش آج بھی یہ حالت ہے ادھر عصر حاضر کے بدلے ہوئے حالات تاریخی حیثیت سے اس مسئلہ کے مثبت پہلوؤں پر غور کرنا کچھ ناگزیر سا معلوم ہو رہا ہے یورپ کا معاشی نظام عرصہ دراز تک غیر ترقی یافتہ اور پسماندہ شکل میں تھا باوجود اس کے کہ وہاں سرطیہ داروں کے یہاں دولت کی فراوانی تھی مگر قرض دیکر سود لینے کا رواج نہ تھا اور بغیر سود کے کوئی اپنا سرمایہ دوسروں کو دیکر کیوں خطرہ مول لے جب سے یہ بندھن ٹوٹا ہے سودی کاروبار کے ذریعہ وہاں کے معاشی نظام میں انتہائی ترقی ہوئی ہے بڑے بڑے کل کارخانے اور بڑی بڑی فیکٹریاں سودی سرمایا سے چل رہی ہیں اسی طرح سود کا چکر عالمگیر پیمانے پر چل رہا ہے بینکنگ سسٹم کی افادیت ایک ناقابل تردید حقیقت ہے اور بنا سود کے بنک کا تصور نقش برآب کے مرادف ہے آج حالت یہ ہے کہ چھوٹی حکومتیں بڑی حکومتوں سے سودی کاروبار کرنے پر مجبور ہیں اگر ایسا نہ کریں تو اس ترقی کے دور میں بہت پیچھے رہ جائیں گے دورِ حاضر کے تقاضے مسلمانوں کو اس پر مجبور کر رہے ہیں کہ وہ اپنے لئے اپنی آئندہ نسلوں کے لئے ایک روشن مستقبل کی بنیاد قائم کریں اور یہ بنیاد معاشی استحکام کے بغیر ممکن نظر نہیں آتا آنحضرت ﷺ کی ایک حدیث بھی ہے کہ اپنی اولاد کے لئے کچھ چھوڑ جاؤ ان حالات کے پیشِ نظر یہ سوچنا پڑتا ہے کہ بینک کے استفادہ سے مسلمان من حیث القوم اگر محروم کر دیئے جائیں تو وہ سراسر نقصان و خسارہ میں رہیں گے آخر شریعت حقہ نے تو مضاربت کی ایک صورت کو جائز قرار دیا ہے اور یہاں قرضدار کی مجبوری اور کمزوری سے اس کا گلہ دبا کر فائدہ اٹھانے کا سوال نہیں ہے بلکہ تراضیٔ طرفین کے ساتھ اپنی جمع کردہ سرمایہ سے سود لیکر دوسروں کو بھی فائدہ اٹھانے کا موقع فراہم کرتا ہے اور بشرطیکہ مسلمان اس

فائدے سے کنارہ کش ہوکر معاشی اعتبار سے پسماندہ ہی رہ جائیں گے اور جو کچھ ان کی برتری کے آثار اور اعلام نظر آرہے ہیں وہ کالعدم ہوجائیں گے دین تو ہاتھ سے گیا ہی ہے دنیا بھی ہاتھ نہیں آئے گی اور کہیں ایسا نہ ہو کہ خسر الدنیا والآخرۃ کے مصداق یہ قوم بن جائے یہ صحیح ہے کہ دین بیچ کر دنیا کا سودا نہیں کیا جاسکتا لیکن یہاں دین بیچنے کا سوال ہی نہیں ہے بلکہ زندگی کے ایک اہم شعبہ معاشی استحکام کا سوال درپیش ہے کیا مسلمان من حیث القوم ہمیشہ مفلس و نادار بنے رہیں اور بقدر کفاف پر قناعت کئے رہیں کیا ان کی بڑی بڑی فیکٹریاں نہ ہوں بڑی بڑی تجارتیں نہ ہوں بڑے بڑے فارم کے مالک نہ ہوں ان کی جائدادیں نہ ہوں اور یہ بغیر بینک کے تعاون کے ناممکن سا نظر آتا ہے دوسرے اعمال سے قطع نظر کیا خدا کی رضامندی مسلمانوں کی اس مفلسی اور ناداری میں مضمر ہے گستاخی معاف جو علماء فطوبیٰ للغرباء کا مژدہ مسلمانوں کو سنا کر ان کا دل دنیا کی طرف سے سرد اور انہیں پست ہمت کرتے رہتے ہیں خود ان کے حالات اس حقیقت پر شاہد ہیں کہ وہ اپنے لئے غربت کی زندگی پسند نہیں کرتے اور نہ موجودہ حالت پر قناعت کرتے ہیں پھر از روئے شرع جہاں عزیمت و رخصت کا سوال درپیش ہو تو رخصت سے فائدہ نہیں اٹھایا جاسکتا جہاں تقویٰ اور فتویٰ کا مقابلہ ہو تو فتویٰ پر عمل نہیں کیا جاسکتا جہاں کسی مسئلہ میں علماء کے درمیان اختلاف واقع ہوجائے تو اپنی سہولت کے پیشِ نظر کسی آسان صورت کو اختیار نہیں کیا جاسکتا ہے فکر و نظریہ وہ خطوط ہیں جن پر علماء کرام کی گہرائی کے ساتھ غور و فکر کر کے مثبت نتیجے پر پہونچنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

یہ صحیح ہے کہ مسلمانوں کو دنیا سے زیادہ اپنی آخرت اور دین عزیز ہے مگر دنیا میں مفلس وقلاش بن کر بالخصوص دورِ حاضر میں آخرت سنواری جاسکتی ہے آخرت کے ساتھ ساتھ اگر دنیا بھی ہاتھ آجائے تو کیا مضائقہ ہے بشرطیکہ سراسر حرام کے ذریعہ حاصل نہ ہو کیا چوری ڈاکہ زنی غارت گری خیانت غبن بددیانتی جیسے قطعی حرام افعال کے زمرے میں بینکنگ بھی آتی ہے یا اس کا حکم ان سے مختلف اور مستثنیٰ ہے قلم کی تلخی معاف کرتے ہوئے براہ کرم جواب دینے کی ضرور زحمت فرمائیں۔ خاک پا: محمد اسرائیل فرحت قاسمی

الجواب: حامدًا ومصلیًا

مفکر جدیدی محقق بے نظیر حضرت مولانا محمد اسرائیل فرحت قاسمی صاحب زید تحقیقکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

آنجناب کا مرسلہ ملفوف نظرنواز ہوا مبرہن مدلل مقالہ کا غائرانہ مطالعہ کیا ایک طرف نسبت قاسمی اور دوسری طرف مغربی افکار واعمال کی تحسین اس ناکارہ کے لئے باعثِ حیرانی بن رہی نہ معلوم آپ نے: ’’**لعن رسول اللہ ﷺ أکل الربو وموکلہ، وکاتبہ وشاھدیہ وقال ھم سواء**‘‘ رواہ مسلم اور **یَمۡحَقُ اللّٰہُ الرِّبٰوا وَ یُرۡبِی الصَّدَقٰتِ**[1] اور **اَلَّذِیۡنَ یَاۡکُلُوۡنَ الرِّبٰوا لَا یَقُوۡمُوۡنَ اِلَّا کَمَا یَقُوۡمُ الَّذِیۡ یَتَخَبَّطُہُ الشَّیۡطٰنُ مِنَ الۡمَسِّ**[1] اور **یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَاۡکُلُوا الرِّبٰۤوا اَضۡعَافًا مُّضٰعَفَۃً** ان صریح آیات اور روایات کا کون سا محمل تجویز کیا ہے یہ آنجناب کی غلط فہمی ہے کہ علماء نے بر بنائے تقویٰ سود کو حرام قرار دیا ہے بلکہ یہی علماء کرام کا فتویٰ ہے نیز دوسرے ممالک کی ترقیات پر رال ٹپکانا اور ان کو خراج تحسین پیش کرنا اور سود کی افادیت کا اعتراف کرلینا زبردست دھوکا ہے بادی النظر میں یہ ترقی ہے ورنہ حقیقۃً زبردست تنزلی ہے بشرطیکہ بہ چشم بصیرت اس کا جائزہ لیا جائے آنجناب مسلمانوں کے ماضی پر ایک طائرانہ نظر ڈالیں اس کے بعد حال کا غائرانہ مطالعہ کریں پھر تجزیہ کریں تاریخ شاہد ہے کہ خدا نے مسلمانوں کو کتنی طاقت وقوت ومال عطا فرمایا تھا زمین داری کے ٹوٹے ہوئے کوئی زائد زمانہ نہیں ہوا اس وقت مسلمانوں کے حالات کیسے تھے اور پھر یہ انقلاب عظیم کیوں آیا شاید آپ نے اس کے پسِ منظر پر غور نہیں کیا کیا اس زمانے میں بھی بینکنگ سسٹم اتنے شباب پر تھا پھر مسلمانوں کی ترقی کا راز کیا تھا محترم آج ہمارے دلوں سے ایمان تقریباً نکل ہی چکا ہے اب جو کچھ اقل قلیل باقی ہے اہل دنیا و برادرانِ وطن چاہتے ہیں کہ جس طرح ہم کو مالی اعتبار سے کھوکھلا کردیا ایمانی اعتبار سے بھی خالی کردیں اسی وجہ سے نئی نئی اسکیمیں اور نئی نئی چیزیں آئے دن پیش کرتے رہتے ہیں جس کی افادیت کے آپ جیسے حضرات بھی معترف ہوجایا کرتے ہیں اس لئے کہ ان کو یقین ہے کہ جب تک ایمان

کی چھوٹی سی چنگاری بھی ان میں باقی رہے گی ہم ان پر غالب نہیں ہوسکتے اور ان کو ابدی نیند نہیں سلاسکتے۔لیکن افسوس کہ آج ان اسرار اور رموز کو نظر انداز کیا جارہا ہے اور ظاہری حسن پر فریفتہ ہوکر اپنے کو خود ہی کھوکھلا کررہے ہیں اپنی تعمیر خود متزلزل کررہے ہیں آخر کوئی تو وجہ رہی ہوگی کہ حضور ﷺ نے فقر وفاقہ کو پسند فرمایا اور دعا فرمائی: ''**اللھم احیینی مسکینًا وامتنی مسکینا واحشرنی فی زمرۃ المساکین**'' ورنہ کیا جبل احد کو سونے کا بنوانا چاہتے تو نہ بن جاتا؟ اور کیا فتح خیبر کے واقعہ ازواج مطہرات کے مطالبہ ازدیادِ نفقہ پر یہ آیت نازل نہیں ہوئی: **یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا وَ زِیْنَتَھَا فَتَعَالَیْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَ اُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِیْلًا**۝

جب حضور ﷺ کی زندگی یہ ہے تو کیا متبعین کے لئے **لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ** کے تحت اس کی اقتداء باعث کامیابی وفلاح یابی نہیں ہے؟ نیز مومنین کو کیا خدا نے یہ نہیں فرمایا: **اِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِیَ الْحَیَوَانُ ۘ لَوْ كَانُوْا یَعْلَمُوْنَ**۝ پھر ان آیات کو نظر انداز کیوں کیا جارہا ہے؟ کیا ہجرت کے بعد صحابہ کی نظر ایک ایسے قافلہ پر نہیں پڑی جو مالِ تجارت لیکر آرہا تھا؟ اور کیا پھر اس کے بعد حضور کے سامنے ان حضرات کی زبانوں سے حب مال کے الفاظ نہیں نکلے؟ اور کیا پھر **لَا یَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فِی الْبِلَادِ**۝ **مَتَاعٌ قَلِیْلٌ ۟ ثُمَّ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَ بِئْسَ الْمِهَادُ**۝ آیت نازل نہیں ہوئی؟

یورپ کی فیکٹریوں پر اور ان کی ترقیات پر نظر ہے لیکن فساد عمل پر نظر کیوں نہیں جاتی؟ دراصل یورپ نے تو ملک کی ترقی کے تحت زنا عام کردیا؟ شراب نوشی عام کردی ارتکاب فواحش کی کثرت کردی پھر کیا وجہ ہے کہ ان اعمال کو نہیں لیتے؟ کیا بادی النظر میں یہ فائدہ سے خالی نہیں ہے۔ اگر ان کے عدم اختیار کی وجہ نصوص قطعیہ عصیان باری ہے تو ربو کے اختیار میں بھی تو یہی وجہ ہے: **یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰۤوا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً** پھر وجہ ترجیح کیا ہے؟ مومنین کو خدا نے جس تجارت کی ترغیب دی ہے: **یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِیْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِیْمٍ**۝ **تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ**

تُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَ اَنْفُسِكُمْ ۖ الآیہ اور مومنین کی کامیابی یقیناً غربت ہی میں مضمر ہے اس لئے کہ مال کی خاصیت طغیانی ہے مال کو تحسینی نگاہ سے دیکھنا قابل حیرت ہے جبکہ قارون کا واقعہ خود قرآن میں ہے نیز جبکہ دنیا کی قباحت و بے ثباتی ''ان تبسط الدنیا کما بسطت علی من قبلکم او کما قال علیہ السلام''۔

آخر میں سمع خراشی کی معافی کے ساتھ حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ کے ایک مقولہ پر بات ختم کرتا ہوں حضرت علامہ نے کسی موقعہ پر کسی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ بھائی جس کو جہنم میں جانا ہو جائے ہماری گردن کو پل کیوں بناتے ہو وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ○

نوٹ: ربوٰ کے مسئلہ پر حضرت تھانویؒ قدس سرہ نے بھی کافی وشافی بحث کی ہے اس کا بھی مطالعہ فرمالیں۔ (امداد الفتاویٰ: ۳ کتاب الربوٰ)

الجواب صحیح — فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

بندہ محمد حنیف غفرلہ — حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

مجبوراً بینک سے سودی قرض لینا کیسا ہے

سوال: ایک صورت اور اس تجارت میں پیش آتی ہے اگر ہم نے اپنی پوری رقم ظاہر کردیا تو ٹیکس زیادہ لگ جائے گا اس سے بچنے کے لئے بینک سے قرض لیکر تجارت میں قرض دکھلانا پڑتا ہے اس سے ٹیکس میں بچت ہوجاتی ہے یہ سودی قرض بینک سے لینا اس صورت میں کیسا ہے، باخبر فرمائیں تاکہ بندہ ان تمام الجھنوں سے نجات پائے

سودی کاروباری ادارہ میں کمیشن پر ملازمت کا حکم

سوال: ایک ادارہ ایسا ہے جوکہ اپنا کاروبار سودی کرتا ہے مثلاً لوگوں کو قرض دیتا ہے اس پر سود لیتا ہے اور لوگوں کی رقم اپنے یہاں جمع کرتا ہے اس پر لوگوں کو سود دیتا ہے

ایک شخص اس ادارہ میں رقم کی فراہمی پر کمیشن کے ساتھ کام کرتا ہے یا ادارہ کے کسی شعبہ میں ملازم ہے یہ ملازمت اور کمیشن پر کام از روئے شرع کیسا ہے؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

انکم ٹیکس وغیرہ سے بچنے کے لئے کوئی تدبیر اختیار کرنا موجب گناہ نہیں (۱) لیکن خطرہ میں پڑنا بھی شرعاً پسندیدہ نہیں اور اپنا مال بچانے کے لئے رشوت دینے میں بھی کوئی گناہ نہیں البتہ لینے والے کے لئے وہ حلال نہیں۔

"**الثالث أخذ المال ليسوي أمره عند السلطان دفعًا للضرر أو جلبًا للنفع وهو حرام على الآخذ فقط**" (ردالمحتار: ۴/۳۰۳) (۲)

(۲) اللہ تعالیٰ اور اس کے حکموں کو توڑنا معصیت ہے برادران وطن کے مخترعہ قوانین کی عدم رعایت موجب معصیت رب نہیں تاہم ہر مسلمان پر لازم ہے کہ اپنی جان مال عزت آبرو کی حفاظت کرے اپنے کو ذلیل کرنا جائز نہیں لقولہ علیہ السلام **لا يحل لاحد ان يذل نفسه** (۳) لہٰذا ہر وہ کام جس میں جان یا مال یا عزت کے ضائع ہونے کا خطرہ وامکان ہو ہر مسلمان کے لئے ممنوع ہے اور اگر کوئی کرتا ہے تو اس معنیٰ کر کہ اس نے اس امر میں رسول کے حکم مذکورہ کی نافرمانی موجب معصیت ہے۔

"**لعن رسول الله ﷺ أكل الربو وموكله وكاتبه وشاهديه وقال هم سواء**" (رواہ مسلم مشکوٰۃ) (۴)

حضور پاک ﷺ نے سود لینے والے اور سود دینے والے اور سودی رقعہ لکھنے والے اور اس کی شہادت دینے والے پر لعنت فرمائی ہے اسی وجہ سے بلا ضرورت شدیدہ سودی قرض لینا جائز نہیں صرف محتاج کے لئے سودی قرض کی اجازت ہے اور محتاج سے مراد ہر وہ شخص ہے کہ جس کے پاس ذاتی کوئی رقم نہ ہو بالکل کنگال ہو اور بلا سودی قرض کہیں سے نہ مل رہا ہو اور نہ کوئی دینے کو تیار ہو ایسا شخص بقدر ضرورت سودی قرض لے سکتا ہے: "**يجوز للمحتاج الاستقراض بالربح**" (الاشباہ والنظائر مع الحموی) (۵)

محض تجارت کو بام عروج پر پہونچانے کے لئے یا ٹیکس سے بچنے کے لئے سودی قرض جائز نہیں۔

حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے چونکہ سود لینے والے اور دینے والے اور سودی رقعہ لکھنے والے اور اس کی شہادت دینے والے پر لعنت فرمائی ہے اس لئے اس کی ملازمت یا کمیشن پر کام کرنا درست نہیں نیز تعاون علی الاثم ہے اور یہ ممنوع ہے: **لقوله تعالیٰ وَ لَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْإِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ (۶)**

الجواب صحیح — فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

بندہ محمد حنیف غفرلہ — حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۱) وأكثر النوائب في زماننا بطريق الظلم فمن تمكّن من دفعه عن نفسه فهو خير له. وإن أعطى فليعط من عجز. (شامی، کتاب الحظر والإباحة، فصل فی البیع ج۶ ص۴۲۲ کراچی)

إذا كانت الضرائب حرامًا واستطاع المسلم أن يتهرّب من دفعها فذلك له جائز. (أحكام المال الحرام ص۳۳۳ دار النفائس بيروت)

(۲) (شامي، كتاب القضاء، مطلب في الكلام على الرشوة ج ۵ ص ۳۶۲ کراچی)

وكذا في البحر الرائق، كتاب القضاء ج۶ ص۲۶۲ سعيد)

(۳) قال رسول الله ﷺ لا ينبغي للمؤمن أن يذلّ نفسه قالوا: وكيف يذلّ نفسه؟ قال يتعرّض من البلاء لما لا يطيق. (ترمذی شریف، ابواب الفتن ج۲ ص۵۱ بلال دیوبند

(۴) عن جابر رضى الله عنه قال لعن رسول الله ﷺ آكل الربا ومؤكله وكاتبه وشاهديه وقال هم سواء. (مشكاة شريف ج۱ ص۲۴۴ ه مكتبه ملت)

(۵) يجوز للمحتاج الاستقراض بالربح. الاشباه والنظائر، الفن الأول، القاعدة

الخامسة ج۱ص۲۶۷ دار الکتاب)

انّ من اضطرّ ولا یجد ما یحیی به نفسه من حلال أو حرام کاألمیته أو ما یتحصل من المال بالسوال یجوز له الاستقراض بالربح لیستبقی به نفسه وإلاّ فلا۔ (إعلاء السنن، باب الصرف والمراطلة ج۱۴ص۵۰۴ ادارۃ القرآن کراچی)

(۶) ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان۔ (سورۃ المائدۃ:۲)

کل حیلة یحتال بها الرجل لیتخلّص بها عن حرام أو لیتوصل بها إلی حلال فهی حسنة۔ (الفتاوی الهندیة، کتاب الحیل، الفصل الأوّل ج۶ص۳۹۰ رشیدیه)

سودی کاروبار کا عموم اور اس کا شرعی حل

سوال: قرآن وسنت میں ربوا کی حرمت جس شدت وقطعیت کے ساتھ بیان کی گئی ہے وہ اہل علم پر مخفی نہیں۔ دوسری طرف موجودہ ربوا کے بینکنگ نظام نے ایسی صورت حال پیدا کردی ہے کہ سماج کے اکثر افراد خصوصاً اعلیٰ اور متوسط طبقہ کا بینکوں سے برابر واسطہ پڑتا ہے، بینکوں سے معاملات پڑنے کی وجہ سے ربوا کے بارے میں مختلف قسم کے سوالات پیدا ہوتے ہیں جن کے بارے میں عصر حاضر کے بابصیرت فقہاء اور ارباب افتاء کا اجتماعی فیصلہ امت مسلمہ کے سامنے آنا چاہئے اسی طرح حکومت ترقیاتی اسکیموں کے تحت قرضے تقسیم کرتی ہے اور ان قرضوں پر کچھ سود بھی وصول کرتی ہے ان ترقیاتی قرضوں کے بارے میں جو فقہی سوالات ابھرتے ہیں وہ بھی اصلاً ربوا ہی کے مسئلہ سے مربوط ہیں اسی نوعیت کے بہت سے مسائل اس بات کے متقاضی ہیں کہ ربوا کے بارے میں چند اصولی باتیں طے کرکے اہم سوالات کے شرعی جوابات دیئے جائیں۔ اس پس منظر میں مندرجہ ذیل سوالات وتنقیحات جواب وتحقیق کے لئے پیش خدمت ہیں اگر آپ کی نظر میں کوئی اہم سوال یا تنقیح رہ گئی ہو تو اسے بھی شامل کریں۔

ربوا کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ اور اس کا دائرہ کیا ہے؟

سوال: کیا دارالحرب میں سودی معاملات حقیقۃً سود قرار نہیں دیئے جاسکتے؟ اس وجہ سے کہ اموال اہلِ حرب معصوم اور قابل ضمان نہیں اور سود کی تحقیق کے لئے بدلین کا معصوم ومتقوم ہونا ضروری ہے لہٰذا اس شرط کے مفقود ہونے کی وجہ سے حقیقۃً ربوا کا تحقق ہی نہیں ہوگا اگرچہ وہ معاملات صورۃً سودی معاملات ہوں؟

دارالحرب اور دارالاسلام کی تعریف کیا ہے اور شرطیں کیا ہیں اور کیا موجودہ حالات میں ''دار'' کا حصر دارالاسلام اور دارالحرب میں درست ہے کیا ہندوستان جیسا ملک جہاں ایک دستوری حکومت، تمام شہریوں کے مساوی حقوق کی بنا پر قائم ہے (اور قانونی ودستوری نقطۂ نظر سے بلا تفریق مذہب وزبان وعلاقہ ہر شہری کو اپنے مذہبی شعائر کی آزادی کے ساتھ ملک کے وسائل آمدنی سے منتفع ہونے کا مساوی حق ہے) دارالحرب ہے؟ اگر دارالاسلام اور دارالحرب کے علاوہ ''دار'' کی کوئی تیسری قسم ہے تو وہ کیا ہے؟ اور اس کی شرطیں کیا کیا ہیں؟

بینکوں میں جمع شدہ رقوم پر جو سود ملتا ہے اس کا بینکوں سے لینا شرعاً کیا حکم رکھتا ہے؟ اور لینے کے بعد اسے کس مصرف میں صرف کیا جائے؟ سرکاری بینکوں اور غیر سرکاری بینکوں سے سود لینے کے حکم میں کوئی فرق ہے؟

(۱) سود لینے اور دینے کے حکم میں کوئی فرق کیا جاسکتا ہے اور کیا غیر اسلامی ملک میں واقعی کچھ ایسی مجبوریاں ہوسکتی ہیں جن کی بنیاد پر سود لینا جائز ہے؟

(۲) کیا سودی قرضے لینے کی کسی حال میں شرعاً گنجائش ہے؟ کن حالات اور کن مجبوریوں کے تحت مسلمان کے لئے سودی قرض لینا جائز ہوسکتا ہے؟

(۳) حکومت ترقیاتی اسکیموں کے تحت مکانات کی تعمیر، تجارت کی ترقی، صنعت وحرفت کی ہمت افزائی نیز بے روزگاروں کو روزگار فراہم کرنے کے لئے جو سودی قرضے تقسیم کرتی ہے اس کا لینا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اس کا حکم عام سودی قرضوں کی طرح ہے یا ان سے کچھ مختلف ہے؟

کیااس بنیاد پر حکومت کے سودی قرضوں کالینا جائز قرار پاسکتا ہےکہ حکومت ہند ترقیاتی قرضوں کے لئے رقم مختص کرتی ہے وہ اس کی مختلف ذرائع سے ہونے والی آمدنی کاایک حصہ ہوتا ہے اور جمہوری حکومت کے خزانہ عامہ کی مالک اس ملک کے شہریوں کی مجموعی اکائی ہوتی ہے۔اس خزانہ عامہ میں سے جورقم ترقیاتی اسکیموں کے لئے مختص کی گئی ہے اس سے انتفاع کاحق عام ہندوستانی شہریوں کی طرح مسلمانوں کوبھی حاصل ہے۔اب صورت حال یہ ہےکہ مسلمان اپنے اس حق کی تحصیل کے لئے جب آگے بڑھتا ہےتوان قرضوں پرسود عائد کرنے کی پالیسی آڑے آتی ہے لہٰذا جس طرح اپنا حق وصول کرنے کے لئے بہت سے فقہاء نے رشوت دینے کو جائز کہا ہے اسی طرح یہاں حق وصول کرنے کے لئے مجبوراً سود دینے کی اجازت کیوں نہ دی جائے؟

(۴)اگرحکومت کسی قرض پر چھوٹ دیتی ہواوراس پرسودبھی عائد کرتی ہوتواگرچھوٹ کا تناسب سود کے مساوی ہےتو کیااس قرض لینےکوشرعاً جائز کہاجائے گا؟

(۵) غیرممالک سے تجارت کی صورت میں بسااوقات سود ادا کئے بغیر چارہ نہیں، مال کی روانگی کے دن سے ہی سود لگادیا جاتا ہےاوراسی طرح اگرکوئی تاجر دیگرممالک کو مال برآمد کرےتو بین الاقوامی تجارتی ضوابط کےتحت اسے سود ملتا ہے، درآمد برآمد کی اس تجارت میں سود سے نجات مشکل ہےان صورتوں کے بارے میں حکم شرعی کیا ہے؟

(٦) بینک دوطرح کے ہیں ایسے بینک جس کے مالک اشخاص وافراد ہوتے ہیں اور دوسرے سرکاری بینک جوحکومت کی ملکیت ہے کیا قرض لیکر سود ادا کرنے کے بارے میں دونوں قسموں کے بینکوں کے حکم میں کچھ فرق ہوگا؟

کچھ افراد یا کمپنیاں سرمایہ کاری کرتی ہیں یعنی صنعت وحرفت اورتجارت کے لئے سرمایہ فراہم کرتی ہیں اوراس پرسود لیتی ہیں مثلاً کوئی شخص اگرٹرک حاصل کرکے کرایہ پر چلانا چاہتا ہےتووہ اپنی پسند کاٹرک خریدتا ہے سرمایہ کاراس کی قیمت ادا کرتا ہےاورقسط واراپنا سرمایہ مع سود وصول کرتا ہے سرکاری بینکوں سے سرمایہ حاصل کرنے میں ضابطہ کی خانہ پُری طول

عمل کا موجب ہوتی ہے دوسری طرف رشوت دینی پڑتی ہے تیسری طرف اِنکم ٹیکس وغیرہ کے مسائل ہوتے ہیں ان سے بچنے کے لئے عام طور پر تاجر وصنعت کار پرائیویٹ سرمایہ کاروں سے معاملہ کرنے کو ترجیح دیتے ہیں۔کیا کسی مسلمان کے لئے یہ جائز ہوگا کہ وہ ان پرائیویٹ سرمایہ کاروں سے اپنی صنعت وتجارت کی ترقی کے لئے سرمایہ حاصل کرے اور اس پر سود ادا کرے واضح رہے کہ یہ صورت حاجت واضطرار کی نہیں ہے۔

الجواب: حامدًا ومصلیًا

ربوا ایک معاشرتی لعنت ہے جس کی اقتصادی تباہ کاریوں نے ہمیشہ ہی غربت کے لہو سے سرمایہ داری کی آبیاری کی ہے اورغربت کے سکتے وجود سے سرمایہ کی ہوس کو غذا بخشی ہے۔ اسی وجہ سے خداوند قدوس نے بھی ایسوں کے دلوں کو ہلا دینے والا چیلنج کیا ہے: ''**فاذنوا بحرب من الله ورسوله**'' اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی کم وبیش چالیس حدیثیں اس کی مذمت پر مشتمل ہیں، بلکہ اسی کے ساتھ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ربوا کو وجود پذیر ہوئے اتنا طویل زمانہ گزر چکا ہے کہ اس کی جڑوں کو کھود کر پھینکنا اور معاشرہ کو اس گندگی سے پاک کرنا گویا کہ محالات کے قبیل سے ہو چکا ہے بلکہ اب تو ربوا کی مختلف شکلوں نے معاشرہ ومعیشت کو اپنے احاطہ میں اس طرح لے لیا ہے کہ اس سے نکلنا خرط قتاد کے مترادف ہے اس کے باوجود ایسے دیندار ہر زمانے میں رہے جنہوں نے اختیاری درجہ تک اس لائن سے بچنے دور رہنے کی مکمل کوشش کی اور نتیجہ کے طور پر اگر کچھ لوگ ناکام رہے تو کچھ کامیاب بھی رہے۔اگر چہ عصر حاضر میں ملکی اعتبار سے ایمان والے بعض ایسی شکلوں کے شکار ہیں جس نے اختیار کو اضطرار سے بدل دیا ہے اس لئے ضرورت اس بات کی تھی کہ اہل افتاء پیدا ہونے والی نئی شکلوں کے سلسلہ میں متفقہ طور پر کوئی ایک راہ عمل متعین کر کے امت کو اس سے باخبر کرتے،اللہ پاک جزائے خیر عطا فرمائے حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاسمی صاحب مدظلہ کو کہ انہوں نے اس موضوع کو اٹھا کر جہاں امت مسلمہ کو سنبھالا ہے وہیں اہلِ علم وافتاء کے یکجہتی کی ایک راہ بھی ہموار کردی ہے۔

اس مختصر سی تمہید کے بعد اب سوالات کے سلسلہ میں کچھ معروضات سپرد قرطاس ہیں۔

(۱) ربوا کے لغوی معنی زیادتی بڑھوتری کے ہیں اصطلاح فقہاء میں ربوا اس زیادتی کو کہتے ہیں جو کسی مالی معاوضہ کے بغیر حاصل ہو تقریباً سارے ہی حضرات فقہاء قدرے الفاظ کے تفاوت کے ساتھ یہی فرماتے ہیں: ''**الربا هو فضل خال عن عوض**'' (ملتقی الابحر: ۲/ ۸۳)

لیکن لفظ سود ربوٰ کے پورے مفہوم کی ادائیگی سے قاصر ہے اس لئے کہ سود و ربوٰ کو الفاظ مترادفہ میں سے سمجھنا غلط ہوگا۔ منطقی اعتبار سے دونوں میں عموم وخصوص مطلق کا فرق ہے، ربوٰ اپنے اندر ایک وسیع مفہوم رکھتا ہے اور سود اس کی ایک شاخ ہے اس لئے کہ ہمارے عرف میں جو سود رائج ہے اس کی حقیقت صرف اتنی ہے ''روپیہ ایک متعین مدت کے لئے قرض دے کر معین شرح کے ساتھ زیادتی لینا''۔

ربوٰ کی ساری صورتوں اور شکلوں کے تجزیہ کے بعد ربوٰ کی پانچ قسمیں سمجھ میں آتی ہیں اور اسی سے مختلف معاملات میں پھیلاؤ کا اندازہ معلوم ہوتا ہے گویہ قسمیں استقرائی ہیں (۱) ربوٰ ئے قرض: اس کا حاصل قرض خواہ قرضدار سے حسبِ شرط متعینہ میعاد کے بعد اپنے اصلی مال سے کچھ زائد لیتا ہے۔ (۲) ربوٰ رہن: بلاکسی مالی معاوضہ کے وہ نفع جو مرتہن کو راہن یا شی مرہون سے حاصل ہو۔ (۳) ربوا شرکت: ایک شریک اپنے دوسرے شریک کے لئے نفع متعین کردے اس کے جملہ نقصانات ومنافع کا خود مستحق بن جائے۔ (۴) ربوٰ نسیئہ: دو چیزوں کے باہم لین دین میں یا خرید وفروخت میں ادھار کرنا اور اس ادھار کو تحصیل منافع کا ذریعہ بنانا۔

ان تفصیلات وتصریحات فقہاء سے بخوبی یہ اندازہ ہوتا ہے کہ مختلف اصناف کے معاملات ایسے ہیں کہ اگر اسے شرعی اصولوں کے مطابق نہیں کیا گیا تو ربوٰ لازم آئے گا اس کے برخلاف کہ سود کا پھیلاؤ اس اعتبار سے محدود در محدود ہے۔

(۲) دارالحرب میں جو حضرات سود کو جائز قرار دیتے ہیں ان حضرات کی منتہائے نظر لا **ربو بين المسلم والحربي في دار الحرب** ہے۔ امام زیلعیؒ نے نصب الرایہ میں اس

کے غریب ہونے کی تصریح کی ہے، بعض طرق میں عن مکحول عن رسول اللہ ﷺ بھی ہے اس صورت میں اس کا منقطع ہونا متعین ہے اس لئے کہ مکحول صحابی نہیں اور اگر واسطہ مان لیا جائے حضور ﷺ اور مکحول کے درمیان تو وہ واسطہ مجہول ہے نیز غریب کے ساتھ "**لیس بثابت لا حجة فیه**" کی تصریحات اس کے بارے میں ملتی ہیں صحاح ستہ میں مذکور نہیں اور اگر تھوڑی دیر کے لئے اسے قابل استدلال مان لیا جائے تو اس کا مطلب وہ نہیں جو عموماً ذہنوں میں ہے بلکہ (۱) اس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی مسلمان دار الاسلام سے دار الحرب میں امن لے کر رہنے لگے اس کے بعد عقود فاسدہ ربویہ کے ذریعہ مال حاصل کرے اور وہ مال لیکر دار الاسلام آجائے تو اس کے مال میں بیت المال کا حق خمس متعلق نہ ہوگا، الحاصل اتنی بات تو درست ہے کہ سود کے تحقق کے لئے بدلین کا معصوم و متقوم ہونا ضروری ہے اور اہلِ حرب کے اموال معصوم و متقوم نہیں لیکن اس پر یہ نتیجہ مرتب کرنا کہ پھر ہندوستان میں رہنے والے کافروں سے سود لینا جائز ہونا چاہئے اس نتیجہ کو مرتب کرنے سے پہلے یہ طے کرنا ہوگا کہ ہندوستان دار الحرب ہے یا نہیں؟

(۳) ہندوستان کا دار الحرب ہونا یا نہ ہونا ایک ایسا مسئلہ ہے کہ قطعیت کے ساتھ فیصلہ بہت ہی دشوار ہے اس لئے کہ اس مسئلہ میں اپنے اسلاف کی آراء دونوں خانوں میں منقسم ہیں گو بعض رائے کے بارے میں یہ کہنا بجا ہوگا کہ ان کی رائے اس وقت کی ہے جب انگریزوں کا تسلط تھا اور ان کے ظلم و استبداد کی زد میں پوری انسانیت تھی لیکن جب حالات نے کروٹ لیا تو کیا اب بھی وہی حکم باقی رہے گا؟ یا وہ حکم بدل گیا؟ یہ مستقل حل طلب امر ہے جہاں تک فقہاء کی تصریحات کا سوال ہے تو اس سلسلے میں علامہ علاؤ الدین حصکفیؒ فرماتے ہیں:

تنبیه: ومن مهمات هذا الباب معرفة الامام والدارين (الی ان قال) ودار الاسلام ما يجری فيها حكم امام المسلمين ودار الحرب ما يجری امور رئيس الكافرين (الكافی) وذكر الزاهدی انها من غلب فيه الكافرين ولا خلاف ان دار الحرب تصير دار الاسلام باجراء بعض

احکام الاسلام فیہا ۔(سکب الانہر:۱؍۶۳۴)

ان تعریفات کی روشنی میں اگر ہندوستان کا جائزہ لیا جائے تو یہ کہنے میں کوئی مضائقہ معلوم نہیں ہوتا کہ ہندوستان دارالحرب ہے اس لئے کہ یقیناً موجودہ صورت حال ایسی ہی بن گئی ہے کہ مسلمان کافروں سے خائف ہیں لیکن فیہ مقال، اس لئے کہ زمام کار کافروں کے ہاتھ میں تھا لیکن صحابہ کے لئے حبشہ دارالامن تھا اور مکہ مکرمہ دارالشر والفساد تھا اس تقسیم میں کافی وسعت ہے لیکن اسلاف کے کلام کی تائید نہیں ملتی اس پر اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اس تقسیم کے اعتبار سے تو دارالاسلام کی بھی دو قسمیں ہونی چاہئے (۱) دارالامن (۲) دارالشر والفساد۔ اس لئے کہ حالات حاضرہ دارالامن کے متقاضی ہیں، تو اس کا جواب یہ ہے کہ دارالاسلام چاہے اپنے ساکنین کے لئے دارالامن ہو یا دارالشر اگر اسلامی قوانین، حدود وقصاص کا اجراء ہو رہا ہے تو وہ دارالاسلام ہی رہے گا دارالشر والفساد ہونے سے دارالاسلام ہونے سے خارج نہیں ہوگا جیسے مدینہ طیبہ میں منافقین آئے دن شر وفساد پھیلاتے رہتے تھے لیکن وہ دارالاسلام ہی رہا دارالاسلام سے خارج نہیں ہوا۔ ہذا ماعندی ولعل عند غیری احسن منہ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

(۴) اگر گھر میں حفاظت کی شکل ہو تو بینک میں روپیہ نہیں رکھنا چاہئے بدرجہ مجبوری رکھنے کی اجازت ہے اس لئے کہ یہ تو سبھی کو معلوم ہے کہ بینک کا سارا نظام سودی ہے اور جتنا روپیہ جاتا ہے وہ سب اسی نظام کے تحت استعمال کیا جاتا ہے اور نص قطعی ہے "**ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان**" اور یہ روپیہ بینک میں رکھنے کی صورت میں تعاون علی الاثم لازم آئے گا جو ممنوع ہے اسی وجہ سے حضرت گنگوہیؒ وحضرت تھانویؒ نے اپنے فتاوی میں بینک میں روپیہ جمع کرنے کو نادرست قرار دیا ہے۔ لیکن گھر میں غیر محفوظ علی شرف الخطر ہونے کی صورت میں "**الضرورات تبیح المحظورات**" کے تحت رکھنے کی اجازت دی گئی ہے۔ لیکن اس صورت میں بھی کوشش اس کی ہو کہ لاکر، لیکر اس میں رکھ دیا جائے یا پھر کرنٹ اکاؤنٹ کھول کر اس میں جمع کر دیا جائے لیکن اگر یہ دونوں صورتیں نہیں اپنائی گئیں بلکہ چالو کھاتہ کھلوا کر رقم جمع کیا ہے پھر اس پر جو سود ملے اس کو چھوڑنا نہیں چاہئے خواہ سرکاری

ادارہ ہو یا غیر سرکاری اس لئے کہ وہ اپنی عبادت گاہوں میں اسے استعمال کرتے ہیں اور یہ بھی تعاون علی الاثم کے دائرے میں داخل ہے اور اگر اس سے اپنی عبادت گاہ وہ نہ بنائیں تو یقیناً وہ کسی دوسرے راستے سے اسلام دشمنی پر خرچ ہوگا یا اس سے اپنی پوزیشن وہ مضبوط کریں گے جو نتیجہ کے اعتبار سے اسلام اور مسلمانوں کے لئے نقصان دہ ثابت ہوگا اس لئے ''**اذا ابتلی ببلیتین فلیختر أھونھما**'' ضابطہ کے تحت ''اہون'' یہی ہے کہ اسے لے لے بینک میں نہ چھوڑے۔

اب دوسرا سوال اس کے مصارف کے سلسلہ میں پیدا ہوتا ہے کہ اسے کہاں صرف کیا جائے؟ اس کے مصارف کی تعیین سے قبل یہ متعین کرنا ضروری ہے کہ اس مال کی حیثیت کیا ہے؟ تو اس کے سود ہونے کی وجہ سے مال حرام ہونا تو متعین ہے اور حرام مال کا صدقہ کرنا واجب ہے ''**اذا حصل بسبب خبث وھو التصرف فی مال الغیر وما ھذا حالہ فسبیلہ التصدق**'' (ہدایہ) لہٰذا سود کا واجب التصدق ہونا متعین ہوگا۔

اب اس کے لئے مصارف تین ہیں: (۱) فقراء کو دینا۔ (۲) غیر واجبی ٹیکس اس سے ادا کرنا۔ (۳) رفاہِ عام کنواں، نل، بیت الخلاء وغیرہ میں لگانا ان مصارف ثلاثہ میں سے مصرف اول یعنی فقراء کو دینا تو متفق علیہ ہے اس میں اکابر واصاغر کا کوئی اختلاف نہیں۔

چنانچہ علامہ علاؤ الدین حصکفیؒ فرماتے ہیں: ''**الفقراء مصرفہ عند جھل اربابہ**'' (درمختار: ۳/ ۲۲۳)

اسی طرح حضرت تھانویؒ ومفتیانِ دار العلوم دیوبند تحریر فرماتے ہیں کہ فقراء پر صدقہ کردینا چاہئے لیکن فقراء کو دینا بھی لا بشرط شئ نہیں بلکہ شرط شئ ہے اب ان شرائط کو عرض کرتا ہوں۔ (۱) فقراء مسلمین ہوں غیر مسلمین نہ ہوں اس لئے کہ جب اس کا واجب التصدق ہونا متعین ہوگیا تو واجب التصدق اموال جیسے زکوٰۃ، صدقۃ الفطر وغیرہ جس طرح غیر مسلم کو دینا جائز نہیں اسی طرح سود بھی غیر مسلم کو دینا جائز نہیں۔

(۲) بلا نیت ثواب دیا جائے اس لئے کہ مال حرام بہ نیت صدقہ دینا بہت خطرناک ہے۔

چنانچہ علامہ ابن عابدین شامیؒ فرماتے ہیں: ”**رجل دفع الی فقیر من المال الحرام شیئًا یرجو به الثواب یکفر**“ (ردمختار کتاب الزکوٰۃ: ۲/ ۲۹۲)

اسی طرح ملا علی قاریؒ نے شرح فقہ اکبر میں تصریح فرمائی ہے: ”**وفی المحیط من تصدق علی فقیر شیئًا من الحرام یرجوا الثواب کفر**“ (ص: ۳۳۲)

ہاں البتہ تعمیل حکم پر ثواب ملے گا: ”**کما صرح به العلامه انور شاه کشمیریؒ فمن صرّح بلا أجر بالتصدق فی مثله فالغرض الاجر بامتثال حکم الشریعة**“ (معارف السنن: ۱/ ۳۴)

لیکن صدقہ کرنے والا تو صرف فراغِ ذمہ سبکدوشی کی نیت سے دیدے: ”**والظاهر ان التصدق بمثله ینبغی أن ینوی به فراغ ذمته ولا یرجو به المثوبة**“ (معارف السنن: ۱/ ۳۴)

(۳) ان اعزاء کو نہ دیا جائے جن کو زکوٰۃ وغیرہ دینا جائز نہیں، الغرض واجب التصدق اموال کی طرح سود کی رقم میں شرائط کا لحاظ کرنا ضروری ہوگا۔

مصرف ثانی: غیر واجبی ٹیکس میں سود کی رقم کو دینا ہے اس ملک میں بہت سے ٹیکس غیر واجبی ہیں ان میں سود کی رقم دی جاسکتی ہے اب تک ناکارہ کے علم میں اس مصرف کے بارے میں بھی کسی کا اختلاف نہیں اور غیر واجبی ٹیکس میں دینے کی اجازت یہاں سے ملتی ہے کہ مال حرام کا مالک اگر معلوم نہ ہو اور نہ معلوم کرنا ممکن ہو تب فقراء پر تصدق واجب ہے اور اگر معلوم ہو تو مالک کو پہونچانا ضروری ہے اگر مالک زندہ نہ ہو تو اس کے ورثاء کو دیدے چنانچہ علامہ علاؤ الدین حصکفیؒ فرماتے ہیں: ”**غلبه دیون ومظالم وجهل اربابها وأیس من معرفتهم فعلیه التصدق بقدرها من ماله**“ (درمختار: / ۳۸۲، کتاب اللقطۃ) اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ تصرف اسی وقت واجب ہے کہ مالک کا سراغ لگنا مشکل ہو جائے سود کی رقم جب بینک سے حاصل ہوتی ہے تو اس اعتبار سے مالک معلوم ہے کہ بینک حکومت کی ملکیت ہے اس لئے کہ جب بینک کا نقصان ہوتا ہے تو اس کی

تلافی حکومت ہی کرتی ہے کھاتہ داروں سے اس سے کوئی مطلب نہیں اور جو نفع ہوتا ہے وہ بھی فی الجملہ حکومت کے خزانہ کا ایک جزو ہوتا ہے لہٰذا حکومت پر غیر واجبی ٹیکس کی ادائیگی کے ذریعہ کردیا جائے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا ضروری ہے کہ غیر واجبی ٹیکس ہی کے ذریعہ حکومت کے خزانہ میں یہ رقم پہونچائی جائے بلکہ اسے بینک ہی میں چھوڑ دیا جائے تو اس کا جواب اس سے پہلے آچکا ہے کہ اس کے ذریعہ غیر مسلمین کی پوزیشن مضبوط کی جائے گی یا اسے ایسی جگہ استعمال کیا جائے گا جو اسلام یا مسلمانوں کے قانون کے تحت ممنوع ہے۔

اب اگر یہ سوال ہو کہ یہ تو اچھا نسخہ ہے کہ غیر واجبی ٹیکس ادا کرنے کی نیت سے بینک میں رقم جمع کرادی جائے اور جب سود ملے تو اس سے غیر واجبی ٹیکس ادا کردیا جائے تو اس کا جواب بھی ابھی ۴ ہی کے تحت گذر چکا ہے کہ اصل حکم تو یہی ہے کہ بینک میں رقم ہی جمع نہ کی جائے لیکن بدرجہ مجبوری گھر میں حفاظت کی شکل نہ ہونے کی صورت میں بینک میں جمع کرنے کو جائز کہا گیا ہے اسی وجہ سے فکس ڈپوزٹ کو ناجائز کہا گیا ہے کہ بلا ضرورت متعین میعاد تک کے لئے رقم جمع کرنے کی وجہ سوائے اس کے کچھ نہیں کہ رقم دوگنی ہو کر ملے گی غرضیکہ شروع ہی سے نیت سود لینے کی ہوتی ہے۔

یہ بھی ضروری ہے کہ غیر واجبی ٹیکس ایسا ہو جس کا تعلق حکومت کے خزانہ سے ہو یعنی اس مد کی رقم حکومت کے خزانہ میں جاتی ہو۔

لیکن غیر واجبی ٹیکس میں بھی اس سودی رقم کو دے سکتے ہیں جو ایسے بینک سے حاصل ہوتی ہو جو شخصی اور غیر سرکاری نہ ہو بلکہ سرکاری ہو اگر غیر سرکاری بینک ہے تو اس رقم کا غیر واجبی ٹیکس میں دینا جائز نہ ہوگا اس لئے کہ اس صورت میں مالک پر عود نہیں ہو سکے گا اس لئے غیر سرکاری بینک سے حاصل ہونے والی سودی رقم کا مصرف اول یعنی فقراء پر تصدق متعین ہے۔

لیکن سود کی رقم لینے کے سلسلے میں سرکاری اور غیر سرکاری دونوں بینکوں کا حکم ایک ہے اس لئے تعاون علی الاثم وتعاون مخالفت الی الاسلام وتقویت اعداء اسلام دونوں صورتوں

یں لازم آئے گی لہٰذا بینک سرکاری ہو یا غیر سرکاری سود بینک میں ہرگز نہیں چھوڑا جائے گا۔

مصرف ثالث: رفاہی چیزوں میں سود کے پیسوں کا استعمال ہے۔ لیکن یہ مصرف شدید اختلافات کا شکار رہے چنانچہ خود اکابرین کی دو طرح کی مطبوعہ رائیں ملتی ہیں لیکن یہ ناکارہ کے نزدیک راجح دلیل کے اعتبار سے رفاہِ عام میں خرچ کرنے کا عدم جواز ہے اس لئے کہ یہ بات پہلے معلوم ہو چکی ہے کہ سود حرام ہے اور مال حرام کا مالک نہ ملنے کی صورت میں صدقہ کرنا واجب ہے اور صدقہ کی حقیقت ''العطیۃ'' ہے اور اس کا رکن نفس الاداء الی المصرف ہے جس کا حاصل فھی تملیک کا ذکر مذکور ہے۔ اور رفاہی کاموں میں لگانے کی صورت میں تملیک کا تحقق نہیں ہو پائے گا علامہ شامیؒ فرماتے ہیں: ''**إذا کانت لقطة أو غصبا أو رشوة الخ والفقراء مصرفه عند جهل أربابه**'' (ردالمحتار: ۴/ ۳۸۳، کتاب النظر)

نیز امام کردیؒ کے اس جزئیہ سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے جو الجامع الوجیز میں ہے نیز امام ابو یوسفؒ کی کتاب الآثار سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے اسی وجہ سے مفتی محمد شفیع صاحبؒ، مفتی مہدی حسنؒ اور حضرت مفتی محمود حسن صاحبؒ و دیگر اکابرین بھی اسی کے قائل ہیں کہ سود کے پیسے کو مدارس کی تعمیر، کنواں، راستہ، نل، رفاہ عام میں لگانا جائز نہیں۔

اور اگر اصولی اعتبار سے دیکھا جائے تو ''**إذا اجتمع الحلال والحرام فغلب الحرام وإذا اجتمع المبيح والمحرم فغلب المحرم**'' سے بھی جانب عدم جواز احوط معلوم ہوتا ہے۔

(۵) ربوٰ فضل: دو چیزوں کا کمی بیشی کے ساتھ باہم لین دین کرنا جبکہ اس میں کمی بیشی درست نہ ہو اس قسم کا تعلق خاص طور پر بیع صرف سے ہے۔

اس کے بعد یہ عرض کرنا غالباً خارج از موضوع اور تطویل لا طائل کے مرادف نہ ہوگا کہ جن چیزوں سے معاملات کا تعلق ہوتا ہے اس کی تین قسمیں ہیں گو یہ بھی استقرائی ہیں:

(۱) کیلی۔ (۲) وزنی۔ (۳) غیر کیلی غیر وزنی۔ کسی چیز کے مکیل یا موزون ہونے کی صفت کو اصطلاح فقہاء میں قدر کہتے ہیں اور اس کی حقیقت کو جنس کہتے ہیں پھر اشیاء کی جنس

وقدر کے اعتبار سے چار قسمیں ہیں:

(۱) متحد الجنس متحد القدر جیسے گیہوں اور جو۔ (۲) غیر متحد الجنس غیر متحد القدر جیسے بکری کی بیع بکری سے۔ (۳) متحد الجنس غیر متحد القدر جیسے کپڑے کی بیع کپڑے سے کہ جنس ایک ہے نہ کیلی ہے نہ وزنی۔ (۴) غیر متحد الجنس متحد القدر جیسے گیہوں کی بیع نمک سے۔ ان اقسام کا حکم یہ ہے کہ پہلی قسم میں **سواءً بسواءٍ** اور **یداً بیدٍ** دونوں واجب ہیں ورنہ ربوٰ لازم آئے گا اور دوسری قسم میں نہ **سواءً بسواءً** واجب ہے نہ **یداً بیدٍ** واجب ہے **فبیعوا کیف شئتم** میں داخل ہے اور تیسری قسم میں **یداً بیدٍ** واجب ہے **سواءً بسواءٍ** واجب نہیں اور چوتھی قسم میں بھی صرف **یداً بیدٍ** واجب ہے **سواءً بسواءٍ** واجب نہیں۔

(۶) ہاں البتہ سودی قرض لینے کی حضرات فقہاء نے بعض صورتوں میں اجازت دی ہے اور اس باب میں سرمایہ کل حموی کا ذکر کردہ جزئیہ ہے جو الاشباہ مع الحموی ص ۱۴۹ پر مذکور ہے: ''**یجوز للمحتاج الاستقراض بالربح**'' جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ محتاج سودی قرض لے سکتا ہے لیکن محتاج کی کوئی توضیح وتشریح نہیں کی ظاہر یہی ہے کہ محتاج سے مراد ایسا شخص ہے جو کمائی پر قدرت نہ رکھتا ہو۔ بغیر قرض کے گذارہ کی کوئی صورت نہیں ہو اور قرض بغیر سود کے ملتا نہ ہو چونکہ ایسا شخص اپنی مجبوری کی حد تک معذور ہے اس لئے گنہ گار نہیں ہوگا۔

لیکن کیا وہ لوگ جو صاحبِ ثروت ہیں لیکن قانونی گرفت سے اس قدر مجبور نہیں کہ بلاواسطہ وہ کوئی کام نہیں کرسکتے اگر کارخانہ لگانا ہے۔ فیکٹری بنانی ہے۔ جیپ یا ٹرکٹر خریدنا ہے تو بغیر بینک کے واسطہ کے نہیں خرید سکتے اور ہرگز نہیں خرید سکتے اگر خرید لیا تو لینی کی دینی پڑ جاتی ہے اگر وہ براہِ راست بینک سے کام کرتے ہیں تو جھک مار کے ان کو سود لینا ہوگا ورنہ قرقی ہو جائے گی۔ اب ان حالات میں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا امت مسلمہ کو صرف یہ کہہ دینے سے علماء ومفتیانِ کرام بری ہو جائیں گے کہ کیا ضرورت ہے ٹرک وٹریکٹر وجیپ لینے کی اور کیا ضرورت ہے کارخانہ لگانے کی جبکہ اس گئے گذرے دور میں بھی ایسے افراد ہر جگہ موجود ہیں جو جائز طریقہ کے متلاشی ہیں اور ان کی نگاہیں مفتیانِ کرام کے قرطاس وقلم پر جمی

ہوئی ہیں کیا ایسا ممکن نہیں کہ جس طرح تصویر کھینچوانا حرام ہے لیکن جب قانونی طور پر تصویر لازمی قرار دیدی گئی تو تصویر کھنچوانا جائز ہو گیا اور بیمہ سود وجوا ہونے کی وجہ سے حرام ہے لیکن قانونی مجبوری کی وجہ سے بیمہ جائز ہو گیا کہ بغیر انشورنش کے گاڑی روڈ پر نہیں آسکتی جیسا کہ اکابرین کے فتاویٰ میں اس کی تصریح موجود ہے۔تو کیا کاروباری لائن میں براہِ بینک کاروبار کو عملی شکل دینے کی شرط قانونی مجبوری کے تحت داخل نہیں؟ اور کیا ایسا صاحب ثروت کاروباری مجبوری کی حد تک معذور نہیں؟ ناکارہ کے فہم ناقص کے مطابق توان جزئیات سے جواز کے اشارے ملتے ہیں لیکن ناکارہ کو اس پر اصرار نہیں تاہم یہ پہلو رجحان سے خالی نہیں ہے ارباب افتا کی خصوصی توجہ درکار ہے البتہ ایسا شخص جس کا کاروبار بقدر کفاف ہی نہیں بلکہ اس سے بہت زائد ہے اور کاروبار ایسا ہے کہ اس میں بینک کا کوئی واسطہ نہیں لیکن بر بنائے حبّ دنیا اس کاروبار کو وہ پھیلانا چاہتا ہے لیکن اس کی موجودہ پونجی موجودہ کاروبار میں مشغول ہے اگلے پروگرام کو وجود دینے کے لئے اس پونجی میں منسلک نہیں اس نے اس موقعہ پر بینک کا سہارا لیا اور سودی قرض (لون) لے کر اگلے پروگرام کو بڑھایا تو ایسے شخص کو سودی قرض لینے کی اجازت نہیں دی جائے گی چونکہ یہ شخص نہ محتاج ہے کہ ”**یجوز للمحتاج الاستقراض بالربح**“ جزئیہ کا ترتب ہو سکے اور نہ مجبور ہے کہ الضرورات تبیح المحظورات کلیہ کے تحت اسے معذور قرار دیا جاسکے۔واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم احکم۔

(۷) اس سوال کا جواب بھی سوال نمبر ۶ کے جواب کے ضمن میں آچکا ہے کہ اگر محتاج ہے تو جائز ہے اور اگر مجبور ہے تو بدرجہ مجبوری بوقت مجبوری معذور ہے اور اگر نہ محتاج ہے نہ مجبور ہے تب گنہگار ہوگا تاہم یہ بات ذہن میں رہے کہ جہاں تک فی نفسہ قرض کی بات ہے اس کا لینا تو قرض کے درجہ میں جائز ہے، لیکن چونکہ یہ قرض مفضی الی امر حرام ہے اس لئے ایسے قرض کا لینا ہی ممنوع قرار دیدیا گیا الا یہ کہ محتاج یا مجبور ہو جس طرح حضرات فقہاء نے جوان کو روزہ کی حالت میں بیوی کا بوسہ لینے سے منع کیا ہے کہ بوسہ فی نفسہ حرام نہیں ہے بلکہ جائز ہونے کی وجہ سے یہ بوسہ حرام کام کی طرف مفضی ہوسکتا ہے اس لئے بوسہ ہی سے روک دیا گیا بخلاف بوڑھے

کے کہ اس کے لئے ممنوع نہیں۔

فتاویٰ محمودیہ میں ہے (سوال) گورنمنٹ کی طرف سے کاشت کاروں کو بونے کے لئے سود نیز غلہ، اوکھ، فصل پر دی جاتی ہے فصل کٹنے پر جتنا دیا جاتا ہے اس سے زیادہ مقررہ مقدار میں لے لیا جاتا ہے ظاہر ہے کہ یہ سود ہے۔

(جواب) کاشت کار کو جو ملا ہے وہ قرض ہے سود نہیں پھر اس سے جو مقدار زائد واپس لی گئی وہ سود ہے۔ (۲۴۲/۴)

(۸) اگر سرکاری چھوٹ سے فائدہ اٹھانے کی صورت میں سود دینے کی نوبت نہ آئے تو اس کے لینے میں بظاہر کوئی مضائقہ نہیں چاہے وہ اپنے یہاں چھوٹ والی رقم کو جس نام سے درج کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۹) اس کا جواب بھی سوال ۶ کے جواب کے ضمن میں آچکا ہے ناکارہ کی ناقص سمجھ کے اعتبار سے تو غیر ممالک سے تجارت کی صورت میں حکومت جو سود لیتی ہے شرعاً حکومت کو اس کا کوئی حق نہیں لیکن بدرجۂ مجبوری جس طرح انکم ٹیکس سیل ٹیکس وغیرہ دینا پڑتا ہے اسی طرح حکومت سود کے نام پر گویا کہ بیرونی ملک سے تجارت کا ایک ٹیکس لیتی ہے گو اس کے بعد اصل ٹیکس بھی وصول کرتی ہے لیکن اس کی بھی حیثیت ٹیکس ہی کی ہے گو حکومت کی اصطلاح میں اس کا نام سود ہے اس لئے بیرونی ملک سے تجارت کو اختیار کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۱۰) بینک خواہ سرکاری ہو یا غیر سرکاری اگر مقدار قرض سے زیادہ وہ ادارہ قرض خواہ سے وصول کرتا ہے تو کل قرض جرّ نفعاً حرام (درمختار: ۴/ ۱۷۴) کے تحت دونوں کا حکم ایک ہی ہے دونوں میں کوئی فرق نہیں البتہ سود کی رقم کی ادائیگی میں فرق ہوگا جس کی تفصیل سوال نمبر ۴ کے جواب میں آچکی ہے۔

(۱۱) جن کمپنیوں کا تذکرہ سوال نمبر ۱۱ میں ہے ان کمپنیوں کے واسطہ سے ٹرک وغیرہ خریدنے کی اجازت نکل سکتی ہے اس طور پر کہ خریدار اپنا پیسہ اپنے پاس محفوظ رکھے اور کمپنی سے

رابطہ قائم کر کے اس سے کہے کہ مجھے ایک ٹرک لینا ہے فرض کیجئے اس کی قیمت تین لاکھ ہے لیکن اس پر کمپنی سود کے نام سے جو رقم لے گی وہ تیس ہزار ہے۔ تو کمپنی والے اپنی اس زائد رقم کو اصل قیمت کے ساتھ شامل کر کے کل ثمن تین لاکھ تیس ہزار قرار دیں اور خریدار سے کہیں ہم آپ کو تین لاکھ تیس ہزار میں ٹرک دیں گے اور خریدار اس کو منظور کر لے اب گویا کہ تین لاکھ تیس ہزار میں خریدار نے ٹرک خریدا ہے جب تیس ہزار کو ثمن کا جز قرار دے دیا جائے گا تب خریدار سود دینے والا نہیں کہلائے گا اور ٹرک حاصل ہونے کے بعد ایک مشت خریدار کمپنی کو رقم ادا کر دے گا لیکن یہ اسی شخص کے لئے ہے جس کے پاس پوری رقم موجود ہو لیکن قانونی مجبوری کی وجہ سے ٹرک نہ خرید سکتا ہو ایسے شخص کے لئے بینک کا واسطہ لینے سے یہ بہت اہون ہے اس لئے کہ یہ شکل جو اوپر جواز کی ذکر کی گئی بینک میں اس کا اجراء مشکل ہے اس لئے کہ بینک سے تو ضرورت ظاہر کر کے قرض لینا پڑتا ہے جبکہ یہ شخص ضرورتمند نہیں ہے پھر یہ سود کیسے دے سکتا ہے بخلاف کمپنی کے واسطہ کے وہاں قرض لینے کی ضرورت نہیں صرف اپنی پونجی کی حفاظت کے لئے اور کمپنی کے واسطہ کو بطور ''شو'' کے استعمال کر رہا ہے ہاں اگر اتنی رقم نہ ہو جس سے ٹرک خرید سکے اس کو بہر حال قرض لینا ہے اب یہ چاہے کہ بینک سے قرض لے کر بینک کو سود ادا کرے یا پرائیویٹ کمپنی سے قرض لے کر سود ادا کرے بہر حال اس کو سود ادا کرنا ہے اور یہ نہ محتاج ہے نہ مجبور اس لئے اس کے لئے یہ جائز نہ ہو گا الّا یہ کہ یہ شخص وہی صورت اختیار کرے یعنی جزوِ ثمن کل رقم کو قرار دے کر کمپنی ہی سے ٹرک لے اور کمپنی والے پوری رقم کو ثمن قرار دیں تب اہلِ افتاء کے لئے یہ صورت بھی محل غور ہو گی اور اصل ثمن سے زائد رقم جس کو کمپنی سود کا نام دے رہی ہے خریدار اس کو حق المحنت یا دلالی کے دائرہ میں داخل کر سکتا ہے یا نہیں اس پر غور وفکر کی ضرورت ہو گی۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

۴/۵/۱۴۱۰ھ ۴/۲۱/۱۹۸۹ء یوم الاثنین

سودی رقم کے مصارف کیا ہیں؟

سوال: زید نے بینک میں کچھ رقم جمع کی ایک سال کے بعد بینک نے اپنے ضابطے کے مطابق اس پر سود دیا اس کو زید کہاں کہاں خرچ کرسکتا ہے اس کے مصارف کیا ہیں؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

بینک سے جو سود ملتا ہے اس کے تین مصارف ہیں (۱) اگر انکم ٹیکس یا سیل ٹیکس یا ہاؤس ٹیکس ہو تو اس میں دیدیا جائے۔ (۲) اگر تینوں ٹیکسوں میں سے کوئی ٹیکس نہ ہو تو بلا نیت ثواب فقراء کو دیدیا جائے۔ (۳) رفاہی کاموں میں خرچ کیا جائے۔ لیکن ان تینوں مصارف میں پہلے دو مصارف متفق علیہ ہیں اور تیسرا مصرف مختلف فیہ ہے اور متفق علیہ پر عمل کرنا اولی ہوا کرتا ہے مختلف فیہ پر عمل کرنے سے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۲) إذا كان عند رجل مال خبيث .... ولا يمكنه أن يردّه إلى مالكه ويريد أن يدفع مظلمتة عن نفسه فليس له حيلة الا أن يدفعه إلى الفقراء ...... ولكن لا يريد بذلك الأجر والثواب ولكن يريد دفع المعصية عن نفسه. (بذل المجهود، باب فرض الوضوء ج۱ص۳۶۰ مركز الشيخ أبي الحسن الندوى)

(وكذا فى معارف السنن، باب لا تقبل الصلاة بغير طهور ج۱ص۳۴ البنورية

يردّونها على أربابها إن عرفوهم وإلا تصدقوا بها لأنّ سبيل الكسب الخبيث التصدق إذا تعذر الردّ على صاحبه. (شامى، كتاب الحظر والاباحة، فصل فى البيع ج۶ص۳۸۵ كراچى)

(۱) المالك الحقيقي لهذا المال الحرام الفقراء والمساكين والمصالح العامّة للمسلمين. (أحكان المال الحرام ص۳۳۲ دار النفائس بيروت)

(۲) شمل الردّ حكما لما في جامع الفصولين وضع المغصوب بين يدي مالكه برء وإن لم يوجد حقيقة القبض ...... غصب دراهم انسان من كيسه ثم ردّها فيه بلا علمه برء وكذا لوسلّمه إليه بجهة أخرى كهبة وايداع وشراء وكذا لو أطعمه فأكله. (شامي، كتاب الغصب ج۶ص۱۸۲ کراچی)

(۳) وقد اتفقت الأمّة على أنّ الخروج من الخلاف مستحبّ قطعًا. (إعلاء السنن، كتاب الربا، تحقيق كون الهند دار الحرب أو دار الاسلام ج۱۴ ص۳۶۶ ادارة القرآن کراچی)

کیا سود کا روپیہ انکم ٹیکس میں دیا جاسکتا ہے؟

سوال: انکم ٹیکس اور ویلتھ ٹیکس کی لعنت نے ہر آدمی کو چور بنادیا ہے۔ ٹیکس نہ دینے کی صورت میں پکڑے جانے پر عزت وآبرو کا جنازہ نکل جاتا ہے، ملک کے اندر یا بیرون ملک میں محنت سے کمائی ہوئی دولت کا آدھا حصہ کون حکومت کو دے اب ایسی صورت میں کیا بینک کے سود کا روپیہ انکم ٹیکس اور ویلتھ ٹیکس کی ادائیگی میں دیا جاسکتا ہے؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

انکم ٹیکس، سیل ٹیکس، ہاؤس ٹیکس میں دینا جائز ہے۔(۱)

التعليق والتخريج

(۱) أنّ الضرائب التي تفرض على المسلمين إذا كانت جائزة فإنّه لا ينبغي أن يعالج جورها بأسلوب مجرم لا يقرّه الشرع لأنّ الحرام لا يواجه بالحرام فالمسلم الزاني لا يعاقب بالاعتداء على عرضه بل بجلده أو رجمه .. والضرائب الجائزة لا تواجه بالفائدة الربوية. (أحكام المال الحرام ص۳۳۳ دار النفائس بيروت

غصب دراهم انسان من كيسه ثمّ ردّها فيه بلا علمه برء وكذا لو سلّمه إليه بجهة اخرى كهبة وايداع وشراء وكذا لو أطعمه فاله. وفي الشامية، شمل الردّ حكمًا لما في جامع الفصولين: وضع المغصوب بين يدي مالكه برء وان لم يوجد حقيقي القبض. (شامی، کتاب الغصب ج۶ص۱۸۲ کراچی)

وكذا في فتاوى محمودية ج۱۶ص۳۸۱ مکتبہ شیخ الاسلام)

سودی رقم کے مصارف

سوال: میں نے جو بھی رقم کمائی بیرون ملک میں رہ کر کمائی چونکہ بیرون ملک میں کاروبار کی اجازت نہیں تھی، اس لئے مجبوراً بچت کا روپیہ بینک ہی میں رکھنا پڑا، ایسی صورت میں بینک نے جو سود دیا اسے الگ حساب میں رکھا گیا، کیا اس بینک کے سود سے کالج اسپتال سڑک مسافر خانہ، بیت الخلاء، کنواں، غریبوں اور مسکینوں کی امداد غریبوں کے لئے مکان غریب لڑکیوں کی شادی، فسادات میں لوگوں کی مدد، قرض داروں کے قرض کی ادائیگی مسلمان لڑکوں کو بیرونِ ملک بھیجنا، غریب لڑکوں کی دینی اور دنیاوی تعلیم کا انتظام کیا جاسکتا ہے؟ نہیں کی صورت میں ان کاموں میں جو لاکھوں روپیہ خرچ کیا گیا اس کا کفارہ کیسے ادا کیا جائے، دوسرے یہ کہ ان بقیہ روپیوں کا کیا استعمال ہے تفصیل سے تحریر کریں۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

سودی رقم کے تین مصارف (۱) ہیں (۱) انکم ٹیکس، سیل ٹیکس، ہاؤس ٹیکس۔ ان تینوں میں سے اگر کوئی ٹیکس ہو تو اس میں دیدیں۔ (۲) ورنہ بلا نیت ثواب فقراء مسلمین کو دیدیں۔(۲) (۳) یا رفاہ عام میں خرچ کردیں تیسرا مصرف اگرچہ مختلف فیہ ہے لیکن بہت سے حضرات کے نزدیک اس کی گنجائش ہے، جن جزئیات کا آپ نے سوال میں تذکرہ کیا ہے ان میں سے بعض ۲ اور بعض ۳ میں داخل ہیں۔ اس لئے ان مواقع میں خرچ کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

التعلیق والتخریج

(۱) إذا كان عند رجل مال خبيث .... ولا يمكنه أن يردّه إلى مالكه ويريد أن يدفع مظلمته عن نفسه فليس له حيلة إلاّ أن يدفعه إلى الفقراء .... ولكن لا يريد بذلك الأجر والثواب ۔ (بذل المجهود، باب فرض الوضوء ص۳۶۰ مركز الشيخ ابی الحسن الندوی

(وكذا فی معارف السنن، باب لا تقبل الصلاة بغير طهور ص۳۴ البنورية)

(۱) المالك الحقيقی لهذا المال الحرام الفقراء والمساكين والمصالح العامّة للمسلمين۔ (أحكام المال الحرام ص۳۳۲ دار النفائس بيروت)

(۳) يردّونها على أربابها إن عرفوهم وإلّا تصدقوا بها لأنّ سبيل الكسب الخبيث التصدق إذا تعذر الردّ على صاحبه۔ (شامی، كتاب الحظر والاإباحة، فصل فی البيع ج۶ص۳۸۵ كراچی)

ويبرأ بردّها ولو بغير علم المالك۔ وفی البزّازيّة: غصب دراهم انسان من كيسه ثم ردّها فيه بلا علمه برء وكذا لو سلّمه إليه بجهة اخرى كهبة وايداع أو شراء وكذا لو أطعمه فأكله۔ وفی الشامية: وشمل الردّ حكماً لما فی جامع الفصولين۔ وضع المغصوب بين يدی مالكه برء وأن لم يوجد حقيقة القبض۔ (شامی، كتاب الغصب ج۶ص۱۸۲ كراچی)

وقد انفقت الأمّة على أنّ الخروج من الخلاف مستحبّ قطعًا۔ (إعلاء السنن، كتاب الربا، بحقيق كون الهند دار الحرب أو دار الاسلام ج۱۴ ص۳۶۶ ادارة القرآن كراچی)

سودی کاروبار میں حصہ لینے کا حکم

سوال: ننانوے ۹۹ رفیصد بڑے کاروبار غیر مسلموں کے ہاتھوں میں ہیں، چندلوگ ملکر ایک بڑی کمپنی بناتے ہیں، اوراس کے حصے عام لوگوں سے بیچتے ہیں۔ جسے مسلمان بھی چاہےتو خرید سکتا ہے جس میں سالانہ پانچ فی صد سے پچاس فیصد تک منافع ملتے ہیں لیکن ان کمپنیوں کا تاریک پہلو یہ ہے کہ تقریباً ساری کمپنیاں بینکوں سے بھی سود پر پیسے لیتی ہیں، اور فائدہ بانٹنے سے پہلے بینکوں کا سود ادا کرتی ہیں، اب ایسی صورت میں کیا ایک مسلمان اپنا روپیہ ایسی کمپنیوں کے حصے خریدنے میں لگا سکتا ہے اور کیا فائدہ لینا جائز ہے؟ اس کے علاوہ وہ حصے کی قیمت بھی بڑھتی رہتی ہے، مثلاً سو روپیہ کا ایک حصہ دو چار سال بعد کمپنی کی اچھی کارکردگی پر دوسو اور تین سو بھی ہوسکتا ہے، اور کبھی کبھی نقصان کی صورت میں سو روپیہ کا حصہ اسّی روپیہ بھی ہوجاتا ہے ان حصص کو ہر روز بازار کے بھاؤ سے بیچا اور خریدا جاسکتا ہےتو کیا سو روپیہ کے حصہ کو اگر دوسو میں بیچ دیا جائے تو یہ جائز ہے؟ واضح رہے کہ اس بڑھی ہوئی قیمت پر تقریباً آدھا فائدہ گورنمنٹ کو انکم ٹیکس کی صورت میں دینا ہوگا۔ گورنمنٹ کا ایک ادارہ ہے جس کا نام یونٹ ٹرسٹ آف انڈیا ہے، یہ ادارہ بھی چھوٹی پونجی والوں کا روپیہ لیکر حصہ دیتا ہے اور ان روپیوں کو بڑی بڑی کمپنیوں کا حصہ خریدنے میں لگاتا ہے، اور ان بڑی بڑی کمپنیوں سے جو فائدہ حاصل ہوتا ہے اس کا اسی یا نوے فیصد فائدہ کی صورت میں ان چھوٹے چھوٹے روپیہ لگانے والوں کو واپس کردیتا ہے۔ لیکن آج کل یہ ادارہ سود پر قرض بھی بڑی بڑی کمپنیوں کو دینے لگا ہے جیسا کہ معلوم ہوا ہے کہ اس ادارہ میں ندوہ لکھنؤ کا روپیہ بھی لگا ہوا ہے میں نے بھی کئی سال پہلے اس ادارہ سے یونٹ خریدا تھا کیا اس کا فائدہ جائز ہے؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

چونکہ یہ کاروبار سودی رقم پر مشتمل ہے اس لئے اس کی شرکت درست نہیں۔ (۱)

اگر اس میں سود لینا یا دینا نہیں پڑتا تو شرکت میں کوئی مضائقہ نہیں۔

التعلیق والتخریج

(۱) قال الله تعالیٰ: أحلّ الله البیع وحرّم الربوا۔ (سورۃ البقرۃ: ۲۷۵)

یا أیّہا الذین اٰمنوا لا تأکلوا الربوا اضعافا مضاعفۃ۔ (آل عمران: ۱۳۰)

عن جابر رضی الله عنه قال لعن رسول اللهﷺ اکل الربا ومؤکله وکاتبه وشاهدیه وقال هم سواء۔ (مشکاۃ شریف ج۱ ص۲۴۴ مکتبہ ملت)

ولا تعاونوا علی الإثم والعدوان۔ (سورۃ المائدۃ: ۲)

سود کی رقم سے اسکول کی تعمیر کا حکم

سوال: کیا زید بینک اور ڈاکخانہ سے ملی ہوئی سود کی رقم کسی ایسے پرائمری اسکول کی عمارت کی تعمیر ومرمت کے لئے دے سکتا ہے، جہاں صرف مسلم بچے بچیوں کی تعلیم ہوتی ہے، اگر جواب اثبات میں ہے تو کیا زید کے لئے یہ بتانا ضروری ہوگا کہ یہ رقم سود کی ہے؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

جائز نہیں ہے۔(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) إذا کان عند رجل مال خبیث ... ولا یمکنه أن یردّہ إلی مالکه ویرید أن یدفع مظلمته عن نفسه فلیس له حیلة إلاّ أن یدفعة إلی الفقراء .... ولکن لا یرید بذلك الأجر والثواب ولکن یرید دفع المعصیة عن نفسه۔ (بذل المجهود، باب فرض الوضوء ج۱ ص۳۶۰ مرکز الشیخ أبی الحسن الندوی

(وکذا فی معارف السنن، باب ما جاء لا تقبل الصلاۃ بغیر طهور ج۱ ص۳۴ المکتبة البنوریة)

(۲) قال علماؤنا أنّ سبيل التوبة ممّا بيده من الأموال الحرام إن كانت من رباً فليردّها على من أربى عليه ويطلبه إن لم يكن حاضرًا فإن أيس من وجوده فليتصدق بذلك عنه. (تفسیر قرطبي، سورۃ البقرۃ:۲۷۹ ج ۲ ص ۳۹۸ دار البیان العربي)

(۳) يردّونها على أربابها إن عرفوهم وإلاّ تصدقوا بها لأنّ سبيل الكسب الخبيث التصدق إذا تعذر الردّ على صاحبه. (شامي، کتاب الحظر والإباحة، فصل في البیع ج ۶ ص ۳۸۵ کراچی)

المالك الحقيقي لهذا المال الحرام هم الفقراء والمساكين والمصالح العامّة للمسلمين. (أحكام المال الحرام ص۳۳۲ دار النفائس بيروت)

سودی رقم کا مصرف

سوال: جامع مسجد پولی کی رقم نیشنل بینک دھنگھٹما میں جمع تھی تقریباً دس ہزار روپئے اس کا سود ہے اب وہ رقم جامع مسجد ہذا کے بیت الخلاء کی تعمیر میں خرچ کر سکتے ہیں یا نہیں؟ اور گاؤں کے مدرسہ عربیہ کے بیت الخلاء کی تعمیر میں صرف کرنا جائز ہے یا نہیں؟

اگر نہیں تو اس کا مصرف کیا ہے۔ جواب مرحمت فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

سودی رقم کے تین مصارف (۱) ہیں: (۱) انکم ٹیکس یا سیل ٹیکس یا ہاؤس ٹیکس میں دیدیا جائے۔ (۲) اگر تینوں قسموں کے ٹیکس میں سے کوئی ٹیکس نہ ہو تو بلا نیت ثواب فقراء مسلمین کو دیدیا (۲) جائے۔ (۳) رفاہ عام و بیت الخلاء سڑک، نل، کنواں میں خرچ کر دیا جائے۔

لیکن ان مصارف ثلاثہ میں سے پہلے کے دو مصرف متفق علیہ ہیں اور تیسرا مصرف فقہاء عصر کے درمیان مختلف فیہ ہے اور متفق علیہ پر عمل کرنا اولیٰ ہے مختلف فیہ پر عمل کرنے سے۔ (۳)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۲) إذا كان عند رجل مال خبيث ... ولا يمكنه أن يردّه إلى مالكه ويريد أن يدفع مظلمته عن نفسه فليس له حيلة إلاّ أن يدفعه إلى الفقراء .... ولكن لا يريد بذلك الأجر والثواب ولكن يريد دفع المعصية عن نفسه. (بذل المجهود، باب فرض الوضوء ج۱ ص۳۶۰ مركز الشيخ أبي الحسن الندوى

(وكذا فى معارف السنن، باب ما جاء لا تقبل الصلاة بغير طهور ج۱ ص۳۴ المكتبة البنورية)

يردّونها على أربابها إن عرفوهم وإلاّ تصدقوا بها لأنّ سبيل الكسب الخبيث التصدق إذا تعذر الردّ على صاحبه. (شامى، كتاب الحظر والإباحة، فصل فى البيع ج۶ص۳۸۵ كراچى)

(۱) المالك الحقيقى لهذا المال الحرام هم الفقراء والمساكين والمصالح العمّة للمسلمين. (أحكام المال الحرام ص۳۳۲ دار النفائس بيروت)

شمل الردّ حكما لما فى جامع الفصولين وضع المغصوب بين يدى مالكه برء وإن لم يوجد حقيقة القبض. (شامى، كتاب الغصب ج۶ص۱۸۲ كراچى)

وفى البزّازيّة: غصب دراهم انسان من كيسه ثم ردّها فيه بلا علمه برء وكذا لو سلّمه إليه بجهة أخرى كهبة وإيداع أو شراء وكذا لو أطعمه فأكله. (شامى، كتاب الغصب ج۶ص۱۸۲ كراچى)

(۳) وقد اتفقت الأمّة على أنّ الخروج من الخلاف مستحبّ قطعًا. (إعلاء السنن، كتاب الربا، بحقيق كون الهند دار الحرب أو دار الاسلام ج۱۴ ص۳۶۶ ادارة القرآن كراچى)

حاکم کو رشوت دینے کا حکم

سوال: حکومت ہند کے کسی حاکم سے ہمارا کوئی شرعی کام ہو یا ہماری دوسری کوئی ضرورت ہو اگر یہ بغیر رشوت لئے ہمارا کام نہ کریں تو ان کو رشوت دینا کیسا ہے؟ ایسی حالت میں رشوت دے سکتے ہیں یا نہیں؟ شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

اپنا حق وصول کرنے کے لئے بدرجہ مجبوری رشوت دے سکتے ہیں، دینے والا گنہگار نہیں، البتہ ایسی صورت میں لینے والا گنہگار ہوگا۔ کذا فی الشامی۔ (۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۱) لا بأس بالرشوة إذا خاف على دينه۔ وتحته فى الشامية: دفع المال للسلطان الجائر لدفع الظلم عن نفسه وماله ولاستخراج حق له ليس برشوة يعنى فى حق الدافع۔ (شامى، كتاب الحظر والإباحة، فصل فى البيع ج۶ص۴۲۲، ۴۲۳ كراچى)

ومنها إذا دفع الرشوة خوفًا على نفسه أو ماله فهو حرام على الآخذ غير حرام على الدافع وكذا إذا طمع فى ما له فرشاه ببعض المال۔ (البحر الرائق، كتاب القضاء ج۶ص۲۶۲ سعيد۔ والشامى، ج۵ص۳۶۲ كراچى)

أمّا إذا أعطى ليتوصل به إلى حق أو ليدفع به عن نفسه ظلماً فلا بأس به۔ (مرقاة المفاتيح، كتاب الإمارة والقضاء، باب رزق الولاة وهداياهم، الفصل الثانى ج۷ ص۲۲۸ اشاعت الاسلام دهلى)

وكذا فى الهندية، كتاب الهبة، الباب الحادى عشر فى المتفرقات ج۴ ص۴۳۱ زكريا)

سود کے پیسوں کے مصارف

سوال: بیاج کا پیسہ غریبوں کو، مسجدوں میں، یتیم خانے میں یا اسلامی مکتب میں کتنی اور کون سی جگہ پر دینا بہتر ہے؟

محمد الیاس خان
۱۱۲۴ اے ایل شیواجی نگر بمبئی ۴۳

الجواب: حامدًا ومصلیًا

بیاج کے روپئے کے تین مصارف ہیں: (۱)

(۱) اگر انکم ٹیکس یا سیل ٹیکس یا ہاؤس ٹیکس ہو تو اس میں دیدیا جائے۔ (۲)

(۲) اگر مذکورہ بالا ٹیکس میں سے کوئی ٹیکس نہ ہو تو بلا نیت ثواب فقراء کو دیدیا جائے۔

(۳) رفاہ عام میں خرچ کیا جائے لیکن اس میں مفتیان عصر کا اختلاف ہے اور متفق علیہ پر عمل کرنا بہتر ہے مختلف فیہ پر عمل کرنے سے۔ (۳)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۲) إذا كان عند رجل مال خبيث ... ولا يمكنه أن يردّه إلى مالكه ويريد أن يدفع مظلمته عن نفسه فليس له حيلة إلاّ أن يدفعه إلى الفقراء .... ولكن لا يريد بذلك الأجر والثواب ولكن يريد دفع المعصية عن نفسه. (بذل المجهود، باب فرض الوضوء ج۱ ص۳۶۰ مركز الشيخ أبي الحسن الندوي

(وكذا في معارف السنن، باب ما جاء لا تقبل الصلاة بغير طهور ج۱ ص۳۴ المكتبة البنورية)

يردّونها على أربابها إن عرفوهم وإلاّ تصدقوا بها لأنّ سبيل الكسب الخبيث

التصدق إذا تعذر الردّ على صاحبه. (شامی، کتاب الحظر والإباحة، فصل فی البیع ج۶ص۳۸۵ کراچی)

(۱) المالك الحقيقي لهذا المال الحرام هم الفقراء والمساكين والمصالح العامّة للمسلمين. (أحكام المال الحرام ص۳۳۲ دار النفائس بيروت)

ويبرأ بردّها و لو بغير علم المالك وفي البزّازيّة: غصب دراهم انسان من كيسه ثم ردّها فيه بلا علمه برء وكذا لو سلّمه إليه بجهة أخرى كهبة وإيداع أو شراء وكذا لو أطعمه فأكله. وفي الشامية: شمل الردّ حكما لما في جامع الفصولين وضع المغصوب بين يدي مالكه برء وإن لم يوجد حقيقة القبض. (شامی، کتاب الغصب ج۶ص۱۸۲ کراچی)

(۲) وقد اتفقت الأمّة على أنّ الخروج من الخلاف مستحبّ قطعًا. (إعلاء السنن، کتاب الربا، تحقیق کون الهند دار الحرب أو دار الاسلام ج۱۴ ص۳۶۶ ادارة القرآن کراچی)

شادی کے لئے رقم ڈپوزٹ کرنے کا

سوال: لڑکی کی شادی کے لئے پانچ ہزار روپیہ ڈاکخانہ میں یا بینک میں پانچ برس کے لئے جمع کردیا گورنمنٹ اس کو ساڑھے سات ہزار روپیہ دیتی ہے رقم کے علاوہ ڈھائی ہزار روپیہ دیتی ہے خیر زکوٰۃ تو واجب ہوجاتی ہے، برس لگنے پر رقم کے علاوہ جو روپیہ ملتا ہے وہ لینا جائز ہے کہ نہیں؟

محمد الیاس خان
۲۴ ۱۱اے ایل شیواجی نگر بمبئی ۴۳

الجواب: حامدًا ومصليًا

بینک میں صرف اسی وقت روپیہ جمع کرنا جائز ہے جب اپنے پاس حفاظت کی کوئی

ضورت نہ ہو، بینک سے سود حاصل کرنے کے لئے اس میں روپیہ جمع کرنا جائز نہیں (۱) بینک سے جو سودی رقم ملتی ہے اس پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے لیکن اس کو بینک میں نہ چھوڑا جائے بلکہ لے کر مندرجہ ذیل مصارف میں خرچ کر دیا جائے: ۲()

(۱) اگر انکم ٹیکس یا سیل ٹیکس یا ہاؤس ٹیکس ہو تو اس میں دیدیا جائے۔

(۲) اگر مذکورہ بالا ٹیکس میں سے کوئی ٹیکس نہ ہو تو بلا نیت ثواب فقراء کو دیدیا جائے۔

(۳) رفاہ عام میں خرچ کیا جائے لیکن اس میں مفتیان عصر کا اختلاف ہے اور متفق علیہ پر عمل کرنا بہتر ہے مختلف فیہ پر عمل کرنے سے۔ (۳)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) کلّ قرض جرّ منفعة فهو ربا. (کنز العمال، فصل فی لو احق کتاب الدین ج۶ ص۲۳۸ رقم: ۱۵۵۱۶ موسسة الرسالة)

(۲) أمّا الذی یرجع إلی نفس القرض فهو أن لا یکون فیه جرّ منفعة فإن کان لم یجز: (البدائع الصنائع، کتاب القرض ج۷ ص۳۹۵ سعید)

الربا هو فضل خال عن عوض. (شامی، کتاب الربا ج۵ ص۱۶۸ کراچی)

أحلّ الله البیع وحرّم الربوا. (سورۃ البقرۃ: ۲۷۵)

إذا کان عند رجل مال خبیث ... ولا یمکنه أن یردّه إلی مالکه ویرید أن یدفع مظلمته عن نفسه فلیس له حیلة إلاّ أن یدفعه إلی الفقراء .... ولکن لا یرید بذلك الأجر والثواب. (بذل المجهود، باب فرض الوضوء ج۱ ص۳۶۰ مرکز الشیخ أبی الحسن الندوی

(۲) المالك الحقیقی لهذا المال الحرام هم الفقراء والمساکین والمصالح العمّة للمسلمین. (أحکام المال الحرام ص۳۳۲ دار النفائس بیروت)

يردّونها على أربابها إن عرفوهم وإلاّ تصدقوا بها لأنّ سبيل الكسب الخبيث التصدق إذا تعذر الردّ على صاحبه. (شامی، کتاب الحظر والإباحة، فصل فی البیع ج۶ص۳۸۵ کراچی)

(۳) وقد اتفقت الأمّة على أنّ الخروج من الخلاف مستحبٌ قطعًا. (إعلاء السنن، کتاب الربا، بتحقيق كون الهند دار الحرب أو دار الاسلام ج۱۴ ص۳۶۶ ادارة القرآن کراچی)

بینک میں جمع کی ہوئی رقم سے زائد رقم کا حکم

سوال: پچاس روپیہ ماہ جمع کیا پانچ برس تک اس کا گورنمنٹ ساڑھے چار ہزار روپیہ دیتی ہے شریعت میں لینا مناسب ہے یا نہیں؟

محمد الیاس خان

۱۱۲۴ اے ایل شیواجی نگر بمبئی ۴۳

الجواب: حامدًا ومصليًا

۵۰ روپیہ ماہانہ کے اعتبار سے پانچ برس میں جمع شدہ رقم کی مقدار تین ہزار ہوتی ہے حکومت ساڑھے چار ہزار جو دیتی ہے بینک سے پورا لیکر اس میں سے ڈیڑھ ہزار روپیہ انکم ٹیکس، سیل ٹیکس، ہاؤس ٹیکس یا فقراء کو دیدیں۔(۱) اپنی ضرورت میں اس کو خرچ کرنا جائز نہیں۔(۲)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۱) منّ من اكتسب مالًا بغير حق فإمّا أن يكون كسبه بعقد فاسد .... أو بغير عقد ..... ففي جميع الأحوال المال الحاصل له حرام عليه، ولكن إن أخذه من غير عقد لم يملكه ويجب عليه أن يردّه على مالكه إن وجد المالك وإلاّ جميع

الصور یجب علیه أن یتصدق بمثل تلك الأموال علی الفقراء. (بذل المجهود، باب فرض الوضوء ج۱ ص۳۵۹ مرکز الشیخ ابی الحسن الندوی

(۲) ثم یتصدّق به علی الفقراء ولا یصرفه إلی حوائج نفسه. (إعلاء السنن، باب الربوا فی دار الحرب ج۱۴ ص۳۵۹ ادارۃ القرآن کراچی)

کلّ قرض جرّ منفعة فهو ربا. (کنز العمال، فصل فی لو احق کتاب الدین ج۶ ص۲۳۸ رقم: ۱۵۵۱۶ موسسة الرسالة)

یردّونها علی أربابها إن عرفوهم وإلاّ تصدقوا بها لأنّ سبیل الکسب الخبیث التصدق إذا تعذر الردّ علی صاحبه. (شامی، کتاب الحظر والإباحة، فصل فی البیع ج۶ ص۳۸۵ کراچی)

وکذا فی معارف السنن، باب لا تقبل الصلاة بغیر طهور ج۱ ص۳۴ المکتبة البنوریة)

جیون بیمہ کا حکم

سوال: جیون بیمہ لوگ کرتے ہیں وہ کیسا ہے؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

جیون بیمہ جائز نہیں۔(۱) نوٹ: یہ فتوی پہلے کا ہے۔لیکن بعد میں حضرات اہل علم نے اس کی اجازت دے دی ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) قال الله تعالی: أحلّ الله البیع وحرّم الربوا. (البقرة: ۲۷۵)

الآدمی مکرم شرعًا وإن کان کافرًا فایراد العقد علیه وابتذاله به والحاقه بالجمادات إذلال له أی وهو غیر جائز. (شامی، باب البیع الفاسد، مطلب الآدمی

مکرم شرعًا ولو کان کافرًا ج۷ص۲۲۵المکتبۃ الاشرفیۃ)

وکذا فی مجمع الأنھر، باب البیع الفاسد ج۳ص۸۵ فقیہ الأمّت

القمار من القمر الذی یزداد تارۃ و ینقص أخری وسمی القمار قمارًا لأنّ کل واحد من المقامرین یجوز أن یذھب مالہ إلی صاحبہ ویجوز أن یستفید مال صاحبہ فیجوز الازدیاد والانتقاص فی کل واحد منھما فصار قمار وھو حرام بالنص.(تبیین الحقائق، مسائل شتی قبیل کتاب الفرائض ج۶ص۲۲۷ مکتبہ امدادیہ ملتان وکذا فی الشامی. کتاب الحظر والاباحۃ ج۶ص۴۰۳ کراچی)

یا أیّھا الذین اٰمنوا إنّما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوہ لعلکم تفلحون. (سورۃ المائدۃ: ۹۰)

سود کی رقم بھائی کو دینے کا حکم

سوال: بیاج کا روپیہ بھائی کو دیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

بیاج کا روپیہ بھائی کو دے سکتے ہیں بشرطیکہ وہ غریب ومحتاج ہو اگر خوش حال ہو تو دینا جائز نہیں ۔(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) یجوز للمسلم إذا کان عندہ مال حرام أن ینفق ھذا المال علی نفسہ وعیالہ إذا کان فقیرًا محتجاًا إلی ھذا المال ولم یعرف لہ مالکًا یردّہ إلیہ. (أحکام المال الحرام ص۲۸۴ دار النفائس بیروت)

ثم یتصدّق بہ علی الفقراء ولا یصرفہ إلی حوائج نفسہ. (إعلاء السنن، باب الربوا

فی دار الحرب ج۱۳ص۳۵۹ ادارۃ القرآن کراچی)

ویستفاد من کتب فقهائنا کالهدایة وغیرها أنّ من ملك بملك خبیث ولم یمکنه الرد إلی المالك فسبیله التصدق علی الفقراء ...... قال والظاهر أنّ المتصدق بمثله ینبغي أن ینوي به فراغ ذمته ولا یرجو به المثوبة. (معارف السنن، باب ما جاء لا تقبل الصلاة بغیر طهور ج۱ص۳۴ المکتبة البنوریة)

(۳) قال علماؤنا أنّ سبیل التوبة مما بیده من الأموال الحرام إن کانت من رباً فلیردّها علی من أربی علیه ویطلبه إن لم یکن حاضرًا فإن أیس من وجوده فلیتصدق بذلك عنه. (تفسیر قرطبي، سورۃ البقرۃ: ۲۷۹ ج ۲ ص ۳۹۸ دار البیان العربي)

سبیل الکسب الخبیث التصدق إذا تعذر الردّ علی صاحبه. (شامی، کتاب الحظر والإباحة ج۶ص۳۸۵ کراچی)

سودی رقم کو سودی رقم کی ادائیگی میں دینے کا حکم

سوال : بینک وغیرہ سے سودی رقم حاصل کر کے سودی رقم کی ادائیگی میں دیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ نیز ان رقومات کے مصارف کیا کیا ہیں؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

سودی رقم کے مصارف تین ہیں (۱) انکم ٹیکس یا سیل ٹیکس یا ہاؤس ٹیکس میں دیا جائے (۲) بلا نیت ثواب فقراء پر تقسیم کر دیا جائے۔ (۳) رفاہ عام میں خرچ کیا جائے۔ (۱)

لیکن ان میں اول الذکر، دو مصارف متفق علیہ ہیں اور تیسرے میں اختلاف ہے اور متفق علیہ پر عمل کرنا اولی ہے مختلف فیہ پر عمل کرنے سے۔ (۲) البتہ سودی رقم کو حکومت کی طرف سے عائد کردہ سود میں دینا جائز نہیں ہے۔ (۳)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۱) إذا كان عند رجل مال خبيث ... ولا يمكنه أن يردّه إلى مالكه ويريد أن يدفع مظلمته عن نفسه فليس له حيلة إلاّ أن يدفعة إلى الفقراء .... ولكن لا يريد بذلك الأجر والثواب ولكن يريد دفع المعصية عن نفسه. (بذل المجهود، باب فرض الوضوء ج۱ ص۳۶۰ مركز الشيخ أبي الحسن الندوى

ويستفاد من كتب فقهائنا كالهداية وغيرها أنّ من ملك بملك خبيث ولم يمكنه الرد إلى المالك فسبيله التصدق على الفقراء ...... قال والظاهر أنّ المتصدق بمثله ينبغي أن ينوى به فراغ ذمته ولا يرجو به المثوبة. (معارف السنن، باب ما جاء لا تقبل الصلاة بغير طهور ج۱ ص۳۴ المكتبة البنورية)

سبيل الكسب الخبيث التصدق إذا تعذر الردّ على صاحبه. (شامى، كتاب الحظر والإباحة ج۶ ص۳۸۵ كراچى)

(۲) ويبرأ بردّها و لو بغير علم المالك وفى البزّازيّة: غصب دراهم انسان من كيسه ثم ردّها فيه بلا علمه برء وكذا لو سلّمه إليه بجهة اخرى كهبة وايداع أو شراء وكذا لو أطعمه فأكله. وفى الشامية: شمل الردّ حكما لما فى جامع الفصولين وضع المغصوب بين يدى مالكه برى وإن لم يوجد حقيقة القبض. (شامى، كتاب الغصب ج۶ ص۱۸۲ كراچى)

(۳) أنّ الضرائب التى تفرض على المسلمين إذا كانت جائرة فإنّه لا ينبغى أن يعالج جورها بأسلوب محرم لا يقرّه الشرع لأنّ الحرام لا يواجه بالحرام فالمسلم الزانى لا يعاقب بالاعتداء على عرضه بل بجلده أو رجمه ..... والضرائب الجائرة لا تواجه بالفائدة الربوية. (أحكام المال الحرام ص۳۳۳ دار النفائس بيروت)

(۴) وقد اتفقت الأمّة على أنّ الخروج من الخلاف مستحبّ قطعًا. (إعلاء السنن، كتاب الربا، تحقيق كون الهند دار الحرب أو دار الاسلام ج۱۴ ص۳۶۶ كراچى)

بینک سے ملی ہوئی سودی رقم کا حکم

سوال: بینکوں (سودی بینکوں) میں روپیہ جمع کرنا بغرض تحفظ درست ہے یا نہیں؟ جمع کرنے کے بعد سودی پیسہ لیا جائے یا بینک میں چھوڑ دیا جائے جب کہ سودی پیسہ بینک کے خدام اپنے مصرف میں لاتے ہیں یا سرکاری کسی فلاحی کام میں صرف کر دیتے ہیں۔

سودی پیسہ لیکر غرباء و مساکین کو دیدیا جائے یا اسے مکان کی نالی بیت الخلا یا رفاہِ عام کے لئے استنجا خانہ بنا دیا جائے تو کیا حکم ہے؟ ہمارے یہاں ایک مفتی صاحب نے یہ فتویٰ بلا دلیل دیا ہے جس پر لوگوں کو اعتراض ہے لہٰذا اس فتویٰ کی نوعیت و حجت بھی اجاگر فرمایا جاوے فتویٰ کی عبارت یہ ہے۔

بینک وغیرہ سے موصول شدہ سودی رقم واجب التصدق ہے جس کے مصارف خالص غرباء و فقراء ہیں اپنی یا مسجد کی نالی یا استنجا خانہ اور بیت الخلاء بنانا درست نہیں بینک وغیرہ سے جو بھی سودی رقم قسط وار مل سکے اسے بلا تاخیر بینک سے نکال لیا جاوے اور تحفظ مال کے طور پر بلا نیت ثواب غرباء میں تقسیم کر دی جاوے۔

الجواب: حامدًا ومصلیًا

اگر گھر پر حفاظت کی کوئی صورت نہ ہو تو بغرض تحفظ بینک میں روپیہ جمع کرنا درست ہے لیکن سودی پیسہ بینک میں نہ چھوڑا جائے بلکہ لے لیا جائے۔

بینک سے جو سودی رقم ملتی ہے اس کے تین مصارف ہیں: (۱)

(۱) اگر سیل ٹیکس یا انکم ٹیکس یا ہاؤس ٹیکس ہو تو اس میں دیدیا جائے۔

(۲) اور اگر کوئی ٹیکس نہ ہو تو بلا نیت ثواب فقراء کو دیدیا جائے۔

(۳) رفاہ عام کی چیزوں کے بنوانے میں خرچ کیا جاوے پہلے دو مصارف متفق علیہ ہیں اور تیسرا مصرف مفتیان عصر کے درمیان مختلف فیہ ہے اور متفق علیہ پر عمل کرنا اولیٰ ہے مختلف فیہ پر عمل کرنے سے (۲) اور اپنی کسی ضرورت میں استعمال کرنا بہر حال

جائز نہیں۔(۳)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) إذا کان عند رجل مال خبیث ... ولا یمکنه أن یردّه إلی مالکه ویرید أن یدفع مظلمته عن نفسه فلیس له حیلة إلاّ أن یدفعه إلی الفقراء .... ولکن لا یرید بذلك الأجر والثواب ولکن یرید دفع المعصیة عن نفسه۔ (بذل المجهود، باب فرض الوضوء ج۱ ص۳۶۰ مرکز الشیخ أبي الحسن الندوی

(۳) ثم یتصدّق به علی الفقراء ولا یصرفه إلی حوائج نفسه۔ (إعلاء السنن، باب الربوا فی دار الحرب ج۱۴ ص۳۵۹ ادارۃ القرآن کراچی)

ویستفاد من کتب فقهائنا کالهدایة وغیرها أنّ من ملك بملك خبیث ولم یمکنه الرد إلی المالك فسبیله التصدق علی الفقراء ...... قال والظاهر أنّ المتصدق بمثله ینبغي أن ینوی به فراغ ذمته ولا یرجو به المثوبة۔ (معارف السنن، باب ما جاء لا تقبل الصلاة بغیر طهور ج۱ ص۳۴ المکتبة البنوریّة)۔

سبیل الکسب الخبیث التصدق إذا تعذر الردّ علی صاحبه۔ (شامی، کتاب الحظر والإباحة ج۶ ص۳۸۵ کراچی)

أنّ الضرائب التی تفرض علی المسلمین إذا کانت جائرة فإنّه لا ینبغي أن یعالج جورها بأسلوب محرم لا یقرّه الشرع لأنّ الحرام لا یواجه بالحرام فالمسلم الزانی لا یعاقب بالاعتداء علی عرضه بل بجلده أو رجمه ..... والضرائب الجائرة لا تواجه بالفائدة الربویة۔ (أحکام المال الحرام ص۳۳۳ دار النفائس بیروت

(۲) وقد اتفقت الأمّة علی أنّ الخروج من الخلاف مستحبّ قطعًا۔

(إعلاء السنن، کتاب الربا، تحقیق کون الهند دار الحرب أو دار الاسلام ج ۱۴ ص ۳۶۶ ادارۃ القرآن کراچی)

سود کی رقم رشوت میں دینے کا حکم

سوال: زید کے پاس بینک انٹرسٹ کی رقم ہے اور اس کو کسی کاروبار کے سلسلے میں رشوت دینی پڑ رہی ہے یا بیاج دینا پڑ رہا ہے تو وہ اس بینک انٹرسٹ کی رقم کو ان دونوں جگہوں پر استعمال کرسکتا ہے یا نہیں؟ جبکہ گندی رقم کو گندے جگہ پر استعمال کرنا ہے۔

عبداللہ قاسمی مدرسہ عربیہ انوارالاسلام اپرانڈا گاؤں ر پورلہ ناسک مہاراشٹر

الجواب: حامدًا ومصليًا

پیشاب سے پائخانہ صاف کرنے سے کپڑا شرعاً پاک نہیں ہوتا، رشوت میں سود کی رقم دینا درست نہیں، غیرواجبی ٹیکس میں دیا جاسکتا ہے یا بلا نیت ثواب علماء فقراء کو دیا جاسکتا ہے۔(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۱) أنّ الضرائب التى تفرض على المسلمين إذا كانت جائزة فإنّه لا ينبغى أن يعالج جورها بأسلوب محرم لا يقرّه الشرع لأنّ الحرام لا يواجه بالحرام فالمسلم الزانى لا يعاقب بالاعتداء على عرضه بل بجلده أو رجمه ..... والضرائب الجائزة لا تواجه بالفائدة الربوية. (أحكام المال الحرام ص ۳۳۳ دار النفائس بيروت

ويبرأ يردّها و لو بغير علم المالك وفى البزّازيّة: غصب دراهم انسان من كيسه ثم ردّها فيه بلا علمه برء وكذا لو سلّمه إليه بجهة اخرى كهبة وايداع أو شراء وكذا لو أطعمه فأكله. وفى الشامية: شمل الردّ حكما لما فى جامع الفصولين وضع المغصوب بين يدى مالكه برء وإن لم يوجد حقيقة القبض. (شامی، کتاب الغصب ج۶ ص۱۸۲ کراچی)

پرائیویٹ انگریزی کالج میں سود کی رقم لگا سکتے ہیں یا نہیں؟

سوال: پرائیویٹ انگریزی کالج میں سود کی رقم لگائی جاسکتی ہے یا نہیں؟ دلائل کے ساتھ تسلی بخش جواب تحریر فرمائیں۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

سودی رقم کے تین مصارف ہیں:

(۱) غیر واجبی ٹیکس۔ (۲) بلا نیت ثواب فقراء ومساکین۔ (۳) رفاہ عام۔

لیکن مصرف نمبر ایک و دو متفق علیہ ہے، اور مصرف تین مختلف فیہ ہے اور متفق علیہ پر عمل کرنا اولیٰ ہے مختلف فیہ پر عمل کرنے سے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۱) إذا كان عند رجل مال خبيث ... ولا يمكنه أن يردّه إلى مالكه ويريد أن يدفع مظلمته عن نفسه فليس له حيلة إلاّ أن يدفعه إلى الفقراء .... ولكن لا يريد بذلك الأجر والثواب ولكن يريد دفع المعصية عن نفسه. (بذل المجهود، باب فرض الوضوء ج۱ص۳۶۰ مركز الشيخ أبي الحسن الندوی

الواجب في الكسب الخبيث تفريغ الذمّة و التخلص منه يردّه إلى أربابه إن علموا وإلاّ إلى الفقراء. (الموسوعة الفقهية ج۳۴ص۲۴۵

إنّ سبيل الكسب الخبيث التصدق إذا تعذر الردّ على صاحبه. (شامی، كتاب الحظر والإباحة ج۶ص۳۸۵ كراچی)

(وكذا في معارف السنن، باب لا تقبل الصلاة بغير طهور ج۱ ص۳۴ المكتبة البنورية)

أنّ الضرائب التی تفرض علی المسلمین إذا کانت جائزة فإنّه لا ینبغی أن یعالج جورها بأسلوب محرم لا یقرّه الشرع لأنّ الحرام لا یواجه بالحرام فالمسلم الزانی لا یعاقب بالاعتداء علی عرضه بل بجلده أو رجمه ..... والضرائب الجائزة لا تواجه بالفائدة الربویة۔ (أحکام المال الحرام ص ۳۳۳ دار النفائس بیروت

(۲) وقد اتفقت الأمّة علی أنّ الخروج من الخلاف مستحبٌّ قطعًا۔ (إعلاء السنن، کتاب الربا، تحقیق کون الهند دار الحرب أو دار الاسلام ج ۱۴ ص ۳۶۶ ادارة القرآن کراچی)

جان و مال کا انشورنس جائز ہے یا نہیں؟

سوال :انشورنس دوکان کا یا جان کا موجودہ حالات میں جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

انشورنس میں قمار (جوا) ربوا (سود) وغیرہ منصوص محرمات قطعیہ (۱) کے پائے جانے کی وجہ سے ہمارے اسلاف وا کا برنا جائز ہونے کا فتویٰ دیتے رہے، لیکن ماضی قریب کے بدلے ہوئے حالات نے انشورنس پر مفتیان کرام کو سنجیدگی سے غور کرنے پر مجبور کر دیا چنانچہ تقریباً بیس سال قبل اس مسئلے پر دارالعلوم ندوہ لکھنؤ میں ایک کانفرنس ہوئی جس میں اکابرین وفضلاء امت نے شرکت کی اور ملک کے بگڑے ہوئے حالات کی روشنی میں مسئلے کے سارے زاویوں پر غور کر کے ایک عالمانہ فیصلہ کیا جو تجویز کی شکل میں آج محفوظ ہے اور چند سال سے ملکی حالات کے تحت انشورنس کا مسئلہ پھر موضوع بحث بنا ہوا ہے، چنانچہ ڈھائی سال قبل حیدر آباد کے فقہی سیمینار میں اس پر بحثیں کی گئیں اور حضرات علماء وارباب افتاء کی آراء حاصل کی گئیں۔اس کے بعد چند ماہرین فقہ وفتاویٰ کی ایک کمیٹی بنادی گئی جس نے انشورنس کے سارے زاویوں پر مع مالہ وما علیہ حالات حاضرہ کی روشنی میں غور کیا۔اور ۳۰/۳۱/اکتوبر اور ۱/۲/نومبر کو اعظم گڈھ میں ہونے والے فقہی سیمینار میں ایک تجویز انشورنس سے متعلق سارے

علماء ارباب افتاء کے اتفاق سے پاس کی گئی، جس کا حاصل یہ ہے کہ حالات حاضرہ کے تحت دوکان واسباب وسرمایہ کے انشورنس کی اجازت ہے البتہ لائف انشورنس میں قمار اور ربوا جیسی منصوص محرمات کو قبول وتسلیم کرتے ہوئے فقہی ضابطہ "**الضرورات تبیح المحظورات**" (۲) کے تحت لائف انشورنس کی گنجائش فراہم کی گئی لیکن فیصلہ مبتلا بہ کو خود قواعد اسلام وضوابط فقہ کی روشنی میں کرنا ہے اگر مبتلا بہ کی نظر میں ضرورت کے درجہ میں داخل ہے تو اس کے لئے گنجائش ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۱) قال الله تعالى: أحلّ الله البيع وحرّم الربوا۔ (البقرة: ۲۷۵)

يا أيّها الذين امنوا إنّما الخمر والميسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشيطان فاجتنبوه لعلكم تفلحون۔ (سورة المائدة: ۹۰)

القمار من القمر الذي يزداد تارة و ينقص أخرى وسمي القمار قمارًا لأنّ كل واحد من المقامرين يجوز أن يذهب ماله إلى صاحبه ويجوز أن يستفيد مال صاحبه فيجوز الازدياد والانتقاص في كل واحد منهما فصار قمار وهو حرام بالنص۔ (تبيين الحقائق، مسائل شتى قبيل كتاب الفرائض ج۶ ص۲۲۷ مكتبه امداديه ملتان

وكذا في الشامي۔ كتاب الحظر والاباحة ج۶ ص۴۰۳ كراچى)

(۲) الضرورات تبيح المحظورات۔ (قواعد الفقه ص۸۹ دار الكتاب

الحاجة تنزل منزلة الضرورة عامّة كانت أو خاصة۔ (الاشباه والنظائر، الفن الأول، القاعدة الخامسة الضرر يزال ج۱ ص۲۶۷ دار الكتاب)

سود کی ایک شکل

سوال : زید و بکر کسی مال کا سودا کرتے ہیں اور بیچنے والے کو روپیہ کی ضرورت ہوتی ہے وہ کسی تیسرے شخص کے پاس خریدنے والے کا پرچہ لیکر جاتا ہے اور کہتا ہے کہ اس پر آپ نقد کا فائدہ (نقد کی چھوٹ) لیکر ہم کو پیسہ دیدیں اور خریدار سے متعینہ مدت میں آپ کا پیسہ مل جائے گا اس کا جو نفع تیسرے شخص نے لیا وہ سود ہے یا نفع؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

تیسرے شخص کا یہ کاروبار کہ موعود ڈرافٹ یا پرچہ لیکر چھوٹ کا فائدہ حاصل کرتا ہے اس طرح وہ نفع اندوزی کرتا ہے اس کا نفع مشکوک ہے، یہ سب سود ہی کی بدلی ہوئی شکلیں ہیں۔(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۱) كلّ قرض جرّ منفعة فهو ربا. (كنز العمال، فصل فى لو احق كتاب الدين ج۶ ص۲۳۸ رقم: ۱۵۵۱۶ موسسة الرسالة)

أمّا الذى يرجع إلى نفس القرض فهو أن لا يكون فيه جرّ منفعة فإن كان لم يجز: (البدائع الصنائع، كتاب القرض ج۷ص۳۹۵ سعيد)

أحلّ البيع وحرّم الربوا (سورة البقرة:۲۷۵) وتحته فى تفسير القرطبى حرّم الربوا: الالف واللام هنا للعهد وهو ما كانت العرب تفعله كما بيّناه ثمّ تتناول ما حرّمه رسول الله ﷺ و نهى عنه من البيع الذى يدخله الربا وما فى معناه من البيوع المنهى عنها. (تفسير القرطبى ج۲ص۳۹۱ دار البيان العربى)

قوله تعالى: لا تأكلوا أموالكم بينكم بالباطل. (سورة النساء: ۲۹) وفى روح

المعانی: المراد من الأكل سائر التصرفات ... والمراد بالباطل ما يخالف الشرع كالربا والقمار والبخس والظلم .... وعن الحسن هو ما كان بغير استحقاق من طريق الأعواض۔ (تفسیر روح المعانی ج۳ص۲۲ زکریا)

ينهى الله تعالى عبادة المؤمنين عن أن يأكلوا أموال بعضهم بعضًا والقمار و ما جرى مجرى ذلك من سائر صنوف الحيل۔ (تفسیر ابن کثیر ج۲ص۲۳۸ زکریا)

رشوت دیکر کسی زمین پر قبضہ کرنا کیسا ہے؟

سوال: زید نے ایک گرام سماج زمین کو قانون کی روشنی میں دفعہ ۲۲۹/ بی، ایس، ڈی، ایم کے آرڈر کے ذریعہ حاصل کیا، ایس، ڈی، ایم کے آرڈر کے ذریعہ حاصل کرنے کے بعد اسی آرڈر کے حوالہ سے چک بندی کے حکام سے زید نے اس گرام سماج زمین کے آرڈر کی تصدیق کرایا، اس طرح گویا کہ ایس، ڈی، ایم اور چک بندی کے حکام دونوں کے مشترکہ اجازت سے زید نے وہ زمین حاصل کی، لیکن بعض مجبوریوں کی وجہ سے کاغذات میں زید کا نام داخل خارج کے مرحلہ تک نہیں پہونچ سکا، چونکہ داخل خارج عمل کے لئے عجلت سے کام نہیں لیا، اسی اثناء میں عمر نامی ایک دوسرے شخص نے جھوٹ بول کر اور رشوت دیکر غیر قانونی طور پر وہ زمین جو زید نے ایس، ڈی، ایم اور چک بندی کے حکام سے جائز اور قانونی طور سے حاصل کی تھی اس کو مختلف غیر مشروع تدابیر کے ذریعہ اپنے نام کروالیا۔ اب دریافت طلب یہ ہے کہ مذکور فی السوال زمین کا حقدار زید ہے یا عمر؟ اور عمر نے جو یہ حرکت کی ہے صحیح ہے یا غلط؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

صورت مسئولہ میں وہ گرام سماج زمین جس کو زید نے جائز طریقہ قانون کے راستے سے ایس، ڈی، ایم سے اپنے لئے حاصل کی اور پھر چک بندی کے حکام سے اس آرڈر اور اجازت کی تصدیق بھی ہوگئی تو شرعاً وقانوناً وہ زمین زید کی ہوگئی، اس زمین کو غیر قانونی طریقہ پر

جھوٹ بول کر اور رشوت کے ذریعہ سے عمر کا اپنے نام کرالینا غلط ہے، اور جھوٹ (۱) اور رشوت (۲) دونوں کی ممانعت اور مذمت حدیث پاک میں آئی ہے، نیز کسی مسلمان کے حق کو غلط طریقہ پر چھیننے اور ہڑپ کرنے اور نقصان پہونچانے کی مذمت وممانعت بھی حدیث پاک میں وارد ہوئی ہے۔ (۳) لہٰذا عمر کو چاہئے کہ زید کا قانونی وشرعی حق اس کے حوالہ کرکے ظلم اور ضرر سے اپنے اور دوسرے کو بچائے۔ (۴)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۲) قال النبیؐ ﷺ الراشی والمرتشی فی النار۔ (المعجم الأوسط ج۱ ص۵۵۰ رقم: ۲۰۲۶ دار الکتاب العلمیة بیروت)

(۱) قال اللہ تعالیٰ: لعنة اللہ علی الکاذبین۔ (سورۃ آل عمران:۶۱)

قال رسول اللہ ﷺ .... وإیّاکم والکذب فإنّ الکذب یهدی إلی الفجور و انّ الفجور یهدی إلی النار وما یزال الرجل یکذب ویتحرّی الکذب حتی یکتب عند اللہ کذابا۔ (مشکوٰۃ شریف، باب حفظ اللسان والغیبۃ والشتم ج ۲ص ۴۱۲ مکتبہ ملت)

(۴) عن أبی ذر رضی اللہ عنه النبیؐ ﷺ فیما روی عن اللہ تبارك وتعالی أنّه قال: یا عبادی! إنی حرمت الظلم علی نفسی وجعلته بینکم محرمًا فلا تظالموا۔ (صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب تحریم الظلم ج۲ص۳۲۰ یاسر ندیم دیوبند)

(۵) یا أیّها الذین اٰمنوا لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل۔ (سورۃ النساء: ۲۹)

وفی روح المعانی: المراد من الأکل سائر التصرفات ... والمراد بالباطل ما یخالف الشرع کالربا والقمار والبخس والظلم .... وعن الحسن هو ما کان بغیر استحقاق من طریق الأعواض۔ (تفسیر روح المعانی ج۳ص۲۲ زکریا)

وکذا فی تفسیر ابن کثیر: ینهی اللہ تعالی عبادۃ المؤمنین عن أن یأکلوا اموال

بعضهم بعضًا والقمار و ما جرى مجرى ذلك من سائر صنوف الحيل. (تفسير ابن كثير ج۲ص۲۳۸ زکریا)

(۳) قال رسول الله ﷺ من أخذ شبرًا من الأرض ظلمًا فإنّه يطوقه يوم القيامة من سبع أرضين. (مشكاة شريف، كتاب الغصب ج۱ص۲۵۴ مكتبه ملت)

بینک کے سودی پیسہ کے مصرف کی تفصیل

سوال: بینک کے سودی پیسہ کے بارے میں فرمائیں کہ اس کو کہاں خرچ کیا جائے؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

سود لینا سود دینا سود کی گواہی دینا باعث لعنت ہے"**لعن رسول الله ﷺ اٰكل الربوا وموكله وكاتبه وشاهديه وقال هم سواء**" راہ مسلم۔(۱)

لیکن اپنی جائز کمائی بغرض حفاظت اگر کسی شخص نے بینک میں رکھی تو اس پر ملنے والی سود کی رقم کو چھوڑا نہ جائے، لینے کے بعد اس کے مصرف میں اس کو صرف کرنا واجب ہے، اور اس کے مصارف تین ہیں: (۲) غیر واجبی ٹیکس میں دیدیا جائے، بلا نیت ثواب فقراء مسلمین پر تقسیم کر دیا جائے، رفاہی کاموں میں خرچ کر دیا جائے، لیکن ان مصارف ثلاثہ میں سے پہلے دو مصارف متفق علیہ ہیں اور تیسرا مصرف مختلف فیہ ہے اور متفق علیہ پر عمل کرنا اولیٰ ہے مختلف فیہ سے ۔(۳)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۱)(مشکاۃ شریف، باب الربواج ۱ص ۲۴۴ مکتبہ ملت)

(۲) إذا كان عند رجل مال خبيث ... ولا يمكنه أن يردّه إلى مالكه ويريد أن يدفع

مظلمته عن نفسه فليس له حيلة إلاَّ أن يدفعه إلى الفقراء .... ولكن لا يريد بذلك الأجر والثواب ولكن يريد دفع المعصية عن نفسه۔ (بذل المجهود، باب فرض الوضوء ج۱ ص۳۶۰ مركز الشيخ أبي الحسن الندوى

الواجب في الكسب الخبيث تفريغ الذمّة و التخلص منه بردّه إلى أربابه إن علموا وإلاَّ إلى الفقراء۔ (الموسوعة الفقهية الكوتية ج۳۴ ۲۴۵

(۳) السبيل في المعاصى ردّها۔ وذلك ههنا بردّ المأخوذ إن تمكنّ من ردّه بأن عرف صاحبه، وبالتصدّق به إن لم يعرفه ليصل إليه نفع ماله إن كان لا يصل إلى عين ماله۔ (الفتاوى الهندية، كتاب الكراهية، الباب الخامس عشر في الكسب ج۵ ص۳۴۹ رشيديه)

انّ سبيل الكسب الخبيث التصدق إذا تعذر الردّ على صاحبه۔ (شامى، كتاب الحظر والإباحة ج۶ ص۳۸۵ كراچى)

(۴) وقد اتفقت الأمّة على أنّ الخروج من الخلاف مستحبٌ قطعًا۔ (إعلاء السنن، كتاب الربا، تحقيق كون الهند دار الحرب أو دار الاسلام ج۱۴ ص۳۶۶ ادارة القرآن كراچى)

لائف انشورنس اور سودی رقم کا حکم

سوال: میں ایک سرکاری ملازم ہوں، الحمدللہ اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کیا کرتا ہوں، حکومتی قانون کے تحت مجھے اپنی تنخواہ کا سالانہ انکم ٹیکس بھی دینا پڑتا ہے، انکم ٹیکس سے بچنے کے لئے ملازمین چند صورتیں اپناتے ہیں جو حکوت ہی کا فراہم کیا ہوا ہے، جیسے لائف انشورنس کرانا، اندراو کاش پتر خریدنا وغیرہ، اگر ہم نے پچاس ہزار روپیہ کا دو سال کا انشورنس کرایا جس کی سالانہ فقط ہم نے پچیس ہزار روپیہ جمع کرایا تو پچیس ہزار روپیہ کا بیس فی صد یعنی پانچ ہزار روپیہ اس لگنے والے انکم ٹیکس کی رقم سے گھٹ جائے گا بقیہ پچیس ہزار روپیہ دوسرے سال

جمع کریں گے تو پھر دوسرے سال پانچ ہزار روپیہ کی راحت ملے گی اور پچاس ہزار جو ہم نے جمع کیا ہے دو سال کی مدت پوری ہوجانے پر کمپنی کے اصول کے تحت دس بیس یا جتنا فی صد راس پچاس ہزار میں جوڑ کر کمپنی ہمیں واپس کرے گی اسی طرح اندرا وکاش پتر وغیرہ خریدنے پر بھی راحت ہے۔ مسئلہ یہ درپیش ہے کہ مذکورہ صورتیں اپنانے پر انکم ٹیکس سے بچنے کے لئے ایک ناجائز فعل کا ارتکاب کرنا پڑتا ہے، اور مذکورہ صورت نہیں اپنانے پر انکم ٹیکس دینا پڑتا ہے۔

(۱) کیا انکم ٹیکس سے بچنے کے لئے لائف انشورنس کرانا یا اندرا وکاش وغیرہ خریدنا جائز ہے؟

(۲) اگر جائز ہے تو کیا لائف انشورنس کرانا یا اندرا وکاش پتر وغیرہ پر حاصل شدہ زائد رقوم کو اپنے مصرف میں خرچ کرنا جائز ہے؟

(۳) اگر اس شرط کے ساتھ جائز ہو کہ لائف انشورنس پر حاصل زائد رقوم کو اپنے مصرف میں خرچ نہ کرے، بلا نیت ثواب غریبوں پر خرچ کر دیا جائے، تو اس صورت میں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ لائف انشورنس کرانے والے کا پورا وقت ختم ہونے سے قبل ہی انتقال کر جائے تو اس کے ورثاء کو لائف انشورنس کا پیسہ ملے گا، صاحب معاملہ تو اب دنیا میں نہیں رہا معلوم نہیں ورثاء اس پیسہ کا کہاں اور کیسے استعمال کریں گے، اگر ورثاء سارے پیسہ کو مصرف میں صرف کر لیتے ہیں تو اس کا گناہ کس کو ہوگا؟ کیا لائف انشورنس کرانے والا اس سے بری الذمہ ہوگا؟

(۴) کیا بینکوں سے حاصل شدہ سود کی رقم سے انکم ٹیکس ادا کیا جا سکتا ہے؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

(۱) انکم ٹیکس سے بچنے کے لئے مذکورہ فی السوال صورتوں میں سے کسی بھی صورت کو اختیار کر سکتے ہیں، کوئی مضائقہ نہیں۔ (۱)

(۲) البتہ زائد رقم جو ملتی ہے وہ سود ہے اس کو ذاتی مصرف میں استعمال کرنا ممنوع ہے۔ (۲)

(۳) صاحب معاملہ اس انداز کے معاملات کی اطلاع اپنی حیات میں اپنے ورثاء کو

کر دے یا وصیت نامہ لکھ کر تکیہ کے نیچے رکھ دے جس میں صراحت ہو کہ اتنی رقم سود کی ہے، اس کو ذاتی مصرف میں استعمال نہ کیا جائے۔ اس طرح صاحب معاملہ بری الذمہ ہو جائے گا۔ (۳)

(۴) کیا جا سکتا ہے، بلکہ مصارف ثلاثہ میں سے پہلا مصرف یہی ہے جو سارے علماء ومفتیان کے نزدیک متفق علیہ ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) وأكثر النوائب في زماننا بطريق الظلم فمن تمكّن من دفعه عن نفسه فهو خير له۔ وإن أعطى فليعط من عجز۔ (شامي، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع ج۶ ص۴۲۲)

إذا كانت الضرائب حرامًا واستطاع المسلم أن يتهرّب من دفعها فذلك له جائز۔ (أحكان المال الحرام ص۳۳۳ دار النفائس بيروت)

(۳) ثم يتصدّق به على الفقراء ولا يصرفه إلى حوائج نفسه۔ (إعلاء السنن، باب الربوا في دار الحرب ج۱۴ ص۳۵۹ ادارة القرآن كراچی)

(۴) لو مات الرجل وكسبه من بيع الباذق أو الظلم أو أخذ الرشوة يورّع الورثة ولا يأخذون منه شيئًا وهو أولى بهم ويردّونها على أربابها إن عرفوهم وإلاّ تصدقوا بها لأنّ سبيل الكسب الخبيث التصدق إذا تعذر الردّ على صاحبه۔ (شامي، كتاب الحظر والاباحة، فصل في البيع ج۶ ص۳۸۵ كراچی)

(۵) الواجب في الكسب الخبيث تفريغ الذمّة و التخلص منه بردّه إلى أربابه إن علموا وإلاّ إلى الفقراء۔ (الموسوعة الفقهية الكويتية ج۳۴ ۲۴۵)

(۶) إذا كان عند رجل مال خبيث ... ولا يمكنه أن يردّه إلى مالكه ويريد أن يدفع

مظلمته عن نفسه فليس له حيلة إلاّ أن يدفعه إلى الفقراء .... ولكن لا يريد بذلك الأجر والثواب ولكن يريد دفع المعصية عن نفسه. (بذل المجهود، باب فرض الوضوء ج۱ ص۳۶۰ مركز الشيخ أبي الحسن الندوي)

سرکاری سودی قرض لینے کا حکم

سوال: آج کل سرکار کی طرف سے اقلیت کی ترقی کے لئے اقلیتی فلاح کے نام سے فنڈ (سودی قرضے) دیئے جارہے ہیں، اس فنڈ کا لینا اور اس سے کاروبار کرنا کیسا ہے؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

سود کو شریعت نے مطلقاً حرام قرار دیا ہے، البتہ مجبور محتاج کے لئے اس کی گنجائش ہے۔ **يجوز للمحتاج الاستقراض بالربح** (الاشباہ) اور محتاج وہ شخص ہے جو کمانے کی قدرت نہ رکھتا ہو اور اسے بغیر سود کوئی قرض بھی نہ دے رہا ہو کہ وہ اپنا گزارا کرسکے، تو ایسی صورت میں اس کے لئے سودی قرض لینا جائز ہوگا اور وہ گنہگار بھی نہ ہوگا، لہٰذا مبتلیٰ بہ خود غور کرلے کہ وہ محتاج کی فہرست میں آتا ہے یا نہیں؟

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۱) يجوز للمحتاج الاستقراض بالربح. (الاشباه والنظائر، الفن الأول، القاعدة الخامسة الضرر يزال ج۱ ص۲۶۷ دار الكتاب)

(۲) أنّ من اضطرّ ولا يجد ما يحيي به نفسه من حلال أو حرام كالميتة، أو ما يتحصل من المال بالسوال يجوز له الاستقراض بالربح ليستبقي به نفسه وإلا فلا. (إعلاء السنن، باب الصرف والواطلة ج۱۴ ص۴۵۰ ادارة القرآن كراچي)

(۳) الضرورات تقدر بقدرها. قواعد الفقه ص۸۹ دار الكتاب ديوبند)

کتاب النذروالایمان

اگر میں اچھا ہوگیا تو جان کی زکوٰۃ میں بکرا دوں گا

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ زید بیمار رہوا اوراس نے یہ منت مانی کہ اگر میں اچھا ہوگیا تو اپنی جان کی زکوٰۃ ایک بکرا دوں گا تو کیا ایسی منت ماننا جائز ہے کہ نہیں اگر نہیں ہے تو کیوں اور اگرکسی نے ایسی منت مان لی تو اب اس کو کیا کرنا چاہئے امید کہ اس میں رہبری فرمائیں گے۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

ولو قال ان برئت من مرضى هذا ذبحت شاة او على شاة اذبحها فبرئ لا يلزم شىء لان الذبح ليس من جنسه فرض بل واجب كالاضحية فلا يصح الا اذا زاد والتصدق بلحمها فيلزمه لان الصدقة من جنسها فرض وهى الزكوٰة فتح وبحر (تنویر الابصار مع الدر المختار ج ۲ ص ۷۰، مجمع الانہر ج ۱ ص ۵۴۸، خلاصۃ الفتاویٰ ج ۲ ص ۱۲۹، فتاوی خانیہ ج ۲ ص ۱۶ وفی سکب الانہر ج ۱ ص ۵۴۸) **قنيه لا يلزم القدر بما ليس من جنسه فرض وقد حققته فيما علقت على التنوير**

حضرات فقہاء کرام کے مذکورہ چار اقوال سے میری سمجھ میں یہ آتا ہے کہ یہ نذر صحیح نہیں اوراس کو پورا کرنا ضروری نہیں۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

ولو قال ان برئت من مرضی هذا ذبحت شاة ال علی شاة اذبحها فبرء لا یلزم شیئ لان الذبح لیس ممن جنسه فرض بل واجب کالأضحیة فلا یصح الا إذا زاد والتصدق بلحمها فیلزمه لان الصقة من جنسها فرض وهی الزکاة فتح و بحر

تنویر الابصار مع الدر المختار ج۳ص۷۳۹ کتاب الأیمان

مجمع الانہر

خلاصة الفتاوی ج۲ ص۱۲۹اشرفیة۔

الفتاوی الخانیة علی هامش الهندیة ج۲ص۱۶ رشیدیة

وفی سکب الأنهر ج۲ ص۲۷۵باب الیمین فی الدخول والخروج والاتیان ۔فقیہ الامت

مقسم علیہ کے ارتکاب سے کفارہ لازم ہو جائے گا

سوال: مکرمی حضرت مولانا ومفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عرض یہ ہے کہ کسی نے حلف لیا ہے اس طرح کہ فلاں کے مرضی کے خلاف میں کوئی قدم نہ اٹھاؤں گا اور فلاں جگہ کا ایک دانہ نہ کھاؤں گا اور اگر اس نے اس کے برعکس کر دیا تو کیسا ہے۔

الجواب: حامدًا ومصلیًا

مکرمی زید مجدکم وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

قسم کو توڑنے اور قسم کے خلاف کرنے کی وجہ سے کفارہ دینا پڑتا ہے یعنی ایک غلام کو آزاد کرے یا دس مسکینوں کو کھانا کھلائے یا دس مسکینوں میں ہر ایک کو اتنا کپڑا دے جو اس کے اکثر بدن کو چھپا سکے اور اگر یہ تینوں صورتیں ناممکن ہوں اس کی وسعت نہ ہو تو پھر مسلسل تین دن تک روزہ رکھے کذا فی ملتقی الابحر وهی ای الکفارة عتق رقبة او اطعام عشرة مساکین کما فی عتق الظهار او اطعامه او کسوتهم کل واحد (من العشرة) ثوبا یستر عامة بدنه هو الصحیح فلا یجزی

السراویل فان عجز عن احدھا عند الاداء صام ثلاثۃ ایام متتابعات الخ (ج ۱ ص ۵۴۱) مگر یہ یاد رکھیں کہ بلاوجہ قسم کو نہیں توڑنا چاہئے قسم کی حفاظت حتی الامکان کرنی چاہئے **کما قال اللہ تعالیٰ واحفظوا ایمانکم الآیۃ** کہ کسی حرام کام کے کرنے پر قسم کھالے (مثلاً کسی مسلمان سے ترک تعلق وغیرہ) تو ایسی قسموں کو توڑنا ضروری ہے توڑ کر کفارہ ادا کردیں جیسا کہ بخاری ومسلم میں روایت ہے **قال النبی ﷺ من حلف علی یمین ورأی غیرھا خیرا منھا فلیأت بالذی ھو خیر ثم یکفر عن یمینہ** (کذا فی مجمع الانہر ج ۱ ص ۵۴۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) **قولہ تعالی: مکفارتہ إطعام عسرۃ مساکین من أوسط ماتطجمون أھلیکم أو کسوتھم۔ أو تحریر رقبۃٍ فمن لم یجد فصیام ثلاثۃ أیامٍ۔** سورۃ المائدۃ ال آیۃ: ۸۹

(۲) ملتقی الأبحر ج ۱ ص ۳۱۵ موسۃ السالۃ

(۳) سورۃ المائدۃ رقم الآیۃ: ۸۹

(۴) مجمع الأنہر ج ۲ ۲۶۴ فقیہ الامت کتاب الأیمان۔

کذا فی ملتقی الأبھر وھی أی الکفارۃ عتق رقبۃ أو اطعام عشرۃ مساکین کما فی عتق الظھار أو اطعامہ أو کسوتھم کل واحد (من العشرۃ) ثوبا یستر عامۃ بدنہ ھو الصحیح فلایجوز السراویل فان عجز عن احدھا عند الاداء صام ثلاثۃ ایام متتابعات الخ

ہر جمعہ کو روزہ رکھنے کی نذر مان لینے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں کہ علماء دین ومفتیان شرع متین درج ذیل مسائل میں کہ

زید بیمار تھا اس نے نذر مانی کہ اگر میں صحت یاب ہو جاؤں تو ہر جمعہ کو روزہ رکھا کروں گا اللہ نے صحت دیدی تو کیا زید کو خاص جمعہ ہی کا روزہ رکھنا ضروری ہے یا ہفتہ میں کسی دن روزہ رکھنے سے نذر ادا ہو جائے گی اور کیا زندگی بھر کے ہر جمعہ میں روزہ رکھنا پڑے گا یا اور کوئی شکل نکل سکتی ہے اگر کسی عذر سے جمعہ کا (جبکہ نیت میں پوری زندگی کا ہر جمعہ شامل ہے) نہ رکھ پائے تو قضاء رکھ سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

نذر کے مطابق ہر جمعہ کو روزہ رکھنا ضروری ہے، نذر معین ہونے کی وجہ سے کسی اور دن روزہ رکھنے سے نذر کی ادائیگی نہیں ہوگی اور نذر میں تحدید نہ ہونے کی وجہ سے پوری زندگی کا ہر جمعہ اس میں داخل ہے اور بلا عذر چھوڑنا جائز نہیں اگر کسی عذر کی وجہ سے کسی جمعہ کا روزہ نہیں رکھ سکتے تو اس کی قضا واجب ہے۔ **هذه كلها فى الشامى المجلد الثالث كتاب الايمان**

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(١) عن عائشة رضى الله عنها عن النبى ﷺ قال: من نذر أن يطيع الله فليطعه ومن نذر أن يعصى الله فلا يعصه. (صحيح للبخارى ج٢ص٩٩١ باب النذر فى الطاعة)

(٢) فإن علقه بشرط يريده كأن قدم غائبى أمشق مريضى. يوخى وجوبًا إن وجد الشرط. (الدر المختار مع الشامى) ج٣ص٧٣٨)

(٣) وجد الشرط لزمه الوفاء به لما تلونا و دوينا. (مراقى الفلاح نور الإيضاح مع حاشية الطحطاوى. ص٦٩٥ باب ما يلزم الوفاء به

نذر معین کی ایک شکل

سوال: زید بیمار تھا اس نے نذر مانی کہ اگر میں صحت یاب ہو جاؤں تو ہر جمعہ کو روزہ رکھا کروں گا اللہ نے صحت دیدی تو کیا زید کو خاص جمعہ ہی کا روزہ رکھنا ضروری ہے یا ہفتہ میں کسی دن بھی روزہ رکھنے سے نذر ادا ہو جائے گی؟ اور کیا زندگی بھر کے ہر جمعہ میں روزہ رکھنا پڑے گا یا اور کوئی شکل نکل سکتی ہے؟ اگر کسی وجہ سے جمعہ کا روزہ (جبکہ نیت میں پوری زندگی کا ہر جمعہ شامل ہے) نہ رکھ پائے تو قضاء کر سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

نذر کے مطابق ہر جمعہ کو روزہ رکھنا ضروری ہے، نذر معین ہونے کی وجہ سے کسی اور دن روزہ رکھنے سے نذر کی ادائیگی نہیں ہوگی، اور نذر میں تحدید نہ ہونے کی وجہ سے پوری زندگی کا ہر جمعہ اس میں داخل ہے، اور بلا عذر چھوڑنا جائز نہیں، اگر کسی عذر کی وجہ سے کسی جمعہ کا روزہ نہیں رکھ سکے تو اس کی قضاء واجب ہے۔

ہذہ کلہا فی الشامی المجلد الثالث کتاب الایمان۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) فإن علقه بشرط يريده كأن قدم غائبي أوشفي مريضي يوفي وجوبًا. إن وجد الشرط. (الدر المختار مع الشامي ج۳ص۷۳۸)

(۲) ولو قال مريض: لله علي أن أصوم شهر فمات قبل أن يصح لا شيئ عليه وإن صح ولو يومًا ولم يصمه لزمه الوصية بجميعه على الصحيح كالصحيح إذا نذر ذلك.

(الدر المختار مع الشامي ج۲ص۴۳۷

(۳) وإن كان النذر الشرط معلقًا بشرط إن شفي الله مريضي أو إن قدم فلان

الغئب فلله علی صوم شهرٍ .... فإذا وجد الشرط فعلیه الوفاء بالنذر نفسه۔
الفقه الإسلامی ج۴ ص۲۵۶۸ دار الکفر المعاصر)
(۴) فإذا وجد الشرط لزمه الوفاء به۔ مراقی الفلاح علی نور الإیضاح حاشیة الطحطاوی ص۲۹۵ دار الکتاب

جائز چیز کو قسم کھا کر اپنے او پر حرام کرنا کیسا ہے؟

سوال: اگر کوئی آدمی جائز چیز کے نہ کھانے کے متعلق قسم کھا جائے۔ جیسے میں کبھی بھی چائے نہ پیوں گا یا نہ مچھلی کھاؤں گا تو کفارہ کے طور پر اس کو کتنے روزہ رکھنے ہوں گے؟ یا کیا کچھ کرنا پڑے گا؟ تحریر کریں تاکہ اس کے لئے یہ چیزیں برتنے کے لائق ہو سکے۔ امید کہ واپسی ڈاک سے جلد جواب بھیجنے کی زحمت گوارہ کریں گے۔

محمد ظفر اللہ، مقام پوسٹ رامگڈ ہوا ضلع مشرقی چمپارن (بہار)

الجواب: حامدًا ومصلیًا

ایسی قسم کی اجازت نہیں ہے، اس پر لازم ہے کہ وہ قسم توڑ دے یعنی چائے پی لے اور مچھلی کھالے اور اس کے بعد اس کا کفارہ ادا کردے۔

”اذا حلفت علی یمین فرأیت غیرها خیرا منها فکفر عن یمینك وأئت بالذی هو خیر الخ بخاری شریف ومسلم شریف“ اور کفارہ یہ ہے کہ ایک غلام آزاد کرے، اور یہ اس زمانہ میں ممکن نہیں، اس لئے دس مسکینوں کو کھانا کھلائے، یا دس مسکینوں میں سے ہر ایک کو اتنا کپڑا دیدے کہ وہ اکثر بدن کو چھپا سکے، اور اگر اس کی وسعت وگنجائش نہیں، پھر تین دن مسلسل روزہ رکھے۔ کما قال اللہ تعالیٰ فَكَفَّارَتُهٗٓ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ ؕ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ ؕ

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

(۱)عن عبد الرحمن بن سمرة رضی الله عنه قال: قال النبی ﷺ: یا عبد الرحمن بن سمرة لا بسأل الإمدة. فإنك إن أو ثبت منها ممن مسئلة وكلت إليها. وإن أو ثبتها من غير مسئلة أعنت عليها وإذا حلفت على يمين فرأيت غيرها خيرًا منها فكفر عن يمينك وانت الذى هو خير. الصحيح للبخاری ج۲ ص۹۸۰ کتاب الأيمان والنذور باب قوله الله تعالى .لا يؤاخذ الله ...الخ.)

(۲) هكذا فى الضحيح لمسلم ج۲ ص۴۸ باب من حلف يمينًا فرأى غيرها خيبًا منها .أن يأتى الذى هو خير. ويكفر عن يمينه.)

(۳) سورة المائدة: رقم الآية:۸۹

شرعی قسم کھانے کا حکم

سوال: زبیدہ خاتون اور حیدر علی کے درمیان ایک معاہدہ ہوا تھا وہ یہ کہ حیدر علی نے قسم کھایا قرآن شریف پکڑ کرکہ جب میں شادی کروں گا تو تمہیں سے اور زبیدہ خاتون نے بھی قسم کھائی کہ میں تیرے سوا کسی کے پاس نہیں جاؤں گی (یعنی دونوں میں حلفاً یہ بات طے ہوئی کہ جب شادی کریں گے تو تمہیں سے) یہ بات جس وقت طے کر رہے تھے اس وقت دونوں بالغ تھے آپس میں عہد و معاہدہ ہونے کے بعد لڑکا حیدر علی لکھنو پڑھنے چلا گیا ادھر لڑکی کے والدین نے زبیدہ کی شادی کسی دوسرے لڑکے سے کردی (شہاب الدین سے) اب زبیدہ خاتون دستور کے موافق سسرال میں رہنے لگے کچھ دنوں کے بعد حیدر علی گھر آیا تو کافی افسوس کرنے لگا یہاں تک کہ پاگل ہوگیا زبیدہ کی جدائی سے ادھر زبیدہ بھی اب کافی مغموم رہتی ہے اور اپنی ساس اور شوہر سے کہتی ہے کہ مجھے چھوڑ دیجئے اور اس کا شوہر چھوڑنے پر تیار نہیں اگر زبیدہ کو شوہر کسی طرح منالے تو دونوں نے جو قسم کھائی ہے اس کا کیا حکم ہے؟ نیز لڑکی کا شوہر چھوڑنا نہیں چاہتا ہے اور لڑکی کی ساس اور سسر (خسر اور خوشدامن) چاہتے ہیں کہ اس کو چھوڑ دیا جائے اب لڑکے سے لڑکے کے والدین ناراض ہیں تو آخر لڑکا کیا کرے؟ یہ

فقط اس وجہ سے کہ لڑکی کھانا پکانا نہیں جانتی ہے تو لڑکا کیا کرے؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

زبیدہ کے شوہر کے والدین کی ناراضگی بے جا ہے، کھانا پکانا کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس کے سیکھنے کے لئے سال دو سال درکار ہوں ہفتہ عشرہ میں سیکھ سکتی ہے، لہٰذا اس کو سکھا دیا جائے، اتنی سی بات پر طلاق دینا شرعاً درست نہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مباح چیزوں میں سب سے زیادہ مبغوض طلاق کو قرار دیا ہے، اگر زبیدہ اور حیدر علی نے شرعی قسم کھائی ہے یعنی اللہ اور اس کے صفات کی تو کفارۂ یمین ادا کریں۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) عن ابن عمر من النبی ﷺ قال: أبغض الحلال إلى الله عز وجل الطلاق. سنن أبی داود ج۱ ص۲۹۶ کتاب الطلاق. مکتبہ بلال)

(۲) عن عدی ثم قال قال رسول الله ﷺ. من حلف علی یمین مرأی غیرها خیرًا منها فالبائت الذی هو خیر والشرك یمینه. (الصحیح للمسلم ج۲ ص۴۸) کتاب الأیمان

✪✪✪✪✪

کتاب الوقف

مشترکہ اراضی کا وقف درست ہے یا نہیں؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین مفتیان شرع متین اس استفتاء کے بارہ میں کہ عمرہ نے بحیثیت مالک ہونے کے ایک زمین مدرسہ کے نام وقف کر دی جبکہ اس زمین میں زید اور بکر شریک ہیں برابر حصہ کے ویسے تو وقف کرتے وقت لوگوں نے کہا کہ اگر زید اور بکر طلبگار ہوں اپنے حصہ کے تو عمر نے کہا میں ان کو اپنے حصہ میں سے دوسری جگہ زمین دے دوں گا مگر اب عرصہ کے بعد جب کہ زید اور بکر بالغ ہوشیار ہوئے اور حصہ تقسیم ہوا تو اب زید کسی صورت سے دوسری جگہ لینے کے لئے تیار نہیں اس کا کہنا ہے کہ صرف ہم کو تین ہاتھ زمین دے دی جائے تاکہ ہمارے گھر کا راستہ ہو جائے اور ہم کو نہیں چاہئے اب بات یہ ہے کہ اگر زید کو وہی زمین جو مانگ رہا ہے نہیں ملتی ہے تو اس جگہ سے مدرسہ کا اور دوسرے چند حضرات کی اور زمین کا معاملہ سامنے آکر مقدمہ کی صورت اختیار کر لے گا جس میں کہ دوسروں کا بہت نقصان ہونے کا اندیشہ ہے جھگڑا فساد الگ برپا ہوگا مگر گاؤں والے وہ زمین دینے پر تیار نہیں ہیں آیا اس صورت میں زید کہ وہ زمین دے دی جائے شرعاً و مصلحتاً جھگڑا وفساد سے بچنے کے لئے تو کیسا ہے اور یہ کہ وہ زمین دی جاسکتی ہے یا نہیں جواب سے مطلع فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

الجواب: حامدًا ومصلیًا

صورت مسئولہ میں مفتی بہ قول کے مطابق عمر کا وقف اپنے حصہ میں صحیح ہے باقی زید و بکر کا حصہ اس وقف سے خارج ہے لہٰذا زید و بکر کو اختیار ہے جی چاہے تو اپنا حصہ بھی بعد القبض وقف کر دیں ورنہ موقوفہ زمین سے اپنا حصہ نکال کر اپنے استعمال میں لائیں مدرسہ والوں کو چاہئے کہ زید و بکر کا حصہ تقسیم کر کے ان کے قبضہ و تصرف میں دے دیں وہ جو چاہیں کریں۔

ولو ان رجلین بینھما ارض فوقف احدھما نصیبہ جاز فی قول ابی یوسف“ (عالمگیری (۱) ج ۲ ص ۳۶۷ وملتقی الابحر (۲) ج ۱ ص ۷۳۵ والشامی (۳) ج ۳ ص ۳۶۵)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) الفتاوی الھندیۃ ج۲ص۳۶۷ الباب الثنی فیما یجوز وقفہ وما لایجوز وفی وقف المتاع، رشیدیہ۔)

(۲) (ملتقی الأبحر ج۱ص۴۰۱ کتاب الوقف مؤسۃ الرسالۃ۔)

(۳) (ھکذا فی: شامی ج۳ص۳۶۵ مطلب شروط الواقف علی قولھما نعمانیۃ۔)

ھکذا فی: منحۃ الخالق علی البحر الرائق ج۵ص۲۰۲ کتاب الوقف سعید۔)

أرض بین شریکین وقف أحدھما نصیبہ مشاعًا جاز فی قول أبی یوسف رحمہ اللہ تعالی. و بہ أخذ مشایخ بلخ رحمھم اللہ تعالی ولا یجوز فی قول محمدٍ رحمہ اللہ تعالی وبہ أخذ مشایخنا وأفتوا بہ. (فتاوی قاضیخان ج ۳ ص ۱۷۸ فصل في وقف المشاع بیروت)

وقف میں متولی کا حق تصرف ہوتا ہے یا نہیں؟

سوال: واقف کے منشاء کے مطابق متولی جائداد باری تعالیٰ وقف میں فرائض شرائط کے مطابق ادا کرے تو ثواب ہے اور اگر نہ کرے تو عذاب الٰہی کا مرتکب ہوگا کہ نہیں؟

وقف کی جائداد کی آمدنی سے کسی مدرسہ و مسجد میں دس فیصدی تک استعمال کرنے کے لئے واقف نے لکھا ہے اور اس آمدنی کو نسبتاً کم کرنے کے لئے اور موقوفہ جائداد پر خود بلا کسی اجرت کے لینا یعنی مثل مالک جائداد کے رہنا کیا صحیح ہے؟ واقف نے جائداد مذکور کی آمدنی میں سے کچھ حصہ متولی کو گذارہ کرنے کے لئے دیا اور اپنے خاندان کے افراد کو متولی

قرارتحریر دیایا متولی جائداد مذکورہ کا مالک ہوگایا منتظم، جائداد مذکورکی آمدنی عمارت گرا کرکم کیاہے جس سے وقف کا نقصان کس حد تک درست ہے؟ اور مدرسہ مذکور جو اس رقم سے چلتا تھا وہ بند ہوگیا اس امر میں شریعت سے آگاہ فرمادیں کیا ایسا شخص متولی رہ سکتا ہے؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

اوقاف کے سلسلہ میں واقف کی تصریحات کی اتباع ضروری ہے اس کے خلاف تصرفات (خواہ کلی ہوں یا جزوی) کا متولی ونگراں مجاز نہیں، واقف کی تصریح کے خلاف اوقاف کی آمدنی استعمال کرنے کی صورت میں متولی ونگران مسئول ہوگا۔ **نص الواقف كنص الشارع** (ردالمحتار)(۱) سوال سے واضح انداز میں جوبات مفہوم ہوتی ہے اس کا جواب سپرد قرطاس کردیا ہے اس کے بعد اگر کوئی جزء باقی ہو تو سوال کی وضاحت کے ساتھ مراجعت کرسکتے ہیں۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۱) شرط الواقف كنص الشارع أي في المفهوم والدلالة. (الدر المختار مع الشامي ج۴ص۴۳۳ کراچی)

فإن شرائط الواقف معتبرة إذا لم تخالف الشرع. شامي ج۴ ص۳۴۳ مطلب شرائط الوقف معتبرة. کراچی)

إنهم صرحوا بأن مراعاة غرض الواقفين واجبة. (شامي ج۴ص۴۴۵ کراچی)

شرط الواقف كنص الشارع فيجب اتباعه. (شامي ج۴ص۴۹۵ کراچی)

مشروط وقف کا حکم

سوال: مسماۃ وضیحہ بی بی زوجہ شیخ بخت علی مرحوم نے اپنا مکان وقف علی الاولاد کیا وقف نامہ کے الفاظ یہ ہیں۔

اولیٰ یہ کہ خود ہم مقرہ خود مکان موقوفہ کی متولی رہوں گی۔

دوئم یہ کہ بعد وفات ہم مقرہ مکان مفصلہ ذیل یا متولی میرا پسر شیخ ولی محمد رہے گا۔

سوئم یہ کہ متولی مذکور کا یہ فرض ہوگا کہ وہ ایک روپیہ سالانہ مسجد محلہ پر صرف کر دیا کر دیا کرے گا۔

چہارم یہ کہ مکان موقوفہ محدودہ ذیل کے متولی کو اختیار ہوگا کہ خواہ وہ خود مکان میں رہے خواہ کرایہ پر اٹھا کر منافع سے حسب شرائطِ بالا فائدہ اٹھائے۔

چہارم یہ کہ مکان موقوفہ محدودہ ذیل کے متولی کو اختیار ہوگا کہ خواہ وہ خود مکان میں رہے خواہ کرایہ پر اٹھا کر منافع سے حسب شرائطِ بالا فائدہ اٹھائے۔

پنجم یہ کہ بعد وفات شیخ ولی محمد کے اگر کوئی لڑکا پیدا ہوا تو متولی ہوگا اگر خدانخواستہ کوئی لڑکا پیدا نہ ہوا تو ان کی بی بی مسماۃ وافیہ لے لے مگر اس کی وفات کے بعد احمد حسن محمود حسن، وعین الحسن متولی ہوں گے یا ان لوگوں کی اولاد زندہ رہے گی وہ متولی ہوگی۔ اب سوال یہ ہے کہ احمد حسن لاولد ہونے کی حالت میں فوت ہو چکے اور محمود حسن اولاد چھوڑ کر فوت ہوئے تو کیا محمود حسن کے لڑکوں کو اس مکانِ موقوفہ علی الاولاد میں حق تولیت حاصل ہے یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

اسلامی شریعت میں تنصیص واقف کی مکمل رعایت کی گئی ہے، اسی لئے فقہاء کرام فرماتے ہیں ''**نص الواقف کنص الشارع**'' (۱) لہٰذا حسبِ تصریح واقفہ زوجہ شیخ بخت علی وافیہ کے انتقال کے بعد احمد حسن محمود حسن عین الحسن کی طرف مکان موقوفہ کی تولیت منتقل ہوگئی (۲) اس کے بعد ان میں سے ہر ایک کی اولاد کی طرف نسلاً بعد نسل منتقل ہوتی

چلی جائے گی۔محمود حسن صاحب کا حق تولیت کا سلسلہ ان کے انتقال کے بعد ان کی اولاد کی طرف منتقل ہوگیا۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) ونص أبو عبد الله الدمشقيؒ فی کتاب الوقف عن شیخه شیخ الإسلام قول الفقهاء: نصوصه کنص الشارع یعنی فی الفهم والدلالة۔ (شامی ج۴ ص۴۳۴ مطلب المفهوم معتبر فی عرف الناس والمعاملات والعقلیات کراچی)

(وأیضًا فی: الشامی: ج۴ص۴۳۴ کراچی) ج۴ص۴۹۵ کراچی)

(۲) فی جامع الفصولین من أنه لو شرط الوقف کون المتولی من أولاده وأولادهم لیس للقاضی أن یولی غیرهم بلا خیانةٍ۔ (شامی ج۴ ص۴۲۵ مطلب لا یجعل الناظر من غیر أهل الوقف کراچی)

هکذا فی: (الفتاوی الهندیة ج۲ ص۴۱۲ الباب الخامس فی ولایة الوقف رشیدیة)

ولو شرط أن تکون الولایة له ولأولاده فی تولیة القوام وعزلهم والاستبدال بالوقف، وما هو من أنواع الولایة وأخرجه من یده إلی المتولی جاز۔ (فتاوی قاضیخان ج۳ص۱۷۱ بیروت)

واقف کی تصریح کے خلاف تصرف کا حکم

سوال: (۱) زید کی ایک زمین تھی جو اس کے پارٹنر کے اور اس کے درمیان متنازعہ تھی زید نے اس تنازعہ سے بچنے کے لئے اپنے حصے کی زمین پانچ سو اور ایک ادارہ کے ذمہ داروں کے تحت یہ کہہ کر وقف کی کہ اس جگہ مسجد اور مدرسہ بنایا جائے، گھر والے زید کے اس فعل پر راضی نہیں تھے لیکن زید نے اس وقف کو برقرار رکھا یہ تقریباً نو، دس سال پہلے کی

بات ہے مذکورہ ادارہ کے ذمہ داروں نے اس جانب کوئی توجہ نہیں کی نہ مسجد بنائی نہ مدرسہ نہ اس کی معقول دیکھ بھال کی، جس کی وجہ سے بعض دوسروں نے کچھ حصے پر ناجائز قبضہ بھی کرلیا نتیجہ یہ ہے کہ اب رقبہ کم ہوگیا۔ ادھر متصل پلاٹ پر دوسرے حضرات نے مسجد و مدرسہ دونوں بنالئے لہٰذا اب ضرورت بھی نظر نہیں آتی۔ ذمہ داران مذکور اب یہ چاہتے ہیں کہ یہ زمین فروخت کرکے اپنے ادارہ کی جائداد میں اضافہ اس رقم کے ذریعہ کرسکیں۔ جس کا سودا ابھی انہوں نے کرایا ہے اب سوال یہ ہے کہ (۱) واقف (زید) نے جب کہ یہ جگہ مسجد اور مدرسہ بنانے کے لئے اس کے حوالے کی تھی تو کیا انہیں یہ حق ہے کہ اس کی منشا کے برخلاف زمین کو مسجد و مدرسہ بنانے کے بجائے فروخت کرکے دوسری جائداد اپنے ادارے کے لئے بنائیں؟ یا کسی اور طرح سے خرچ کریں؟ جبکہ واقف زید نے انہیں یہ حق نہیں دیا ہے۔

(۲) زمین کی مناسب دیکھ بھال نہ ہونے کی وجہ سے جو نقصان (رقبہ کم ہوا) اور دوسروں نے غاصبانہ قبضہ کرلیا تو اب ذمہ داران اس کے ذمہ دار ٹھہریں گے یا نیں؟ اور اس وجہ سے ان کا حق تولیت باقی رہتا ہے یا ختم ہوجاتا ہے؟

(۳) تیسرا سوال یہ ہے کہ زید نے بغرض تعمیر مسجد و مدرسہ یہ جگہ ذمہ داران مدرسہ کے حوالہ ضرور کردی تھی۔ مگر نہ اب تک یہاں مسجد بنی نہ مدرسہ بنا نہ نماز ہوئی نہ اذان نہ یہاں بیٹھ کر کسی بچے نے کچھ پڑھا تو کیا وقف مکمل ہوگیا؟ اس صورت میں اگر وقف مکمل نہیں ہوا تو کیا زید (واقف) یہ جگہ پھر واپس لیکر اپنے مصرف میں لاسکتا ہے؟ جواب سے سرفراز فرمائیں۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

(۱) **نص الواقف کنص الشارع** (شامی) کے تحت واقف کی تصریح کے خلاف شیٔ موقوفہ میں تصرف جائز نہیں۔ (۱)

(۲) موقوفہ زمین کے واقف کو چاہئے کہ اخلاقی و قانونی کوشش کرکے مقدار موقوفہ کو حاصل کریں اور غاصبانہ قبضہ ختم کرائیں۔ (۲)

(۳) وقف کردینے کے بعد شیٔ موقوفہ ملکیت واقف سے خارج ہوجاتی ہے، اس کا

فروخت کرنا اس کو واپس لینا جائز نہیں **ویزول ملکہ، بحیث لا یباع ولا یوھب ولا یورث** (مجمع الانہر: ۱/ ۷۳۳)(۳)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) شامی ج۴ص۴۴۳ کراچی)

(۲) عن أبي حرة الرقاشي عن النبي ﷺ قال: لا یحل مال امرء مسلم إلا عن طیب نفسه. (سنن الدار قطني ج۳ص۲۲ دار الإیمان.)

لا یأخذون منه شیئا وھو أولی بھم ویردونھا علی أربابھا. (شامي: ج۶ص ۳۸۵ کراچی)

(۳) مجمع الأنھر ج۲ص۵۷۱ کتاب الوقف فقیه الأمت)

فإذا تم لزم لا یملك ولا یملك ولا یعار ولا یرھن. (شامی ج۴ص۳۵۱ کراچی)

موقوفہ زمین واقف کی رضا اور وصیت کے خلاف دوسری مسجد میں دینے کا حکم

سوال: بیوہ مسمات برکت النساء جن کی عمر ۶۰ سال سے زائد تھی جس کا کوئی وارث نہیں تھا اس کی خدمت میں کرتا تھا بیوی مسمات برکت النساء نے محلہ کے ذمہ داروں کو بلا کر اپنی تمام جائداد منقولہ وغیر منقول مسجد میں وقف کرنے کے لئے کہا، محلہ والوں نے "پرانی گڑیا تالاب کی مسجد" میں وقف کرنے کو کہا بیوہ مسمات برکت النساء نے "پرانی گڑیا تالاب والی مسجد" میں وقف کرنے سے انکار کردیا اور کہا میں دوسری مسجد میں دوں گی اس بات سے محلہ والے ناراض ہوئے چونکہ بیوی میرے یہاں قیام وطعام کرتیت ھی میرے ماں باپ اور گھر والے اور پڑوسیوں کے سامنے اظہار کیا کہ میں اپنی تمام جائداد "مسجد تکیہ کریم

شاہ'' میں دیتی ہوں اس وقت مسجد تکیہ کریم شاہ کے ذمہ داروں کو بلا کر وقف کیا اور کہا کہ مجھ سے لکھوالیں، کاغذات عدالت میں داخل ہونا تھا کہ بیوہ انتقال کرگئی محلہ کے ذمہ داروں نے مرحومہ کی وصیت کردہ ''مسجد تکیہ کریم شاہ'' کے بجائے مسجد ''سی مرغ'' میں جائداد دے دیا۔

(۱) حضرات مفتیان کریم سے استفتاء ہے کہ بیوہ مرحومہ کی جائداد کا کوئی وارث نہ ہونے کی شکل میں کس مسجد کی ہوگی؟

(۲) جن لوگوں نے وصیت کے خلاف دوسری مسجد میں دیا، ان کے بارے میں کیا حکم ہے؟

(۳) اور غیر وقف شدہ مسجد کے لینے والے ذمہ داروں کے بارے میں کیا حکم ہے؟

شریعت کا فیصلہ تحریر فرما کر ممنون ومشکور رہوں۔

الجواب: حامدًا ومصلیًا

(۱-۳) بیوہ نے جس مسجد کو اپنی جائداد وقف کی ہے وہ جائداد اس مسجد کی ہوگئی جن لوگوں نے وصیت کے خلاف دوسری مسجد کو جائداد دی ہے وہ شرعاً غلط ہے اور ایسا کرنے والے بھی غلط کار ہیں عنداللہ مسئول ہوں گے ''نص الواقف کنص الشارع'' (شامی)(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) شامی ج۴ص۴۳۳ کراچی)

شرط الواقف کنص الشارع أي في المفهوم والدلالة۔ (الدر المختار مع الشامي ج ۴ ص ۴۳۳ کراچی)

فإن شرائط الواقف معتبرة إذا لم تخالف الشرع۔ (شامی ج۴ ص۴۳۳ مطلب شرائط الوقف معتبرة۔ کراچی)

شرط الواقف کنص الشارع فیجب اتباعه۔ (شامی ج۴ص۴۹۵ کراچی)

إنهم صرحوا بأن مراعاة غرض الواقفین واجبة۔ (شامی ج۴ص۴۹۵ کراچی)

وقف شدہ قرآن کریم کی فروختگی کا حکم

سوال: زید قرآن مجید ایصالِ ثواب کے لئے مدرسہ میں دیتا ہے تو وہ مدرسہ قرآن شریف کو فروخت کر دیتا ہے یا مدرسہ کسی دیگر مدرسہ میں برائے ایصالِ ثواب دیدیتا ہے۔ اگر ایصالِ ثواب کرنے والا شخص کتب خانہ میں کہتا ہے کہ مجھے یہ قرآن شریف ایصالِ ثواب کے لئے دینا ہے اس کے کہنے پر کتب خانہ والا وقف کی مہر لگا دیتا ہے تو اس صورت میں مدرسہ والے اعتراض کرتے ہیں کہ آپ وقف کی مہر نہ لگائیں چونکہ اس شکل میں قرآن شریف فروخت کرنے میں مدرسہ کو دقت ہوتی ہے۔

اگر ایصالِ ثواب کرنے والا بغیر وقف کی مہر کے قرآن شریف مدرسہ میں دیتا ہے اور مدرسہ سے رسید بھی حاصل کرلیتا ہے اس کے باوجود مدرسہ والے قرآن شریف فروخت کر دیتے ہیں تو کیا حکم ہے؟ تمام مذکورہ صورتوں میں کونسی صورت درست ہے اور کون سی نادرست ہے؟ بینوا توجروا

الجواب: حامدًا ومصليًا

وقف کردہ قرآن شریف کا بیچنا مدرسہ والوں کے لئے صحیح نہیں خواہ اس پر مہر لگی ہو یا نہ لگی ہو (۱) اور وقف کی مہر لگانے میں بھی کوئی حرج نہیں اگر وقف کردہ قرآن شریف کسی مسجد میں ضرورت سے زائد ہو تو اس کو صحیح مصرف میں لانے کی صورت بھی فقہائے کرام نے لکھی ہے اہلِ علم حضرات اسے دیکھ سکتے ہیں۔ بہتر یہ ہے کہ مدرسہ والے ایسے شخص کو جو قرآن شریف ہدیہ کرنا چاہتا ہے، کسی دینی کتاب کا مشورہ دیدیں تا کہ وہ اس کتاب سے حاصل ہونے والا اجر بھی پاتا رہے گا، اور مدرسہ کی یہ ضرورت بھی پوری ہوتی رہے گی، لیکن ایسا جب ہی ہوسکتا ہے کہ وہ پہلے آکر مدرسہ سے مشورہ کریں اور کتب خانہ والے اس سلسلہ میں اہل مدارس کا تعاون کریں۔ لیکن جب کتب خانہ والا یہ چاہے گا کہ کسی طرح میرے کتب خانہ سے قرآن کریم نفع دیکر نکلتا رہے تو لے جانے والے کے اجر وثواب کا یہی حشر ہوگا اس لئے اگر اہلِ مدارس وکتب خانہ

والے "الدین النصیحة" کے تحت قرآن لینے والے کو صحیح مشورہ دیتے رہیں گے تو انشاء اللہ یہ نوبت نہیں آئے گی۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) وفی الخلاصة إذا وقف مصحفًا علی أهل مسجدٍ للقرائة إن کانو یحصون جاز۔ وإن وقف علی المسجد جاز۔ (مجمع الأنهر ج۲ص۵۷۹ فقیه الأمت)

إذا وقف کتبًا وعین موضعًا فإن وقفها علی أهل ذلك الموضع لم یجز نقلها منه لأنهم ولا لغیرهم۔ (شامی ج۴ص۳۶۶ مطلب فی نقل کتب الوقف کراچی)

قال: فی الشرنبلالیة: صرح رحمه الله ببطلان بع الوقف لأنه لی یقبل التملیك ولا التملك وغلط من جعله فاسدًا .... لکنه یقبل البیع بعد لزومه إما بشرط الاستبدال علی المفتی به۔ من قول أبی یوسف أو بورود غصبٍ علیه۔ (شامی ج۵ص۵۷ کراچی)

فإذا ثبت ذلك أی الوقف ظهر بطلان البیع فیسترد المشتری الثمن من بائعه کذا فی المحیط۔ (الفتاوی الهندیة ج۲ص۴۳۱ رشیدیة)

مسجد وامام باڑہ کو دوسرے کے نام وقف کرنے کا حکم

سوال: ہمارے یہاں کافی پہلے قطعہ آراضی پر مسجد اور اس کے کچھ حصہ پر امام باڑہ موجود تھا لیکن حوادثِ زمانہ کی وجہ سے اس جگہ مسجد اور امام باڑہ دونوں کا وجود ختم ہوگیا جو شخص اصلاً اس زمین کا مالک تھا وہ شیعہ مذہب سے تعلق رکھتا تھا اس نے اپنے انتقال سے قبل زبانی طور پر مسجد اور امام باڑہ دونوں کی زمین کو مدرسہ کے نام پر وقف کردیا تھا اور وہ خالی جگہ واقف کی وصیت کے مطابق مدرسہ کے نام پر گاؤں کی کمیٹی کے تحویل میں تھی ابھی

چند سال قبل ناظم کمیٹی نے بغیر کسی سے صلاح ومشورہ کئے ازخود اس زمین کو ایک مسلمان کے ہاتھ میں سستے دام پر فروخت کردی جسے اب وہ جانورو غیرہ باندھنے کے کام میں لارہا ہے واضح رہے کہ جس نے اس زمین کو خریدا ہے وہ کمیٹی کے سابق صدر تھے۔

سوال یہ ہے کہ کیا مسجد اور امام باڑہ کی زمین کے سلسلے میں دوسرے کے لئے مالک زمین کی وصیت درست تھی؟

دوسرا سوال یہ ہے کہ کیا ناظم کمیٹی دوسرے ممبران کے مشورہ کئے بغیر زمین کی فروختگی کرسکتا ہے؟

تیسرا سوال یہ ہے کہ اگر وصیت درست نہیں اور زمین کا موجودہ مصرف بھی غلط ہے تو پھر اس زمین کو کس مصرف میں لایا جائے۔ واضح رہے کہ مذکورہ مقام سے چند قدم کے فاصلہ پر گاؤں کی جامع مسجد واقع ہے۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

جس قطعہ آراضی پر مسجد بنائی گئی تھی گو عمارت منہدم ہوگئی لیکن اس قطعۂ آراضی کا تعلق مع اللہ منہدم نہیں ہوا ہے (۱) چاہے بغل میں جامع مسجد ہی کیوں نہ بن جائے لہٰذا اس جگہ پر مسجد بنائی جائے اور اس کی آبادی کی فکر کی جائے، اس قطعہ آراضی کی وصیت کسی اور کام کے لئے جائز نہیں (۲) اور نہ اس کا فروخت کرنا جائز ہے (۳) ہاں البتہ امام باڑہ کی جب ضرورت ختم ہو چکی ہے تو اس جگہ پر مدرسہ ضرور بنا لیا جائے اور اس کے بارے میں وصیت بالکل درست ہے جس نے یہ زمین خریدی ہو وہ اپنا پیسہ واپس لیکر زمین کو واپس کردے ممبران یا کسی ممبر کو اس طرح کے تصرف سے قبل شرعی حکم معلوم کرلینا چاہئے تھا۔ (۴)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) ولأنه مسجد إلى عنان السماء. (الدر المختار مع الشامي ج۱ ص۶۵۶ مطلب في أحكام المسجد كراچی)

مستفاد من: الطهارة مشروط لنفس الطواف حتى لو لم يكن هنا مسجد كما كان في زمان سيدنا إبراهيم عليه السلام وكما لو هدم المسجد الحرام والعياذ بالله منه أو طاف طائف خارج المسجد أو دار حول الكعبة من خارج المسجد الحرام لم يجز أيضًا. (عمدة الرعاية حاشية شرح الوقاية ج ا ص ۶۱۱ فیصل دیوبند)

(۲) فإذا تم لزم لا يملك ولا يملك ولا يعار ولا يرهن (الدر المختار مع الشامي ج۴ ص۳۵۱،۳۵۲ کراچی)

(۳) قال في الشرنبلالية. صرح رحمه الله ببطلان بيع الوقف لأنه لا يقبل التمليك والتملك. (شامي ج۵ ص۵۷ کراچی)

(۴) فإذا ثبت ذلك الوقف ظهر بطلان البع فيسترد المشتري الثمن من بائعه كذا في المحيط. (الفتاوى الهندية ج۲ رشيدية)

بصورت مجبوری وقف کی بیع اور اس کے تبادلہ کا حکم

سوال: بہت سے اوقاف پنجاب، ہریانہ، دہلی ومغربی یوپی، ۱۹۴۷ء میں پاکستان کی طرف سے مسلمانوں کی آبادی منتقل ہونے کی وجہ سے ویران ہو چکے ہیں اور جن مقامات پر اوقاف ہیں وہاں دور دور تک مسلمانوں کی آبادی نہ ہون کی وجہ سے اناوقاف کو آباد کرنا اور واقف کے مقاصد کے مطابق انہیں بروئے کار لانا ناقابل عمل ہوگیا ہے، اس میں مساجد، قبرستان، مدارس وخانقاہ ہر قسم کے اوقاف ہیں، ایسے اوقاف پر حکومت کا یا غیر مسلموں کا قبضہ بڑھتا جارہا ہے، اس سلسلہ میں درج ذیل سوالات ہیں:

(الف) ایسے اوقاف کو فروخت کر کے مقاصد واقف کا خیال رکھتے ہوئے کسی دوسرے

مقام پر جہاں مسلمانوں کی آبادی ہے متبادل وقف قائم کیا جاسکتا ہے؟

(ب) کیا ایسے ویران اوقاف حکومت یا کسی فرد کے حوالہ کرکے اس کے عوض دوسری زمین ومکان حاصل کرکے مقاصد وقف کو جاری کرنے کی شکل اختیار کی جاسکتی ہے؟

(ج) اس سلسلہ میں مساجد اور دوسرے اوقاف میں کوئی فرق ہے یا سب کا حکم یکساں ہے؟

(د) کیا شرعاً اس کی گنجائش ہے کہ ویران ناقابل استعمال اوقاف کو فروخت کرکے مقاصد کی پابندی کئے بغیر ان کے ذریعہ مسلمانوں کی تعلیمی ورفاہی ادارے قائم کردیئے جائیں؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

(الف) اوقاف کی بیع تو شرعاً جائز نہیں، علامہ شامیؒ کی رائے یہ ہے کہ بیع باطل ہے، لیکن جن اوقاف کے بابت دریافت کیا گیا ہے ان کی بیع مجبوری کی وجہ سے جائز ہے اور مقاصد اوقاف کا خیال رکھتے ہوئے کسی ایسے دوسرے مقام پر جو ان اوقاف سے زیادہ قریب ہو متبادل وقف قائم کیا جاسکتا ہے۔ **مطلب بیع الوقف باطل لا فاسد** (شامی ج ۳ ص ۳۹۴)(۱) **وکذا الرباط والبئر والحوض إذا لم ینتفع بها فیصرف وقف المسجد والرباط والبئر الی اقرب مسجد او رباط او بئر** (شامی مع در: ج ۳ ص ۳۷۱)(۲)

(ب) ایسے ویران اوقاف حکومت یا کسی فرد کے حوالہ کرکے اس کے عوض دوسری زمین یا مکان حاصل کرکے مقاصد واقف کو جاری کرنے کی شکل اختیار کی جاسکتی ہے۔

(ج) اس سلسلہ میں تمام اوقاف کا حکم یکساں ہے خواہ وہ مدارس کے اوقاف ہوں یا مساجد ومقابر کے یا خانقاہوں کے، واقف کے شرائط کی رعایت کرتے ہوئے ایسے تمام ویران غیر منتفع اوقاف کے معاوضہ یا تبادلہ کی شکل اختیار کی جاسکتی ہے۔ (شامی ج ۳ ص ۳۸۷)(۳)

(د) واقف کے مقاصد کی پابندی کئے بغیر ان ویران اوقاف کے ذریعہ مسلمانوں کے تعلیمی ورفاہی ادارے قائم کرنا درست نہیں، لان شرط الواقف کنص الشارع۔ (در مع الشامی)(۴)

التعليق والتخريج

(۱) الشامي ج ۴ ص ۳۹۶ کراچی)

(۲) الدر المختار مع الشامي ص ۳۵۹، ۳۵۸ کراچی)

رباط يستغنى عنه وله غلة فإن كان بقربه رباط صرفت الغلة إلى ذلك الرباط الخ.

(الفتاوى الهندية ج۲ ص۴۷۸ الباب الثالث عشر فى الأوقاف التى ستغنى عنها وما يتصل به من غلة الأوقاف إلى وجوه آخر الخ)

فى الرباط والبئر إذا لم ينتفع بهما فيصرف على قول أبى يوسف فى رواية ثانية عنه وقف المسجد والرباط والبئر والحوض إلى أقرب مسجدٍ أو رباط أو حوض غليه. (الفقه الاسلامى وأدلته ج۱۰ ص۷۶۷۳ دار الفكر المعاصر)

(ملتقى الأبحر مع مجمع الأنهر ج۲ ص۵۹۶، ۵۹۵ فقيه الأمت)

(درر الحكام شرح غرر الأحكام ج۲ ص۱۳۵)

(۳) لكنه يقبل البيع بقد لزومه إما بشرط الاستبدال على المفتى به من قول أبى يوسف أو بودور عضبٍ عليه. (شامى ج۵ ص۵۷ كراچى)

إذا عضبه غاصب وأجرى عليه الماء حتى صار بحرًا فيضمن القيمة ويشترى المتولى بها أرضًا بدلًا. (الفقه الإسلامى وأدلته ج۱۰ ص۷۶۷۶ الفصل الثامن استبدال الوقف وبيعه حالة الخراب دار الفكر المعاصر)

والثانى أن لا يشترطه سواء بشرط عدمه أو سكت لكن صار بحيث لا ينتفع به بالكلية بأن لا يحصل منه شيئ أصلًا أو لا يفى بمؤنيه فهو أيضًا جائز على الأصح إذا كان بإذن القاضى ورأيه المصلحة فيه. (شامى ج۳ ص۳۸۷ مطلب فى استبدال الوقف وشروطه. نعمانية)

الفقه الإسلامى وأدلته ج۱۰ ص۷۶۷۵ الفصل الثامن استبدال الوقف وبيعه حلة الخراب. دار الفكر المعاصر) (۴) شامى ج۴ ص۴۹۵ كراچى)

اوقاف کی جمع شدہ خطیر رقم سے دیگر ادارہ چلانے کا حکم

سوال: بہت سے اوقاف کی آمدنی ان کے لئے متعین مصارف سے بہت زیادہ ہے، جو سال بسال جمع ہو کر ایک بڑا سرمایہ بنتی جارہی ہے، جس کی طویل عرصہ تک حفاظت ایک دشوار مسئلہ بلکہ خالی از خطرہ نہیں، یہ خطرہ حکومت کی دست درازی کا بھی اور منتظم وغیرہ کی طرف سے بھی، اور نہ ہی روزمرہ کی ضروریات کے اندر اس کے صرف کو سوچا جاسکتا ہے اور نہ آئندہ حفاظت یا اصلاح یا مرمت وغیرہ کے کاموں کے لئے، تو کیا ایسی فاضل آمدنی کا دوسرے مواقف میں صرف کرنا درست ہوگا؟ مثلاً (الف) اسی نوع کے اوقاف کی ضروریات میں (ب) دیگر ملی، دینی وعلمی کاموں اور مساجد وغیرہ میں۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

(الف) عام حالت میں تو ایک نوع کے سامان اوقاف کو دوسرے نوع کے اوقاف میں یا اسی نوع کے دوسرے اوقاف میں استعمال کرنا جائز نہیں، (۱) لیکن سوال میں جن اوقاف کا تذکرہ ہے ان کی فاضل آمدنی کو اسی نوع کے دیگر قریب ترین اوقاف کی ضروریات میں صرف کرنا جائز ہے، (۲) **وفي شرح الملتقي يصرف وقفها لا قرب مجانس لها** (شامی ج ۳ ص ۳۷۱) (۳)

(ب) دیگر علمی وملی کاموں میں یا مساجد میں لگانا بھی جائز ہے۔ کفایت المفتی ج ۷ ص ۲۷۵) (۴)

التعليق والتخريج

(۱) إذا كان الوقف منزلين أحدهما للسكنى والآخر للاستغلال فلا يصرف أحدهما للآخر وهي واقعة الفتوى۔ (شامی ج۴ص۳۶۱ کراچی)

وقد علم منه أنه لا يجوز لمتولي الشيخونة صرف أحد الوقفين إلى الآخر۔ (البحر الرائق ج۶ص۳۶۲)

(۲) شامی ج۳ص۳۷۱ مطلب فیما لو خرب المسجد أو غیرہ۔ نعمانیة)

فیصرف موقف المسجد والرباط والبئر إلی أقرب مسجد أو رباطٍ أو بئرٍ إلی غیرہ۔

(درالحکام شرح غرر الأحکام ج۲ص۱۳۵) قدیم۔

(الفقه الإسلامی وأدلته ج۱۰ص۷۶۴۳ دار الفکر المعاصر۔)

(۳) وإذا استغنی هذا المسجد یصرف إلی فقراء المسلمین فیجوز ذلك۔ (الفتاوی الهندیة ج۲ص۴۶۰ رشیدیة)

وإذا استغنی عنها ینقل عند أبی یوسف فی روایة عنه إلی مسجد آخر۔ (الفقه الإسلامی وأدلته ج۱۰ص۷۶۴۳ دار الفکر المعاصر)

(۴) کفایت المفتی ج۷ص۲۷۵ زکریا)

زیادہ آمدنی کے لئے وقف کو بیچ کر دوسری زمین خریدنا جائز ہے یا نہیں؟

سوال: بہت سے اوقاف اپنی موجودہ شکل میں کم منفعت بخش ہیں، مثلاً کسی مسجد یا مدرسے پر کوئی مکان وقف ہے جو محلہ کے اندر واقع ہے، اس کا معمولی کرایہ ملتا ہے، جس سے مدرسہ یا مسجد کی ضرورتیں پوری نہیں ہوتیں، اور اس کو فروخت کر کے کسی تجارتی مقام پر کوئی دوکان خرید لی جائے تو اس سے حاصل ہونے والی آمدنی مکان موقوفہ کی آمدنی سے کئی گنا زیادہ ہوگی، کیا ایسا کیا جاسکتا ہے کہ مکان موقوفہ کو فروخت کر کے ایسی کوئی بھی شکل اختیار کی جائے جس میں وقف کی آمدنی زیادہ ہو جائے؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

جو زمین وقف کی جاتی ہے یا جو مکان وقف کیا جاتا ہے اس کا مقصود یہ ہوتا ہے کہ بعینہ یہ زمین یا مکان باقی رہے اور اس سے منافع حاصل کئے جائیں، (۱) وہ زمین یا مکان تجارت

کے لئے نہیں دی جاتی۔لہٰذا اس کا فروخت کرنا یا زیادہ آمدنی کے لئے مکان کا دوسری جگہ خریدنا جائز نہیں (۲) الایہ کہ موقوفہ مکان سے انتفاع ہی ختم ہو جائے۔(۳) (فتاوی محمودیہ ج ۱۵ ص ۱۷۵)(۴)

التعلیق والتخریج

(۱) هو حبس العين على وملك الواقف والتصدق بالمنفعة على الفقراء وعلى وجه من وجوه الخير. (مجمع الأنهر ج۲ص۵٦٧فقيه الأمت)

شامي ج ۴ ص ۳۳۷ کراچی۔

(۲) فإذا تم ولزم لا يملك ولا يملك ولا يعار ولا يرهن. (الدر المختار مع الشامي ج۴ص۳۵۱،۳۵۲ كراچی)

قال في الشرنبلالية: صرح رحمه الله تعالى ببطلان بيع الوقف. (شامي ج۷ص۵۷ مطلب في بطلان بيع الوقف كراچی)

وإذا صح الوقف لم يجز بيعه. (الفقه الإسلامي وأدلته ج ۱۰ ص ۷۶۱۷ دار الفكر المعاصر۔

الفتاوى الهندية ج۲ص۳۳۱ رشيدية.)

(۳) والثاني أن لا يشترطه سواء بشرط عدمه أو سكت لكن صار بحيث لا ينتفع به بالكلية بأن لا يحصل منه شيئ أصلًا أولا يفي بمؤمنته فهو أيضًا جائز على الأصح إذا كان بإذن القاضي وأيه المصلحة فيه. (شامي ج۳ص۳۸۷ مطلب في استبدال الوقف وشروطه. نعمانية)

(الفقه الإسلامي وأدلته ج۱۰ ص۷٦۷۵ الفصل الثامن استبدال الوقف وبيعه. دار الفكر المعاصر

(۴) فتاوی محمودیہ ج ۱۴ ص ۳۲۶ شیخ الاسلام

مصارف اوقاف کے ختم ہونے پر وقف کا کیا حکم ہے؟

سوال: بہت سے اوقاف کے مصارف ختم ہو چکے ہیں، مثلاً کوئی جاگیر کسی خاندان کے فقراء کے لئے وقف کی گئی تھی وہ خاندان ختم ہوگیا، یا اس کے افراد دوسری جگہ منتقل ہو گئے یا کسی مسجد و مدرسہ کے لئے وقف تھا اور اب نہ وہ مسجد ہے نہ مدرسہ، تو ان اوقاف کی آمدنی کا کیا مصرف ہوگا؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

اگر کسی وقف کے مصارف ختم ہو جائیں مثلاً کوئی چیز کسی مسجد یا مدرسہ پر یا فلاں خاندان کے فقراء پر وقف تھی اور اب نہ وہ مسجد ہے اور نہ مدرسہ ہے اور نہ فقراء ہیں، تو ایسی حالت میں کسی دوسری حاجتمند مسجد یا مدرسہ یا فقراء کو ان اوقاف کی آمدنی کا مصرف قرار دیا جائے گا۔ (۱) (کفایت المفتی ج ۷ ص ۲۷۹) (۲)

التعليق والتخريج

(۱) وفی شرح الملتقی يصرف وقفها لأقرب مجانس لها۔ (شامي ج ۳ ص ۱۷ ۳ نعمانية)

فيصرف وقف المسجد والرباط والبئر إلى اقرب مسجدٍ أو رباط أو بئر إلى وغيره۔

(درر الاحكام شرح غرر الأحكام ج۲ ص ۱۳۵)

(الفقه الإسلامي وأدلته ج۱۰ ص ۷۶۷۳ دار الفكر المعاصر)

(۲) كفايت المفتي ج۷ ص۲۷۹ زكريا)

مخدوش وقف کی درستگی اس سے استفادہ کی شرط پر جائز ہے یا نہیں؟

سوال: بعض اوقاف کی عمارتیں مخدوش حالت میں ہیں، اور وقف کے پاس تعمیر کے لئے سرمایہ نہیں ہے اور کوئی بلڈر اس کے لئے تیار ہے کہ اس مخدوش عمارت کو ڈھا کر نئے سرے سے چند منزلہ عمارت اپنے مصارف پر اس شرط کے ساتھ تعمیر کر دے کہ اس کی

ایک یا دو منزل اس کی ملکیت ہوگی جس میں اس کو ہر قسم کے تصرف کا حق ہوگا اور بقیہ وقف کے مصارف کے لئے۔کیا شرعاً ایسا معاملہ درست ہے؟ اسی طرح وقف کی جائداد ایک زمین ہے۔جس پر کسی طرح کی کوئی عمارت نہیں ہے اور نہ ہی اس سے انتفاع کی کوئی صورت ہے۔ اس زمین سے فائدہ اٹھانے کے لئے اگر کسی بلڈر سے اس طرح کا معاملہ کرلیا جائے تو اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

موقوفہ عمارتیں جبکہ مخدوش ہوں اور وقف کے پاس تعمیر کے لئے پیسہ بھی نہیں ہے، اسی طرح موقوفہ زمین ناقابل انتفاع ہو تو ان حالات میں کسی بلڈر سے ایسا معاملہ کرنا جس میں وہ اپنی ملکیت کے کچھ شرائط لگائے شرعا جائز ہونا چاہئے،(۱) کیونکہ یہاں مجبوری ہے، لیکن عام حالات میں ایسا معاملہ درست نہیں، کیونکہ شئ موقوفہ کی بیع وملکیت درست نہیں، (۲) تاہم بہتر شکل تو یہی ہے کہ برائے وقف چندہ لے کر عمارت بنوائے۔

التعليق والتخريج

(۱) والثاني أن يشترطه سواء بشرط عدمه أو سكت لكن صار بحيث لا ينتفع به بالكليعة. بأن لا يحصل منه شيئ أصلاً أو لا يفي بمؤنته فهو أيضًا جائز. على الأصح إذا كان بإذن القاضي وأيه المصلحة فيه. (شامي ج۴ص ۳۸۷ مطلب في استبدال الوقف وشروطه. نعمانية)

(الفقه الإسلامي وأدلته ج۱۰ ص۷۶۷۵ الفصل الثامن استبدال الوقف وبيعه حالة الخراب. دار الفكر المعاصر.)

(۲) فإذا تم ولزم لا يملك ولا يملك ولا يعار ولا يرهن. (الدر المختار مع الشامي ج۴ص ۳۵۱،۳۵۲ کراچی)

وإذا صح الوقف لم يجز بيعه. ۱۰الفقه الإسلامي وأدته ج۱۰ ص۷۶۱۷ دار الفكر المعاصر) الفتاوى الهندية ج۲ص ۴۳۱ رشيدية)

وقف کی جائداد کے کسی حصہ کو فروخت کر کے محتاج تعمیر مسجد کی تعمیر کا حکم

سوال: اسی طرح کسی وقف شدہ مخدوش عمارت کی نئی تعمیر کے لئے یا خالی زمین پر عمارت قائم کرنے کے لئے یا محتاج تعمیر مسجد کی تعمیر کے لئے وقف شدہ زمین وجائداد کا کوئی حصہ فروخت کر کے اس سے نئی تعمیر کی جاسکتی ہے؟ جبکہ اس کا مقصد وقف کی حفاظت ہو اور اس کے بغیر یہ ممکن نہیں۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

تجدید تعمیر کے لئے موقوفہ عمارت یا زمین کے کسی حصہ کو فروخت کر کے اس کی آمدنی کو شئ موقوفہ میں لگانا جائز نہیں۔ (کفایت المفتی ج ۷ ص ۲۹۴) میں مذکور ہے اگر تجدید تعمیر ضروری ہو جائے تو اس وقت بھی کرایہ پر جائز ہے، اس کی بیع جائز نہیں۔

التعليق والتخريج

(۱) فإذا تم ولزم لا يملك ولا يملك ولا يعاد ولا يرهن. (الدر المختار مع الشامی ج۴ص۳۵۱،۳۵۲ کراچی)

وإذا صح الوقف لم يجز بيعه. الفقه الإسلامي وأدلته ج ۱۰ ص ۷۶۱۷ دار الفکر المعاصر)

(۲) کفایت المفتی ج۷ص۲۷۹ زکریا)

مصرف سے زائد وقف میں مدرسہ چلانے کا حکم

سوال: مسجد یا قبرستان کے لئے وقف زمین جو کہ ضرورت سے زائد ہے اس پر مدرسہ کی تعمیر کی جاسکتی ہے؟ کہ وہ زمین ایک کارخیر میں استعمال ہو۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

مسجد یا قبرستان کی موقوفہ زمین میں خواہ وہ زمین ان کی ضروریات سے فاضل ہو مدرسہ کی تعمیر درست نہیں ہے، لان شرط الواقف كنص الشارع (۱) (فتاوی رحیمیہ ج ۶ ص ۹۵) (۲)

التعلیق والتخریج

(۱) شرط الواقف كنص الشارع أي في المفهوم والدلالة. (الدر المختار مع الشامي ج۴ص۴۳۳ کراچی)

شرط الواقف كنص الشارع فيجب اتباعه. (شامي ج۴ص۴۹۵ کراچی)

فإن شرائط الواقف معتبرة إذا لم تخالف الشرع. (شامي ج۴ص۳۴۳ کراچی)

(۲) (فتاوی رحیمیة ج۹ص۱۳۶ دار الاشاعت)

وقف کے قبرستان پر قبضہ کا خطرہ ہے، کیا حکم ہے؟

سوال: جس قبرستان کے اطراف میں سے مسلمانوں کی آبادیاں ختم ہوجانے کی وجہ سے اس کا استعمال بطور قبرستان نہ ہو رہا ہے یا یہ کہ قبرستان آبادی کے اندر آگیا، اس کی وجہ سے ان پر قبضہ کا خطرہ ہے بلکہ قبضہ ہو رہا ہے، تو ان قبرستانوں کے لئے کیا حکم ہوگا؟ اور ان سے انتفاع کو باقی رکھنے کے لئے کیا صورت اختیار کی جاسکتی ہے؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

مذکورہ صورت میں قبرستان کی زمین کو کھیت بنا کر یا باغ بنا کر اس کی آمدنی کو دوسرے قبرستان کی ضروری مصارف میں خرچ کیا جائے، (۱) اور اگر قبرستان کی زمین وقف نہ ہو تو مالک اپنے استعمال میں لا سکتا ہے۔ (۲) (کفایت المفتی ج۷ ص ۱۲۳) (۳)

التعلیق والتخریج

(۱) عن شمس الأئمة الحلواني أنه سئل عن مسجدٍ أو حوض خرب ولا يحتاج إليه لتضوق الناس عنه. هل للقاضي أن يصرف أو قافه إلى مسجدٍ أو حوض آخر فقال: نعم ومثله في البحر....... والذي ينبغي متابعة المشايخ المذكورين في جواز النقل بلا فرقٍ بين مسجدٍ أو حوض كما أفتى به الإمام أبو شجاع والإمام الحلواني وكفى بهما قدوة ولا سيمًا في زماننا فإن المسجد أو غيره من رباط أو

حوض إذا لم ينقل يأخذ أنقاضه اللصوص والمتغلبون كما هو مشاهد. كذلك أوقافه يأكلها النظمار أو غيره. (شامی ج۴ ص۳۶۰، ۳۵۹ مطلب فی بقل أنقاض المسجد کراچی)

(۲) إذا دفن الميت في أرض غيره بغير إذن مالكه فالمالك بالخيار إن شاء أمر بإخراج الميت وإن شاء سوى الأرض وزرع فيها. (الفتاوى الهندية ج۱ ص ۱۶۷ كتاب الصلاة، الفصل السادس في القبر والدفن والنقل من مكان إلى آخر۔ رشيدية)

(۳) کفایت المفتی ج۷، ص۱۲۳ زکریا)

قبرستان کی چہار دیواری کیلئے اس کے کسی حصہ کا کرایہ پر لگانے کا حکم

سوال: قبرستان کی حفاظت کے لئے جبکہ صرف باؤنڈری بنانے کا ذریعہ نہ ہو، اس کے اطراف میں دوکانوں کی تعمیر کرادی جائے، جس کے لئے پیشگی کرایہ کے طور پر رقم لے لی جائے اور اس سے یہ کام کرایا جائے، جس میں قبرستان کے اطراف کا چند فٹ دوکانوں میں چلا جائے گا، کیا یہ درست ہوگا؟ اور بعد میں فاضل آمدنی مناسب مصارف خیر میں لگادی جائے۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

قبرستان کی حفاظت کی اگر دوسری شکل نہ ہو تو مذکورہ شکل اختیار کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں (۱) ہونا چاہئے لیکن پہلے کوشش کی جائے کہ مسلمانوں سے چندہ وصول کر کے قبرستان کی باؤنڈری مکمل کی جائے۔

التعليق والتخريج

(۱) مستفاد من: أرض لأهل قرية جعلوها مقبرةً أو أقبروا فيها ثم إن واحدًا من أهل القرية بنى فيها بيتًا لوضع اللبن وأداة القبر وأجلس فيها من يحفظ المتاع بغير رضا أهل القرية أو رضى بذلك بعض. إن كان في المقبرة سعة بحيث لا يحتاج إلى ذلك المكان لا بأس به. (فتاوى قاضيخان ج۳ ص ۱۹۲، ۱۹۱ بيروت)

(البحر الرائق ج۵ص۲۵۴ تحت قوله: ومن بنی سعایة سعید۔)

وقف شدہ قبرستان میں تعمیر مسجد کا حکم

سوال : آج بعض شہر میں مسلمان اس صورت حال سے دو چار ہیں کہ وسیع قبرستان میں ایک چھوٹی سی مسجد ہے جو ممکن ہے کسی زمانہ میں یہ تدفین میں آنے والے لوگوں کی رعایت سے بنائی گئی ہو کہ وہاں نماز ادا کرسکیں۔اب علاقہ میں آبادی بڑھ گئی ہے اور مسجد کی توسیع ضروری ہوگئی ہے، نیز قبرستان میں بھی تدفین کا سلسلہ جاری ہے،تو کیا قبرستان کے حصہ میں مسجد کی توسیع کی جاسکتی ہے؟اور کیا اس میں ویران اوقاف اور زیر استعمال قبرستان اور جدید قدیم قبروں کے حکم میں فرق ہے؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

جو زمین کہ قبرستان کے لئے واقف نے وقف کی ہے اس کو دفن کے کام میں ہی لانا چاہئے، اس میں مسجد بنانا جائز نہیں۔جو مسجد بنائی گئی ہے اس میں نماز تو ہو جاتی ہے مگر مسجد کا ثواب نہیں ملتا، کیونکہ وہ باقاعدہ شرعی مسجد نہیں ہوتی ہے، لہٰذا قبرستان میں بنی ہوئی مسجد کی توسیع کیسے جائز ہوگی۔(۱) (کفایت المفتی ج۷ ص ۱۳۹)(۲)

التعليق والتخريج

(۱) سئل ..... القاضي الإمام شمس الأئمة محمود الأوز جندي عن المقبرة في القرى إذا اندرس ولم يبق فيها أثر الموتى لا العظم ولا غيره فهل يجوز زرعها واستغلالها قال: لا ولها حكم المقبرة۔(الفتاوى الهندية ج۲ ص۴۷۱ رشيدية)

(۲) كفايت المفتي ص۱۳۶ زكريا)

اسلامی مقاصد کے تحت وجود میں آنے والے اوقاف کا غیر مسلم ادارہ کی تولیت میں رہنا کیسا ہے؟

سوال: ہندوستان کی بعض ریاستوں میں ہندو راجاؤں اور جاگیر داروں نے مساجد پر بھی اراضی وقف کی ہیں اور شاید واقف کے ہندو ہونے کے باعث یہ مساجد اب ہندو اوقاف کے تحت ہیں، او ہندو وقف بورڈ ہی مسجد سے متعلق تمام نظم ونسق انجام دیتا ہے، تو کیا مساجد ومقابر اور اسلامی مقاصد کے تحت وجود میں آنے والے اوقاف کا غیر مسلم ادارہ کی تولیت میں رہنا درست ہے۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

مساجد ومقابر و دیگر اسلامی مقاصد کے تحت وجود میں آنے والے اوقاف کی تولیت غیر مسلم ادارے کے ہاتھ میں ہونا شرعاً جائز ہے، تاہم خلاف اولیٰ ہے۔ **ويشترط للصحة عقله لا حريته واسلامه لما فى الاسعاف** (شامی ج ۳ ص ۳۸۵) مطلب فی شروط المتولی۔(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۱) شامی ج۴ص۳۸۱ کراچی)

ولاتشترط الحرية والإسلام للصحة لما فى الإسعاف. (الفتاوى الهندية ج۲ ص۴۰۸ رشيدية)

ويشترط للصحة بلوغة عقله لما فى الإسعاف. (البحر الرائق ج۵ص۲۴۴)

کتاب الفرائض والمیراث والوصایا

نانا کے مال میں نواسے اور نواسیوں کا حصہ کتنا ہوتا ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ سعد اللہ شاہ گنج محلہ شاہ پنجہ کے تھے ان کے آٹھ لڑکے تھے اور دو لڑکی تھیں اور دو لڑکے لاولد ہیں ایک لڑکی کے دو لڑکے ہیں محمد ایوب و نثار احمد اور ایک لڑکی کے ایک لڑکی ہے تو نانا کی جائداد میں ناتی کا حصہ ہوتا ہے یا نہیں اگر ہوتا ہے تو کتنا اور نتنی کا حصہ ہوتا ہے یا نہیں اگر ہوتا ہے تو کتنا۔

الجواب: حامدًا ومصلیًا

صورت مسئولہ میں ناتی اور نتنی ذوی الارحام میں سے ہیں نانا کے ترکہ میں ان کا کوئی حصہ نہیں۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

ایک عورت نے ایک بھتیجا اور ایک نواسہ چھوڑا میراث تقسیم کیسے ہوگی؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ ایک عورت انتقال کرگئی جس نے اپنے پیچھے ایک بھتیجا اور ایک نواسا چھوڑا اس کا ترکہ ان دونوں میں سے کس کو ملے گا۔ **بینوا توجروا**

الجواب: حامدًا ومصلیًا

نواسہ ذوی الارحام میں سے ہے لہٰذا اگر کوئی دوسرا وارث نہ ہو تو کل مال بھتیجہ کو ملے گا

نواسہ کو کچھ نہیں ملے گا۔

وذوی الارحام اصناف اربعۃ الصنف الاول بنتی المیت وهم اولاد والبنات الخ (سراجی ص ۵۶)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

میت نے ایک لڑکا اور دو لڑکی چھوڑی ترکہ تقسیم کیسے ہوگا؟

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین دریں مسئلہ کہ میں اپنی ماں کا اکیلا لڑکا ہوں اور دو بڑی بہن ہیں دونوں کی شادی ہوگئی ہے دونوں اپنے اپنے گھر رہتی ہیں دونوں بہن کے بچے ہیں مجھ سے کھیت میں آدھا حصہ مانگتی ہیں قانون سے تو کچھ بھی نہیں ہوتا ہے مگر اللہ کے قانون سے کتنا ہوتا ہے آپ میرے پاس اس کا فتویٰ نکال کر بھیج دیں آپ کی بہت مہربانی ہوگی اور آپ کا شکریہ ادا کروں گا۔

الجواب: حامدًا ومصلیًا

اگر ورثاء میں صرف آپ اور دو بہن ہیں اور بس تو ایسی صورت میں والد کے کل ترکہ سے دو حصہ آپ کا ہے اور دو ہی حصہ دونوں بہنوں کا ہے یعنی آدھا آپ کا اور آدھے میں دونوں بہن شریک ہیں لہٰذا کل مال کا نصف حصہ دونوں بہنوں کو دے دیں پھر وہ دونوں آپس میں برابر تقسیم کریں گی بہرحال یہ شرعی تقسیم ہے اور اگر ورثاء میں اور حضرات بھی ہیں تو پھر اس کے مطابق تقسیم ہوگی بہرحال مذکورہ جواب آپ کے خط کے مطابق ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

بیوی شوہر کے مال ومتاع میں سے کس چیز کی حقدار ہوتی ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

(۱) شوہر کے مرنے کے بعد بیوی شوہر کے مال ومتاع زمین ومکان میں اپنی گذر اوقات کے لئے کن چیزوں کی حقدار ہوتی ہے۔

(۲) مرنے والے شوہر کے اگر اولاد ہو اور سب اپنا اپنا حصہ برابر بانٹ لے اس صورت میں ماں (بیوہ عورت) کے لئے کیا حکم ہے۔

الجواب: حامدًا ومصلیًا

(۱) شوہر کے ترکہ میں اولاً بیوی اپنے مہر کی مستحق ہوتی ہے اگر شوہر نے حین حیات ادا نہ کیا ہو اور اس کے بعد شوہر کی تمام چیزوں میں ربع یا ثمن کی مالک ہوتی ہے اگر کوئی اولاد ہو تو اس کے ساتھ کل مال کا آٹھواں حصہ اور اگر کوئی اولاد نہ ہو تو کل مال کا چوتھائی حصہ کی مالک ہوتی ہے یہ شرعاً اس کا حق ہے کذا فی السراجی

(۲) مرنے والے شوہر کی اولاد کے لئے حرام ہے کہ وہ ماں کو محروم کردیں کچھ نہ دیں سب خود ہی آپس میں تقسیم کرلیں اولاد کو چاہئے کہ مذکورہ بالا حکم کے مطابق کل ترکہ میں سے آٹھواں حصہ ماں کو دیں ورنہ آخرت میں عذاب تو ہوگا ہی کوئی بعید نہیں کہ دنیا ہی میں گرفت ہوجائے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

ورثاء میں دو لڑکی ایک بھتیجہ ہے، ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا

سوال: فاطمہ اور کریم بخش دونوں انتقال کرگئے اس صورت میں فاطمہ کی لڑکی کریم بخش کی جائداد کی وارث ہوسکتی ہے یا نہیں؟ نیز کریم بخش کی پہلی شادی سے ایک لڑکی موجود

ہے اور پہلی بیوی انتقال کرگئی ہے نیز کریم بخش کے بھائی کی اولاد بھی موجود ہے لہٰذا شریعت کے اعتبار سے مذکورہ سوالوں کا جواب کتابوں کے حوالہ سے دیں۔

الجواب: حامدًا ومصلیًا

ا تا ۳ لڑکی حلال ہے اور وہ کریم بخش کی جائداد میں وراثت کی مستحق ہے اسی طرح پہلی بیوی سے جو لڑکی ہے وہ بھی وراثت میں اپنے حصہ کی حقدار ہے دونوں لڑکیوں کو دینے کے بعد جو کچھ بچے گا وہ کریم بخش کے بھائی کی اولاد کو ملے گا۔

لا یجب الحد بوطی اجنبیة زفت الیه وقلن هی زوجتك وعلیه المهر ای مهر المثل والعدة ویثبت نسب ولدها منه الخ (ملتقی الابحر مع مجمع الانہر ج ا ص ۵۹۴)

مسئلہ ۳		کریم بخش
بنت	بنت	ابن الاخ
	۲	
ا	ا	ا

کل مال متروکہ کو تین سہام پر تقسیم کرکے ایک ایک سہام دونوں لڑکیوں کو ملے گا اور ایک سہام بھتیجہ کو ملے گا۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

لڑکیوں کو میراث سے محروم رکھنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ دو فریق ہیں ان میں سے چھوٹا بھائی مرگیا بڑا بھائی ہے بڑے بھائی کی دو لڑکی ہیں چھوٹے بھائی کے ایک لڑکا اور بڑے کی دو لڑکی دو ماں سے ہیں بڑی لڑکی پہلی ماں سے چھوٹی لڑکی کی

ماں زندہ ہے۔

سوال طلب امر یہ ہے کہ اگر وہ بڑے بھائی چھوٹے بھائی کے لڑکے کو گھر کھیت سب لکھ دے رہے ہیں تو جو دے رہے ہیں ان کی پکڑ ہوگی یا نہیں یا جو دے رہے ہیں ان کی جو ایک لڑکی ہے اس کو نہیں لکھ رہے ہیں لڑکی نے بہت کہا مگر مانے نہیں ماں نے کہا لیکن وہ بھی نہیں مانے جواب سے مشرف فرمائیں۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

باپ جب تک زندہ ہے وہ اپنے تمام مال کا مالک ہے جس طرح چاہے جہاں چاہے خرچ کرے باپ کے مال میں بچوں کا حق باپ کے مرنے کے بعد ہوتا ہے باپ کی حیات میں کسی کو کوئی استحقاق حاصل نہیں البتہ باپ کا لڑکیوں کو کچھ نہ دینا اُبوت و مروّت کے خلاف ہے باپ کو چاہئے کہ بلا وجہ شرعی لڑکیوں کو محروم نہ کرے اولاد کو اس حالت میں چھوڑ کر مرنا کہ وہ دوسروں کے محتاج ہوں یہ بھی منع ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

میت کے ترکہ وقرض کا شرعی حل

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ متوفی دوست محمد نے اپنے پیچھے ایک بیوی دو لڑکے تین لڑکیاں اور ایک بھائی چھوڑا۔

ترکہ میں جائداد غیر منقولہ (کھیت) و چند بھینس اور زیورات جو بہو بیٹیوں کو عاریت دیا تھا جس کی زکوٰۃ حین حیات خود مرحوم ادا کرتے رہے اور وقت ضرورت چند ایک سے زیورات واپس لے کر فروخت بھی کر دیا تھا اور قرض بھی چھوڑا ہے۔

(۱) دریافت طلب امر یہ ہے کہ ورثاء میں اراضی اور بھینسوں کی تقسیم کس طرح ہوگی۔

(۲) وہ زیورات جو بہو، بیٹیوں کو دیا تھا وہ بھی وراثت میں تقسیم ہوگا؟ اور کیا زیورات

دونوں سے لئے جائیں گے یا صرف بہو سے یا صرف بیٹوں سے۔

(۳) قرض کو ورثاء پر تقسیم کیا جائے گا یا ترکہ فروخت کر کے قرض ادا ہوگا اور پھر تقسیم ہوگی۔

جواب بحوالہ کتب بالتفصیل مرحمت فرما کر ممنون فرماویں۔

الجواب: حامدًا ومصلیًا

مسئلہ ۸ (دوست محمد)

زوجہ	ابن	ابن	بنت	بنت	بنت
۱	۲	۲	۱	۱	۱

۷

(۱) بعد ادائیگی حقوق متقدمہ علی الارث مثلاً قرض مہر وغیرہ دوست محمد مرحوم کا کل ترکہ آٹھ سہام پر منقسم ہو کر ایک سہام بیوی کو ملے گا اور دو دو سہام دونوں لڑکوں کو اور ایک ایک سہام تینوں لڑکیوں کو ملے گا۔

(۲) جو زیورات بہو بیٹوں کو دوست محمد صاحب نے دیئے تھے وہ اگر بطور عاریۃ کے تھے وہ دوست محمد صاحب کے ملک میں داخل ہونے کی وجہ سے وہ بھی ترکہ میں داخل ہو کر تمام اموال کی طرح ورثاء میں تقسیم ہوں گے بشرطیکہ اس کا عاریۃ ہونا متحقق بھی ہو جائے صرف دوست محمد صاحب کے زکوٰۃ ادا کرنے سے یہ ان کی ملک میں داخل نہیں سمجھے جائیں گے بلکہ عاریۃً کا بہو بیٹی خود اقرار کرتی ہوں یا اس کے عاریت ہونے پر کوئی شاہد ہو یا کوئی کاغذ ہو جس پر دوست محمد صاحب نے یہ لکھا ہو کہ بہو بیٹوں کو یہ زیورات میں عاریۃً دے رہا ہوں ویسے عموماً بہو بیٹیوں کو جو زیورات خسر و والدین بنا کر دیتے ہیں وہ تملیکاً ہی دیتے ہیں واپسی کا ارادہ نہیں ہوتا یہ دوسری بات ہے کہ کسی ضرورت یا پریشانی کے موقع پر ان سے مانگ لیں اور ضرورت پوری کرلیں اس مانگنے سے اور ان کے دینے سے عاریت کا ثبوت نہیں ہوتا۔

بہرحال اگرتملیکاً دیا ہے تو ایسی صورت میں کسی کو وہ زیورات مانگنے کا حق نہیں وہ ان کا ہے اس میں وراثت جاری نہ ہوگی۔

واذا کان القول للزوج واقام الاب بینة قبلت بینته والبنیة الصحیحة ان یشهد عند التسلیم الی المرأة انما سلمت هذه الاشیاء بطریق العاریة اویکتب نسخة معلومة وتشهد الابنته علی اقرارها ان جمیع ما فی هذه النسخة ملك والدی عاریة فی یدی منه لکن هذا یصلح للقضاء لا للاحتیاط۔ (کذافی البحرالرائق فتاویٰ ہندیہ ج ا ص ۳۲۷)

(۳) ترکہ سے پہلے قرض ادا کیا جائے خواہ ترکہ سے ہو یا اسے بیچ کر ہو اس کے بعد جو مال بچے اس میں وراثت جاری کی جائے اور تقسیم کیا جائے کذافی السراجی ص ۳) **تتعلق بترکة المیت حقوق اربعه مرتبة الاول یبدأ بتکفینه وتجهیزه من غیر تبذیر ولا تقتیر ثم تقضی دیونه من جمیع ما بقی من ماله ثم تنفذ وصایاه من ثلث ما بقی بعد الدین ثم یقسم الباقی بین ورثته.** الخ

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

ذیل کی صورت میں ترکہ تقسیم کیسے ہوگا؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ سلیمہ نے اپنے مرتے وقت ایک لڑکا سلیمان تین لڑکیاں حکیمہ، سکینہ، اور مریم چھوڑیں اس کے بعد حکیمہ نے انتقال کیا تو ایک بھائی سلیمان اور دو بہن سکینہ اور مریم چھوڑیں بعد ازاں سکینہ فوت ہوگئی اور اس نے لڑکا تقی اور روح اللہ ایک لڑکی رابعہ چھوڑا اس کے بعد سلیمان مرے انہوں نے ایک لڑکا نور محمد اور لڑکی طاہرہ چھوڑی پھر طاہرہ مریں انہوں نے لڑکا حنیف بھائی نور محمد اور شوہر عین الحق کو چھوڑا پھر نور محمد نے وفات پائی انہوں نے بھانجہ حنیف اور عین الحق

بہنوئی کو چھوڑا اور پھوپھی مریم کو چھوڑا پھر عین الحق مرے انہوں نے لڑکا حنیف چھوڑا پھر مریم انہوں نے ایک لڑکی خدیجہ چھوڑیں پھر رابعہ مریں انہوں نے علی احمد لڑکا لڑکی فاطمہ بھائی روح اللہ اور تقی چھوڑے بعد ازیں روح اللہ کا انتقال ہوگیا انہوں نے صرف اپنے بھائی تقی کو چھوڑا تو متوفیہ سلیمہ کا متروکہ ازروئے شریعت کیسے تقسیم ہوگا۔

الجواب: حامدًا ومصلیًا

۱۲۰

۶۰

۲۰

مسئلہ ۵ سلیمہ

ابن	بنت	بنت	بنت
سلیمان	حکیمہ	سکینہ	مریم
۲	۱	۱	۱
۸		۴	۴
			۱۲
			۲۴

مسئلہ ۴ تباین حکیمہ مافی الیدا

اخ	اخت	اخت
سلیمان	سکینہ	مریم
۲	۱	۱/۱
۲	۱	۳/۶

مسئلہ ۵ تماثل سکینہ مافی الید ۵

ابن	ابن	بنت
روح اللہ	تقی	رابعہ
۲	۲	۱
۶	۶	۳
۱۲	۱۲	۶

مسئلہ ۵ تباین سلیمان مافی الید ۱۰

ابن	بنت
نور محمد	طاہرہ
۲	۱
۲۰	۱۰
۴۰	

مسئلہ ۴ توافق طاہرہ مافی الید ۱۰

ابن	اخ	زوج
حنیف	نور محمد	عین الحق
۳	محروم	۱
۱۵		۵

مسئلہ ۱ تباین نور محمد مافی الید ۴۰

ابن الاخت	زوج الاخت	عمۃ
حنیف	عین الحق	مریم
۱	محروم	محروم
۴۰		

مسئلہ ۱ تباین عین الحق مافی الید ۵

ابن

حنیف

۱

۵

مسئلہ ۱ تباین مریم مافی الید ۳۰

بنت

خدیجہ

۱

۳۰

مسئلہ ۳ تداخل رابعہ مافی الید ۶

ابن	بنت	اخ	اخ
علی احمد	فاطمہ	روح اللہ	تقی
۲	۱	محروم	محروم
۴	۲		

مسئلہ ا	تباین	روح اللہ	مافی الید ۱۲

زوج
تقی

ا
-
۱۲

المبلغ ۱۲۰

الاحیاء

تقی	حنیف	خدیجہ	علی احمد	فاطمہ
۲۴	۶۰	۳۰	۴	۲

بعد تقدیم ما حقہ التقدیم والتاخیر ما حقہ التاخیر مورث اعلیٰ مسماۃ سلیمہ کا کل ترکہ ۱۲۰ سہام پر منقسم ہو کر ہر ایک وارث کو جو حصہ ملا ہے ناموں کے نیچے درج ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

اخرجہ العبد حبیب اللہ القاسمی

بھتیجہ کے لئے نصف حصہ کی وصیت کر گیا کیا حکم ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ زید کا انتقال ہوا اور انہوں نے ساڑھے تین بیگھا زمین مزروعہ اور ایک باغ جس میں کل نو پیڑ ہیں چھوڑا اور ورثہ میں ایک لڑکا اور ایک بیوی اور ایک بھتیجہ چھوڑا اور علی التخصیص اپنی کل جائداد کا نصف حصہ وصیت میں مفقود الخبر بھتیجے کو دیا اب دریافت طلب بات یہ ہے کہ جائداد مزروعہ میں کن کا حصہ کیا ہوتا ہے

الجواب: حامدًا ومصلیًا

اگر شہادت کے ذریعہ وصیت ثابت ہو جائے تو ثلث مال میں وصیت نافذ ہوگی اس

سے زیادہ میں ورثاء کی اجازت شرط ہے اگر ورثاء اجازت دیدیں تو ثلث مال سے زائد ملے گا ورنہ نہیں **کذا فی الدر المختار**

بہر حال کل ترکہ سے ایک ثلث نکالنے کے بعد بقیہ ترکہ کی تقسیم حسب ذیل ہوگی:

مسئلہ ۸

زوجہ	ابن مفقود الخبر	ابن الاخ
۱	۷	محروم

ایک سہام زوجہ کو ملے گا اور باقی سات سہام ابن مفقود الخبر کو اور ابن الاخ ابن کی وجہ سے محروم ہوجائے گا۔ ابن مفقود الخبر کا حصہ کسی عادل آدمی کے ہاتھ میں دے دیا جائے وہ اس کو محفوظ رکھے (کذا فی ملتقی الابحر مع مجمع الانہر ج ا ص ۷۱۳) **(المفقود) میت فی حق غیرہ فلا یرث بل حکم بموتہ فیما بعد الخ (فیوقف نصیبہ منہ) ای من مال من مات قبل الحکم بموتہ فی ید عدل لامکان حیاتہ الخ**

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

اخرجہ العبد حبیب اللہ القاسمی

وصیت و وراثت کی ایک صورت

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ رحیم اللہ خاں نے اپنی کل جائداد میں سے آٹھ بیگہ زمین اپنی بیوی کے نام اس طرح سے وصیت کی کہ تاحیات اس آراضی کی مالکہ رہیں گی جبکہ رحیم اللہ خاں کی اولاد میں سے ایک لڑکا جس کا نام نعیم اللہ ہے اور ایک لڑکی جس کا نام آثمہ خاتون ہے آثمہ خاتون کے ایک لڑکا ہے جس کا نام انیس احمد ہے دوسری وصیت رحیم اللہ خاں کے داماد نے قانونی نقطہ نظر سے مقدمہ لڑنے کے لئے اس طرح سے سرکاری عدالت سے کرائی ہے کہ رحیم اللہ خاں کے مرنے کے بعد کل جائداد کی مالکہ رحیم اللہ خاں کی بیوی ہیں اور ان کے مرنے کے بعد آثمہ خاتون اور آثمہ خاتون کے مرنے کے بعد

آثمہ خاتون کا لڑکا انیس احمد ہے اس وصیت کے لحاظ سے جائداد کا کوئی حصہ رحیم اللہ کے لڑکے نعیم اللہ خاں کو نہیں ملتا ہے لیکن شریعت کا فیصلہ اس میں کیا ہے کیا شرعاً نعیم اللہ جائداد مذکورہ میں حصہ پانے کے مستحق ہیں یا نہیں اور اس وصیت کی کیا حیثیت ہے۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

صورت مسئولہ میں نعیم اللہ خاں کے والد کے ترکہ میں حصہ پانے کے مستحق ہیں اور رحیم اللہ خاں کی وصیت اپنی بیوی کے لئے لا وصیۃ لوارث کے تحت بالکل باطل ہوگئی اب رحیم اللہ خاں کے کل مال و جائداد کی تقسیم حسب ذیل ہوگی۔

حقوق متقدمہ علی الارث مثلاً قرض مہر وغیرہ کی ادائیگی کے بعد کل ترکہ کو ۲۴ سہام پر تقسیم کرنے کے بعد تین سہام زوجہ کو ملے گا اور ۱۴ سہام لڑکے کو ملیں گے اور سات سہام لڑکی کو ملے گا انیس احمد آثمہ خاتون کے لڑکے رحیم اللہ خاں کے ترکہ میں اس کا کوئی حصہ نہیں ہے البتہ اپنی ماں کے حصہ سے اس کے انتقال کے بعد اپنا استحقاق ثابت کرسکتا ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

اخرجہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

شوہر کے انتقال کے بعد مہر معاف ہوسکتا ہے یا نہیں؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین در یں مسئلہ کہ ایک عورت کا شوہر مرگیا مرتے وقت اس کی بیوی اس کے یہاں موجود نہیں تھی اور شوہر نے اپنی زندگی میں نہ مہر ادا کی تھی اور نہ ہی بیوی نے معاف کیا تھا اب شوہر کے دوسرے بھائی اس کے کل ترکہ میں حصہ دار ہونا چاہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اب مہر کے معاف ہونے کی کوئی شکل نہیں ہے اس لئے پورے ترکہ میں ہم لوگ اور اس کی بیوی حصہ دار ہیں اس میں سے اس کی مہر نہیں دی جائے گی اور بیوی بھی معاف کرنے کو تیار ہے مگر کہتی ہے کہ جب وہ مرچکے تو کیسے معافی ہو وہ زندہ ہوتے تو ان سے کہہ دیتی کہ ہم نے معاف کردیا غرض کہ دریافت طلب امر یہ

ہے کہ مہر کے مافی کی شرعاً اب کوئی صورت ہے یا نہیں دوسرے یہ کہ ترکہ میں سے مہر نکالنے کے بعد وراثت تقسیم ہوگی یا پورے ترکہ میں سب حصہ دار ہوں گے۔

الجواب: حامدًا ومصلیًا

(۱) مہر احد الزوجین کے مرنے کی وجہ سے مؤکد ہو جاتی ہے جس کی ادائیگی ترکہ سے ضروری ہوتی ہے لیکن اگر بیوی معاف کردے تو اس کو اختیار ہے اس کے لئے شوہر کا زندہ ہونا ضروری نہیں مرنے کے بعد بھی معاف کرسکتی ہے۔

والمهر يتأكد بأحد معان ثلاثة الدخول والخلوة الصحيحة وموت احد الزوجين سواء كان مسمّٰى او مهر المثل حتى لا يسقط من شيء بعد ذالك الا بالابراء من صاحب الحق (کذا فی البدائع فتاوی ہندیہ ج ا ص ۳۰۳)

(۲) ترکہ میں سے پہلے مہر نکال کر پھر وراثت تقسیم ہوگی **ثم تقضى ديونه من جميع ما بقي عن ماله الخ ثم يقسم الباقي بين ورثته الخ السراجي**

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

اخرجہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

راشی باپ کے ترکہ کا حکم

سوال: زید کے باپ کا انتقال ہوگیا اس نے ترکہ میں بہت سی چیزیں چھوڑی ہیں لیکن زید کا باپ سرکاری ملازم تھا اور زبردست راشی تھا تو کیا زید کے لئے باپ کا ترکہ لینا جائز ہے اس وقت اس کو کیا کرنا چاہئے؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

اگر زید باپ کے ترکہ سے اپنا حصہ نہ لے تو اولیٰ ہے۔

وفي فتاوىٰ الولوالجي رجل مات وكسبهٔ من بيع البازق ان تورع الورثة عن اخذ ذالك كان اولىٰ ويردون على اربابها وان لم يعرفوا

اربابها تصدقوا بها و کذلك الجواب فيما اخذ رشوة وظلمًا ان تورع الورثة كان اولىٰ كذا فى البناية (جلدنهم)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

اخرجہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعليق والتخريج

(۱) رجل مات و كسبه "الخ"۔ (بنايه: كتاب الكراهية: فصل فى البيع ج:۱۲ ص:۲۰۹)۔ دار الكتاب العلميه بيروت۔

(۲) (وكذا فى الفتاوىٰ الولوالجيّة: كتاب الكراهية: الفصل السادس ج:۲ ص:۳۴۰۔ دار الكتاب العلميه۔

(۳) هنديه ج:۳ ص:۲۱۰۔ باب فى البياعات المكروهة۔ دار الكتاب العلميه بيروت۔

(۴) وكذا فى الشامى ج:۶ ص:۳۸۵۔ كراچى۔

متوفیٰ کی امانت کس کے حوالہ کی جائے

سوال : عرصہ سے میرے ایک رشتہ دار کے لڑکے کا تھوڑا روپیہ ہمارے پاس بطور امانت ہے لیکن کوشش کے باوجود اس کا پتہ نہیں چلتا کہ ہم اسے دیدیتے، اس کے عزیز بتاتے ہیں کہ اس کا انتقال ہوئے عرصہ ہوگیا، لڑکے کے والد کا تو انتقال ہوئے عرصہ ہو چکا ہے۔

اس لڑکے کے قریبی رشتہ داروں میں اب اس کے دو بھائی اور ایک یا دو بہن بچی ہیں لہٰذا مذکورہ بالا معاملہ پر غور کرکے آپ ہمیں بتانے کی زحمت کریں کہ شرع کی رو سے اس روپیہ کو ہم اس کے بھائی بہنوں کو دیدیں اگر دیا جائے تو کس حساب سے؟ یا پھر وہ روپیہ اس لڑکے کے نام سے کسی مسجد میں یا غریب محتاج کو دینا چاہئے۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

صورت مسئولہ میں امانت کی رقم بھائی بہن کو دیدی جائے، وہ حسبِ حصص شرعی اس کو تقسیم کرلیں۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
اخرجہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعليق والتخريج

(۱) غاب المودع ولا يدرى حياته ولا مماته ويحفظها أبداً حتى يعلم بموته وورثته. كذا فى الوجيز للكردى ولا يتصدق بها. وإذا مات رب الوديعة فالوارث خصم فى طلب الوديعة. (هنديه: كتاب الوديعة: الباب السابع ج:۴ ص:۳۶۹). مكتبة الاتحاد.

(۲) وكذا فى البزازيّة: كتاب الوديعة: الباب السادس ج:۲ ص:۳۲۶. دار الكتاب العلميه بيروت.

(۳) إن لم يجد المديون ولا وارثه صاحب الدين ولا وارثه فتصدق المديون أو وارثه عن صاحب الدين برئ فى الآخرة. (شامى: كتاب اللقطة: قبيل مطلب فيمن عليه ديون ومظالم ج:۶ ص:۴۴۳). زكريا.

مناسخہ کی ایک صورت

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں اتواری میاں نے مرنے کے بعد چھوڑا ایک بیوی مسماۃ جمعراتن دولڑکی بی بی زینب زوجہ عبد الولی اور بھتیجا عبد العلی کو، ایسی حالت میں اتواری میاں کی جائداد سے کس کو کتنا حصہ ملے گا۔ زوجہ عبد العلی دختر اتواری میاں مرحوم نے مرکر چھوڑا ایک والدہ مسماۃ جمعراتن بہن زینب اور اپنے شوہر عبد العلی اور چچازاد بھائی کو، اب ان کے حصۂ پدری سے کس کو کتنا حصہ ملے گا۔ شیخ امتیاز شیخ مظہر اور شیخ

اقبال تینوں بھائی حقیقی تینوں کے نام سے برابر جائداد ہے اقبال میاں کو صرف ایک لڑکی ہے وہ انتقال کر گئے ان کی جائداد سے ان کی لڑکی کو اور دونوں بھائی کو کتنا حصہ ملے گا۔

شیخ عبدل شیخ علی جان اور شیخ بھولا تینوں بھائی حقیقی ہیں شیخ بھولا کو صرف ایک لڑکی ہے اور دو بھائی کو لڑکا لڑکی بھی ہے پہلے علی جان میاں ایک لڑکا اور دو لڑکی اور دونوں بھائی کو چھوڑ کر انتقال کر گئے اس کے بعد بھولا میاں اپنی لڑکی مونتی اور بڑے بھائی عبدل اور بھتیجا مظلوم اور اس کی بہن شیخ علی جان کی اولاد کو چھوڑ کر انتقال کیا اب بھولا میاں کی جائداد سے ان کی لڑکی مونتی بھائی عبدل اور بھتیجا مظلوم کو کتنا حصہ ملے گا۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

اتواری میاں مسئلہ ۲۴

مسئلـــه

زوجہ	بنت	بنت	ابن الاخ
مسماۃ جمعراتن	زینب	زوجہ عبدالعلی	عبدالعلی
۳	۸	۸	۵

برتقدیر صحت سوال اتواری میاں کی کل جائداد متروکہ حقوق متقدمہ علی الارث مثلا قرض و دین مہر وغیرہ ادا کرنے کے بعد ۲۴ر سہام پر تقسیم ہو کر بیوی کو ۳ دونوں لڑکیوں کو آٹھ آٹھ اور بھتیجے کو پانچ حصے ملیں گے۔

زوجہ عبدالعلی مسئلہ ۸

مسئلـــه

زوج	ام	اخت	ابن العم
عبدالعلی	مسماۃ جمعراتن	زینب	چچازاد بھائی
۳	۲	۳	محروم

اگر سوال صحیح ہے تو حقوق متقدمہ علی الارث مثلاً تجہیز و تکفین و قرض وغیرہ ادا کرنے کے

بعد زوجہ عبد العلی کی کل جائداد متروکہ آٹھ حصوں پر تقسیم ہو کر شوہر عبد العلی کو تین اور ماں جمعراتن کو دو اور بہن زینب کو تین حصے ملیں گے اور چچازاد بھائی کو کچھ نہیں ملے گا۔

شیخ اقبال تص ۴

مسئلہ

بنت	اخ	اخ
لڑکی	شیخ امتیاز	شیخ مظہر
۲	۱	۱

برتقدیر صحت سوال جملہ حقوق متقدمہ علی الارث مثلا قرض و دین و مہر و تنفیذِ وصایا وغیرہ ادا کرنے کے بعد شیخ اقبال کی کل جائداد متروکہ ۴ حصوں میں تقسیم ہو کر لڑکی کو دو اور دونوں بھائیوں کو ایک ایک حصہ ملے گا۔

بھولا میاں مسئلہ ۲

مسئلہ

بنت	اخ	ابن الاخ	بنت الاخ
مومنتی	عبدل	مظلوم	اس کی بہن
۱	۱	محروم	محروم

برتقدیر صحت سوال بھولا میاں کی کل جائداد متروکہ بعد ادائے حقوقِ متقدمہ علی الارث مثلا تجہیز و تکفین و بعد تنفیذِ وصایا و قرض دو حصے پر تقسیم ہو کر لڑکی مومنتی کو ایک اور بڑے بھائی کو یعنی عبدل کو ایک حصہ ملے گا اور بھتیجا مظلوم اور اس کی بہن نیز شیخ علی جان کی اولاد محروم ہو گی ان کو کچھ نہیں ملے گا نیز بھولا میاں کو اپنے بھائی علی جان میاں کی جائداد سے بھی کچھ نہیں ملے گا۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

اخرجہ العبد حبیب اللہ القاسمی

زندگی میں تقسیم مال کا طریقہ

سوال: زید زندہ ہے اور وہ اپنی جائداد کو اپنی اولاد میں اپنے مرنے سے پہلے تقسیم کرنا چاہتا ہے، اور اس کے تین لڑکے اور دو لڑکیاں اور بیوی ہے تو ہر ایک کا حصہ کتنا ہوگا۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

زندگی ہی میں اپنے مال کو تقسیم کرنے کی صورت میں ہر ایک کو برابر حصہ ملتا ہے لہٰذا کل مال کو پانچ حصوں پر تقسیم کر کے ایک حصہ سب کو دیدیں اور بیوی کو جتنا چاہیں دیدیں۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب — الجواب صحیح

اخرجہ العبد حبیب اللہ القاسمی — بندہ محمد حنیف غفرلہ

التعليق والتخريج

(۱) وفي الخانية: لا بأس تفضيل بعض الأولاد في المحبّة لأنّها عمل القلب وكذا في العطايا إنّ لم تقصد به الاضرار وإن قصده فيسوى بينهم يعطي البنت كالابن عند الثاني وعليه الفتوى: وفي الشامي أي على قول بي يوسف: من أنّ التضيف بين الذكر والانثى افضل من التثليث الذي هو قول محمدؒ. (شامي: كتاب الهبة ج:۸ص:۵۰۱). زكريا.

(۲) لووهب شيئًا لأولاده الصحّة وأراد تتفضيل البعض على البعض، عن أبي حنيفة: لا بأس به إذا كان التفضيل لزيادة فضل في الدين، وإن كانا سواء، يكره وروى المعلى عن أبي يوسفؒ أنّه لا بأس به إذا لم يقصد به الاضرار وإن قصد به الاضرار سوى بينهم وهو المختار. (الفتاوىٰ الهنديه: كتاب الهبة: الباب السادس ج:۴ص:۳۹۱). اتحاد بك ڈپو.

(۳) عن النعمان بن بشير ﷺ أن أباه أتى به إلى رسول الله. صلى الله عليه وسلم. فقال: إني نحلت ابني هذا غلاماً، فقال: "أكل ولدك نحلت مثله؟" قال: لا

قال: فارجعه، وفی روایة.... قال فاتقوا الله واعدلوا بین أولادکم۔ (مشکاۃ ج:۱ ص:۲۶۱۔ قدیمی)۔

لڑکی کے مقابلہ میں لڑکے کا حق دوگنا کیوں؟

سوال: باپ کی جائداد میں بعد والد کے انتقال کے لڑکے کے حق سے لڑکی کا حق آدھا رکھا گیا ہے اس کی کیا وجہ ہے جبکہ بیٹی و بیٹا اسی کی اولاد ہیں؟ شیرخوار بچے بحکم خدا قضا کر گئے۔ تو اس وقت اس کا دودھ معاف کرنا ماں کے لئے ضروری ہے یا نہیں یہاں دیہات میں بچے کو کفن دیتے وقت عورتیں رہتی ہیں تو دودھ معاف کرواتی ہیں۔

دادا کی موجودگی میں بیٹا مرگیا پوتے کا حق معزول ہو جاتا ہے شریعت نے اس کا حق ختم کر دیا اب پوتے چھوٹے ہیں ان کی پرورش کے لئے شریعت نے کیا طریقہ بتلایا ہے کیسے پرورش ہوگی۔

الجواب: حامدًا ومصلیًا

خداوند قدوس نے یہی حکم دیا ہے قرآن پاک میں اس کی تصریح موجود ہے: **للذکر مثل حظ الانثیین الآیه** پارہ ۴ رکوع ۱۳ آیت ۱۱ مذکر کے لئے مؤنث کا دوگنا ہے لڑکا مذکر ہے اور لڑکی مؤنث ہے لہٰذا لڑکے کو لڑکی کا دوگنا ملے گا نیز یہ حکم قرین قیاس بھی ہے، اس لئے کہ عورت ناقص العقل ہوتی ہے، بایں وجہ شہادات میں جہاں دو مرد کا ہونا ضروری ہے ایک مرد ہو تو دوسرے مرد کی جگہ پر عورتوں کا ہونا ضروری ہے دو عورتیں مل کر ایک مرد کے قائم مقام ہوتی ہیں خداوند قدوس نے بھی دو عورت کو ایک مرد کے قائم مقام بنایا ہے چنانچہ ارشاد ہے **واستشهدوا شهیدین من رجالکم فان لم یکونا رجلین فرجل وامرأتان الآیة** (پ ۳ رکوع ۱۷ آیت ۲۸۲)

دودھ معاف کرانے کا ثبوت نہیں ہے اگر نانی نہ ہو تو دادی پرورش کرے، **الام احق بحضانة ولدها قبل الفرقة وبعدها ثم ای بعد الام بان ماتت او**

لم تقبل او تزوجت بغیر محرم او لیست اھلا (امھا) ای ام الام وان علت ثم ام الاب الخ (ملتقی الابحر مع مجمع الانہر ج ا ص ۴۸۰)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

اخرجہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) سورۃ النساء: ۱۱۔

(۲) سورۃ البقرۃ: ۲۸۲۔

(۳) الام احق "الخ"۔ (ملتقی الابحر مع مجمع الأنھر: باب الحضانۃ ج: ۲ ص: ۱۶۶۔" دار الکتاب العلمیہ بیروت۔

(۴) للذکر مثل حظ الانثیین الآیة: سورۃ النساء: وفی تفسیر ابن کثیر: أی: بأمر بالعدل فیھم، فإن أھل الجاھلیة کانوا یجعلون جمیع المیراث للذکور دون الإناث فامر اللہ تعالیٰ بالتسویة بینھم فی أصل المیراث، وفاوت بین الصنفین، فجعل للذکر مثل حظ الانثیین، وذلك لاحتیاج الرجل إلی مؤنة النفقة والکلفه ومعاناۃ التجارۃ والتکسب وتجشم المشقة فناسب أن یعطی ضعفی ماتأخذہ الأنثی۔ (تفسیر ابن کثیر تحت آیة: ۱۱ من سورۃ النساء)۔

تقسیم ترکہ کا ایک مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ اولاد علی کا انتقال ہوا اور مرنے کے بعد تین لڑکے مولوی حفیظ اللہ، صبغۃ اللہ، رفیق اللہ اور ایک لڑکی مدینہ بی بی چھوڑا اولاد علی کی جائداد ان کی اولاد میں مشترک چل رہی تھی اس کے بعد یکے بعد دیگرے ان کی اولاد کا بھی انتقال ہوگیا پہلے صبغۃ اللہ کا ان کے بعد مولوی حفیظ اللہ کا ان کے بعد مدینہ بی بی کا ان کے بعد رفیق اللہ کا ان میں سے ہر ایک کی اولادیں ہیں لیکن مدینہ بی بی کی کوئی اولاد نہیں مدینہ بی بی سے متعلق خرچ اور دیکھ بھال مولو حفیظ اللہ کرتے تھے اور

مولوی حفیظ اللہ کے انتقال کے بعد ان کے لڑکے عبد السلام کرتے تھے سوال طلب امر یہ ہے کہ مدینہ بی بی کے حصہ کی جائداد شرعاً کس کو ملنی چاہئے؟

نوٹ: حفیظ اللہ کے ایک لڑکا اور دو لڑکی زندہ ہیں صبغۃ اللہ کے چار لڑکے اور چار لڑکی زندہ ہیں رفیق اللہ کے چھ لڑکے دو لڑکی زندہ ہیں۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

صورت مسئولہ میں بر تقدیر صحت سوال مدینہ بی بی کا کل ترکہ رفیق اللہ کو ملے گا صبغۃ اللہ اور حفیظ اللہ کا انتقال چونکہ مدینہ بی بی کی حیات ہی میں ہو چکا تھا اس لئے یہ دونوں مدینہ بی بی کے ترکہ سے کچھ نہیں پائیں گے اور رفیق اللہ کے انتقال کے بعد ان کا کل ترکہ ان کے لڑکے اور لڑکیوں کو ملے گا رفیق اللہ کا کل ترکہ چودہ سہام پر تقسیم کر کے دو دو سہام لڑکوں کو اور ایک ایک سہام لڑکیوں کو ملیں گے، مدینہ بی بی کی حیات میں مولوی حفیظ اللہ اور ان کے بعد ان کے لڑکے جو کچھ دیا لیا کرتے تھے وہ سب تبرع و احسان تھا اس کا ثواب ان شاء اللہ آخرت میں ملے گا۔

الجواب صحیح — فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

محمد حنیف غفرلہ — اخرجہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۱) ثم العصبات من جهة النسب والعصبة كل من يأخذ ما أبقتته اصحاب الفرائض وعند الانفراد يحرز جميع المال. (اسراجی فی المیراث ص:۵) النسخ الہندیہ۔

(۲) اما لبنات الصلب فاحوال ثلاث: النصف للواحدة.... ومع الابن للذكر مثل خ الانثيين وهو يعصبهن. (السراجی فی المیراث ص:۱۲۔ زکریا)۔

(۳) وإذا اختلط البيون والبنات عصب البنون البنات فيكون للأبن مثل حظ الانثيين. (هنديه: الباب الثانى فى ذوى الفروض: ج:۶ص:۴۴۱). اتحاد۔

(۴) وكذا فى تبيين الحقائق كتاب الفرائض ج:۷ص:۴۸۰۔ دار الكتاب العلميه۔

(۵) قال الله تعالیٰ: يوصيكم الله فى أولادكم للذكر مثل حظ الانثيين. (سورۃ النساء:۱۱)۔

ورثاء میں ایک لڑکا دو لڑکیاں ہیں ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا؟

سوال: زید مرگیا اس کے پاس جائداد آٹھ بیگہ دھان کا کھیت ہے اور چھ بیگہ فصل ربیع کا ہے اور وارثین میں ایک لڑکا ہے اور دو لڑکیاں ہیں آٹھ بیگہ فصل خریف میں کتنا لڑکے کا ہے؟ اور کتنا بیگہ ایک ایک لڑکیوں کا ہے؟ اور اس طرح سے فصل ربیع والے میں بھی بیگہ کی تصریح کے ساتھ ایک لڑکا اور دو لڑکی کے لئے حصہ مطلوب ہے؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

برتقدیر صحت سوال صورت مسئولہ میں زید کا کل ترکہ چار سہام پر تقسیم کر کے دو سہام لڑکے کو اور ایک ایک سہام دونوں لڑکیوں کو ملے گا۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

اخرجہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۱) أما البنات الصلب فأحوالٍ ثلث: النصف للواحدة، والثلثان للاثنين فصاعدة ومع الابن للذكر مثل حظ الانثيين وهو يعصبهن. (السراجی فی المیراث ص:۱۲). زکریا۔

(۲) وإذا اختلط البنون والبنات عصب البنون البنات، فيكون للابن مثل حظ الانثيين. (هنديه: الباب الثاني: في ذوى الفروض ج:۶ ص:۴۴۱). مکتبه الاتحاد۔

(۳) وعصبها الابن وله مثل حظها: معناه إذا اختلط البنون والبنات عصب البنون البنات، فيكون للابن مثل حظ الانثيين. (تبيين الحقائق كتاب الفرائض ج:۷ ص:۴۸۰). دار الكتاب العلميه بيروت۔

وارث کے حق میں وصیت کا حکم

سوال: عرض یہ ہے کہ زید اپنی موت سے قبل باہوش وحواس ایک تحریر لکھتا ہے جس میں ایک جوڑی پاورلوم کا ذکر ہے جو کرایہ پر چلتا ہے اس کا کرایہ ایک مسجد اور مدرسہ میں دینے کو لکھا ہے ۲/۱ حصہ جس میں ۴/۳ حصہ مسجد اور ۴/۱ حصہ مدرسہ اورآدھا حصہ میں تین لڑکیاں ہیں جس میں ایک انتقال کرچکی ہے تینوں کا نام لکھا ہے اورایک نواسے کو بھی نامزد کردیا ہے جس کی والدہ باحیات ہے آیا زید کااس طرح وصیت کرنا صورت مذکورہ میں نافذ ہوگا یا نہیں؟ بصورت دیگر شرعی نقطۂ نظر سے لوم کا کرایہ کس طرح تقسیم کیا جائے جواب باصواب سے نوازیں تاکہ ورثاء کو اطمینان ہوجائے۔

الجواب: حامدًا ومصلیًا

لوم کے کرایہ کی وصیت مسجد ومدرسہ اورنواسہ کے حق میں درست ہے لیکن لڑکیوں کے حق میں یہ وصیت نافذ نہ ہوگی ''**لقوله عليه الصلوٰة والسلام لا وصية لوارث**'' حسب تصریح موصی مذکورہ بالا تین (مسجد، مدرسہ اورنواسہ) پر کرایہ صرف کیا جائے اوربقیہ رقم حسب بیان شرعی ورثاء موجودین میں تقسیم ہوگی۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

اخرجہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعليق والتخريج

(۱) عن أبي ثمامة الباهلي رضي الله عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول في خطبه حجة الوداع: إن الله تبارك و تعالىٰ قد أعطى كل ذي حق حقه فلا وصية لوارثٍ. (سنن الترمذي ج:۲ص:۳۲). بلال.

ولا تجوز الوصية لوارثٍ عندنا إلا أن يجيزها الورثه. (الفتاویٰ الهندية كتاب الوصية ج:۶ ص:۱۰۶). زكريا.

ترکہ کی ایک صورت

سوال: شیخ محمد تیجو صاحب مقیم محلہ میر مست ان کا انتقال ہوا انھوں نے تین لڑکی چھوڑی مریم دوسری اور تیسری لڑکی کا نام معلوم نہیں اور تین لڑکوں کو چھوڑا، عبد الرحمٰن (۲) عبد الرحیم (۳) عبد المجید، قرآن وحدیث کی رو سے ان حضرات کا کتنا حصہ ہوتا ہے؟ ان کو مفصل تحریر فرمائیں۔

الجواب: حامدًا ومصلیًا

مسئلہ ۹

عبد الرحمٰن	عبد الرحیم	عبد المجید	مریم	لڑکی	لڑکی
۲	۲	۲	۱	۱	۱

بر تقدیر صحت سوال مرحوم شیخ محمد تیجو کا کل ترکہ بعد ادائیگی حقوق متقدمہ علی الارث (مثلا قرض مہر وغیرہ) نو سہام پر تقسیم کر کے دو دو سہام تینوں لڑکوں کو اور ایک ایک سہام تینوں لڑکیوں کو ملے گا۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

اخرجہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

تقسیم ترکہ کی ایک اور صورت

سوال: عبد المجید، عبد الرحمٰن اور عبد الرحیم تینوں بھائیوں میں سے عبد الرحیم کا انتقال ہوگیا اور انھوں نے اپنے پیچھے ایک لڑکی وحید النساء کو چھوڑا تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ وحید النساء کا عبد الرحمٰن اور عبد الحمید کی موجودگی میں شریعت کی رو سے کتنا حصہ ہوتا ہے؟ اس کو مدلل اور مفصل تحریر فرمائیں۔

الجواب: حامدًا ومصلیًا

مسئلہ ۴

اخ	اخ	بنت
۱	۱	۲

برتقدیر صحت سوال صورت مسئولہ میں بعد ادائیگی حقوق متقدمہ علی الارث (مثلا قرض مہر وغیرہ) عبدالرحیم کا کل ترکہ چار سہام پر تقسیم ہو کر دو سہام بنت وحید النساء کو اور ایک ایک سہام دونوں بھائی عبدالمجید وعبدالرحمٰن کو ملے گا۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

اخرجہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

تقسیم وراثت میں پاگل کی اجازت کا حکم

سوال: میرے بڑے بھائی مسمی ذیشان جو ہم سے علاحدہ رہتے ہیں ان کا انتقال ہوگیا پس ماندگان میں ایک بیوہ پانچ لڑکے اور تین لڑکیاں ہیں لڑکوں میں ایک لڑکا جس کی عمر تقریبا سولہ سترہ سال ہے بالکل مخبوط الحواس ہے اپنے نفع ونقصان کو کچھ نہیں سمجھتا، گفتگو پر بھی قدرت نہیں رکھتا اسی طرح ایک لڑکی کا بھی حال ہے جو بالغہ بھی ہے بھائی مرحوم کے بہت سے استعمالی کپڑے وغیرہ ہیں سب ورثاء برضا ورغبت کپڑوں کو خیرات کرنا چاہتے ہیں قبل تقسیم میراث، تو یہ از روئے شرع درست ہے؟ جبکہ ایک لڑکا اور ایک لڑکی کی یہ حالت ہے جو اوپر بیان کی گئی۔

الجواب: حامدًا ومصلیًا

ترکہ میں شرکت کی وجہ سے ہر ایک وارث کی اجازت ضروری ہے اور مخبوط الحواس (پاگل) کی اجازت معتبر نہیں اس لئے لڑکا اور لڑکی جو مخبوط الحواس ہیں ان کا حصہ نکال کر باقی

تقسیم کر سکتے ہیں۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
اخرجہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) ولا یصح تصرف و عبدٍ.... بلا إذن ولی و سیبیٍ ولا تصرف المجنون.

البحر الرائق ج:۸ص:۷۸۔ سعید۔

مجمع الأنہر ج:۴ص:۵۱۔ فقیہ الأمت۔

تبیین الحقائق ج:۴ص:۱۹۱۔ امدادیۃ ملتان۔

فتح القدیر ج:۸ص:۱۸۶۔ دار إحیاء التراث۔

وراثت کا ایک مسئلہ

سوال: حوالدار مرحوم نے اپنے دو بھائی نصیر اور رفیق اور دو بہن مونا اور سمرونا اور اپنی منکوحہ کو چھوڑا، اولاد کوئی نہیں ہے، لہذا ورثاء مذکورین وترکہ سے کیا حصہ مل رہا ہے؟ حصہ کرکے ظاہر فرمائیں، اور حوالہ سے مستفید، اسی مرحوم نے قبل از وفات بدرستگی ہوش وحواس اپنے دونوں بھائی رفیق اور نصیر کو اپنی ساری جائداد منقولہ وغیرہ کی وصیت کردی اور سرکاری اسٹامپ پر گواہوں کے روبرو لکھ بھی دیا، اب آیا یہی دونوں بھائی جائداد کے مالک شرعی ہوں گے یا دونوں بہن اور بیوی بھی حصہ پائے گی؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

مسئلہ ۸

زوجہ	اخ	اخ	اخت	اخت
۲	۲	۲	۱	۱

بعد ادائیگی حقوق متقدمۃ علی الارث (مثلاً دین مہر وغیرہ) حوالدار صاحب کے کل ترکہ کی

تقسیم مذکورہ بالا تقسیم کے مطابق ہوگی یعنی دو، دو سہام بیوی اور بھائیوں کو اور ایک ایک سہام بہنوں کو۔ بھائیوں کے حق میں وصیت صحیح نہیں ''لقوله عليه الصلوٰة والسلام لا وصية لوارث'' لہٰذا کل ترکہ کی تقسیم مذکورہ بالا نقشہ کے مطابق ہوگی۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

اخرجہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

عن أبي أمامة الباهلي رضي الله عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول في خطبة عام حجة الوداع: إن الله تبارك و تعالىٰ قد أعطى كل ذي حقٍ حقه فلا وصية لوارثٍ. (سنن أبي داؤد ج:۲ص:۳۹۶). بلال.

ولم يجز تخصيص غريم بقضاء دينه ولا إقراره لوارثٍ سواء أقر بدينٍ أو عينٍ لقوله عليه السلام إن الله تعالىٰ أعطى كل ذي حق حقه ألا لا وصية لوارثٍ إلا بتصديق البقية. (درر الحكام شرح غرر الأحكام ج:۲ص:۳۶۷). قديم.

سامان جہیز میں وراثت کا حکم

سوال: زید کا نکاح مسماۃ زینب سے ہوا تھا، ساتھ ہی رخصتی بھی ہوئی تھی ایک دن کے بعد بچی کو رخصت کر دیا گیا پھر دوبارہ ایک سال کے بعد زید کے والد رخصتی کرا کرا پنے گھر لائے تقریباً ایک ماہ لڑکی زید کے گھر رہی اور زید بھی گھر پر موجود تھا بعدہ بچی بیمار ہوگئی اور اس کا انتقال بھی ہوگیا اور کوئی بچہ بھی نہ ہونے پایا تھا، اب سوال یہ ہے کہ مہر جو زید کے ذمہ واجب تھی اور اس کی ادائیگی بھی نہ ہو پائی تھی کس کو دیا جائے ادائیگی کی کیا صورت ہوگی؟ نیز یہ بھی تحریر فرمائیں کہ جملہ سامان جو بطور جہیز دیا گیا تھا زید کے والد پر ان اسباب کا لوٹانا ضروری ہے یا نہیں؟ صحیح مسئلہ سے روشناس کرا کر عنداللہ ماجور ہوں۔

الجواب: حامدًا ومصلیًا

مہر زینب کے والدین اور دوسرے لوگ جو ورثاء میں ہوں ان کو دیدیا جائے وہ شرعی طریقہ پر تقسیم کرلیں یا زید ہی سب کا حصہ کر کے ہر ایک کو ان کے حصہ کے بقدر دیدے، جہیز کا سامان اگر عاریۃً دیا تھا تو ایسی صورت میں زینب کے والد کو واپس کردیا جائے اور اگر تملیکا دیا تھا تو ایسی صورت میں بھی ان کے ورثاء میں حصہ شرعی کے مطابق تقسیم ہوگا۔

نوٹ: ورثاء میں خود زید زینب کا شوہر بھی داخل ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

اخرجہ العبد حبیب اللہ القاسمی

(۱) فإذا بعث الزوج إلى أهل زوجته أشياء زفافها منها ديباج فَلَمَّا زفت إليه أراد أن يسترد من المرأة الديباج ليس له ذلك إذا بعث إليها على جهة التمليك كذا في الفصول العمادية. (الفتاوىٰ الهندية ج:۱ ص: ۳۹۳). زکریا.

خاندانی بھائی اپنے بھائی کے ذاتی مال میں حصہ داری چاہتا ہے، کیا حکم ہے؟

سوال: میرے دادا غوث محمد شاہ کے دو لڑکے ایک کا نام معین الدین شاہ دوسرے کا نام عزیز الدین شاہ، غوث محمد کے نام پوری جائداد اور گدی کے بارے میں ان کے والد محترم وصیت نامہ لکھ کر پردہ فرما گئے، غوث محمد شاہ کے نام پوری جائداد تھی تبھی ان کے لڑکے معین الدین شاہ کا انتقال ہوگیا اور معین الدین شاہ کا ایک لڑکا ہے جن کا نام نور الھدی ہے غوث محمد نے اپنی موجودگی میں اپنی تمام جائداد وسجادہ نشینی کے بارے میں اپنے چھوٹے لڑکے عزیز الدین شاہ کو اس کا اہل پا کر ان کے نام وصیت نامہ لکھ کر اس دار فانی سے روانہ ہو گئے اسی وصیت نامہ میں شاہ عزیز الدین کو اپنا قائم مقام وسجادہ نشین بنایا

ہے اور اس میں نور الہدی کو محجوب الارث دکھا کر جائداد کھانے کمانے کے لئے تحریر فرمایا ہے بیع کے لئے نہیں اور رمیت کے شرائط بھی تحریر فرمائے ہیں جوکہ وصیت نامہ میں موجود ہے اسی شرط پر شاہ عزیز الدین نے نور الہدی کو ۲/۱ جائداد دیدیا اور جب شاہ عزیز الدین بقید حیات تھے تبھی میرے نام (محمد عادل شاہ) ایک وصیت نامہ لکھ کر اپنا قائم مقام بنا کر اس دارفانی سے دارالبقاء کی طرف روانہ ہو گئے اب بھی اس خانقاہ میں بیٹھ کر دعا تعویذ کرتا ہوں عوام نذرانہ کے طور پر کچھ خانقاہ کے سجادہ کو دیدیا کرتی ہے خواہ وہ رقم کی شکل میں ہو یا غلہ کی شکل میں اب اسی حالت میں میرا خاندانی بھائی کچھ لوگوں کو ساتھ لیکر اس میں حصہ بٹانا چاہتا ہے جبکہ وہ برسوں سے الگ ہے، مجھ سے اور اس سے کوئی واسطہ اور تعلق نہیں ہے۔ ایسی شکل میں شرعی حکم کیا ہے؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

آپ کے خاندانی بھائی کو آپ کی آمدنی سے حصہ بٹانے کا کوئی حق نہیں جو کچھ آپ اپنی محنت سے کماتے ہیں وہ سب آپ کا ہے بغیر آپ کی رضامندی کے آپ کی مملوکہ اشیاء سے کچھ بھی ان کے لئے لینا جائز نہیں "لقوله عليه الصلاة والسلام لا يحل مال امرء الا بطيب نفسه"

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

اخرجہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۱) عن أبي حرة الرقاشي عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: لا يحل مال امرأ مسلمٍ إلا عن طيب نفسه. (سنن الدار قطني ج:۳ص:۲۲). دار الإيمان.

لا يجوز التصرف في مال غيره بلا إذنه ولا ولايته إلا في مسائل مذكورة في الأشباه. (الدر المختار مع الشامي ج:۶ص:۲۰۰). كراچی.

ایک لڑکا، ایک لڑکی اور بیوی کے درمیان ترکہ کی تقسیم

سوال: ایک شخص حاجی شمس الحق کا انتقال ہوا ۱۹۷۵ء میں انہوں نے اپنی زندگی میں تین شادیاں کیں پہلی بیوی اور دوسری بیوی کا انتقال ان کی زندگی میں ہی ہوگیا پہلی سے ایک لڑکا اور دوسری بیوی سے ایک لڑکی ہے تیسری بیوی حجن نیبہن بی بی جوان کے انتقال کے وقت زندہ تھیں ان کی کوئی اولاد نہیں ہوئی، حاجی شمس الحق مرحوم نے اپنی زندگی میں ایک مکان اپنی تیسری بیوی حجن نیبہن بی بی کے نام کردیا تھا، حاجی شمس الحق مرحوم جس مکان میں رہتے تھے وہ مکان اب بھی ان ہی کے نام ہے، لیکن حاجی صاحب کے انتقال کے بعد ان کی تیسری بیوی حجن نیبہن بی بی ......لڑکا اور لڑکی تین الگ الگ حصوں میں رہنے لگے حجن نیبہن بی بی کا انتقال فی الحال ہوا، ان کے انتقال کے وقت ان کے شوہر کی پہلی بیوی کا ایک لڑکا ان کے شوہر کی دوسری بیوی کی ایک لڑکی اور ان کی والدہ ان کا بھی کچھ دنوں بعد انتقال ہوگیا تھا، دو بھائی اور ایک بہن زندہ ہیں، ان کی دو بہنوں کا انتقال ان کی زندگی میں ہی ہوگیا تھا، اور ان دو بہنوں سے ایک ایک لڑکا اور ایک ایک لڑکی ہے حجن نیبہن بی بی نے اپنی زندگی میں بار بار یہ زبانی وصیت کی کہ ان کے مرنے کے بعد ان کا مکان جو ان کے شوہر نے ان کو دیا تھا وہ مکان پھلواری شریف میں واقع خانقاہ مجیبیہ، جہاں سے وہ مرید تھیں سے ملحق ایک مدرسہ میں چلا جائے گا، یہ باتیں انتقال کے چند دن قبل ان کی زبان پر تھا۔

سوال: حجن نیبہن بیوی کی اوپر لکھی ہوئی جائدادوں میں کن کن لوگوں کا کتنا کتنا حصہ ہوگا؟

سوال: حجن نیبہن بیوی کی وصیت کے مطابق ان کی جائداد کا استعمال ہونا چاہئے یا نہیں؟

حاجی افضل کریم کلکتہ

الجواب: حامدًا ومصليًا

(۱) متوفی حاجی شمس الحق مرحوم اپنی زندگی میں حجن بی بی کو جو مکان دیدیا وہ شرعا اس کا ہوگیا پھر حاجی شمس الحق نے اپنے انتقال کے وقت جو جائداد چھوڑی اس میں حجن بی بی کا

بھی حق ہوگا، رہا یہ سوال کہ ان کا کتنا حصہ ہوگا تو اگر حاجی شمس الحق مرحوم نے مرتے وقت ایک لڑکا ایک لڑکی اور ایک بیوی کے سوا کوئی اور وارث نہیں چھوڑا (جیسا کہ سوال سے ظاہر ہے) تو وراثت اس طرح تقسیم ہوگی کہ کل جائداد کے چوبیس حصے کر کے ۳ حصہ حجن بی بی کو، ۷ حصے لڑکی کو اور ۱۴ حصے لڑکے کو دیئے جائیں گے۔

(۲) متوفیہ حجن بی بی نے اپنے انتقال کے وقت اپنی ماں دو بھائی اور ایک بہن کو چھوڑا بقیہ جن رشتہ داروں کا نام لکھا گیا ہے ان کا حجن بی بی کی وراثت سے کوئی تعلق نہیں ہے ایسی صورت میں وراثت کی تقسیم اس طرح ہوگی کہ ساری جائداد کے (بعد ادائیگی دیون ونفاذ وصایا وغیرہ) چھ حصے کئے جائیں گے جن میں سے ایک حصہ ماں کا ایک بہن کا اور دو ایک بھائی کا، دو ایک بھائی کا حصہ ہوگا۔

حجن بیوی نے اپنے مکان کے متعلق جو وصیت کی ہے اگر ورثاء چاہیں تو پورا مکان خانقاہ مجیبیہ سے ملحق مدرسہ کے حوالے کر دیں اور اگر راضی نہ ہوں تو تین حصہ کر کے ایک حصہ مدرسہ کے نام کرنا بہر حال ضروری ہے کیونکہ یہ وصیت ہے اور وصیت ثلث مال میں لازما نافذ ہوتی ہے اور ثلث سے زائد میں ورثاء کی مرضی کی شمولیت کا شریعت نے اعتبار کیا ہے لہٰذا اگر ثلث سے زائد میں ورثاء راضی نہ ہوں تو دو ثلث ان کے درمیان مذکورہ تفصیل کے مطابق تقسیم کر دیا جائے گا۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
اخرجہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

میت کے بچے ہوئے مال سے صاحب حق اپنا حق لے سکتا ہے یا نہیں؟

سوال: زید اور عمر دونوں کا باہمی کاروبار مشترکہ طور پر چل رہا تھا عمر کو کاروبار میں ہر ماہ تقریبا اچھا خاصا نفع ہوتا رہا لیکن زید اپنے پورے حصہ کے اعتبار سے شرعی طور پر منافع سے محروم ہوتا رہا اپنی زندگی میں عمر نے زید کا حساب شرعا صاف نہیں کیا۔ حالانکہ زید اس کا عمر سے برابر مطالبہ بھی کرتا رہا۔

زید کے تقریبا پندرہ ہزار انڈین روپیے بذریعہ عمر نکلتے ہیں چھ سات ماہ کے بعد عمر کا انتقال ہوگیا زید اور اس کے شرکاء نے تجہیز و تکفین میں برابر کا حصہ لیکر کفن دفن کر دیا عمر کے کچھ ذاتی کاغذات تھے انہیں میں مبلغ تین ہزار روپیۓ کی رقم بھی برآمد ہوئی تو سوال یہ ہے کہ زید اپنی باقی ماندہ رقموں میں اس تین ہزار کو وضع کرے یا اس کے ورثہ تک پہونچا دے۔

نوٹ: یاد رہے کہ عمر کے وارثان اب بھی باحیات ہیں۔ شرعی نقطۂ نظر سے آگاہ فرمائیں۔

حاجی بدرالدین خلیل پور جونپور

الجواب: حامدًا ومصلیًا

برتقدیر صحت سوال زید یہ رقم لے سکتا ہے، ورثاء تک پہنچانا ضروری نہیں البتہ اگر زید کے علاوہ دوسرے قرض خواہ اور ہوں تو اس وقت اس تین ہزار میں دوسرے قرض خواہوں کا بھی حصہ ہوگا تب زید کے لئے تنہا اس رقم کا رکھ لینا جائز نہ ہوگا۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

اخرجہ العبد حبیب اللہ القاسمی

میت کی مختلف الانواع جائداد کی تقسیم

سوال: (۱) زید نے اپنی منکوحہ اول کے نام سے جائیدادیں آراضیات خریداری کیا تھا لیکن زید مرحوم کی جائیداد کی خریداری بنام اپنی رفیقہ حیات پہلی مع ولایت خسر صاحب کے نام مندرج کیا گیا لیکن کل جائیداد کی خریداری اپنی گاڑھی کمائی سے کیا ہے موروثی جائیداد نہیں ہے یعنی کسی بھی وثیقہ، سرکاری کاغذات وغیرہ بحوالہ کورٹ کچھری پر زید مذکور مرحوم کا نام درج نہیں ہے بلکہ زید مرحوم کی منکوحہ اول کے نام سے باضابطہ رجسٹری بیع لا کلام ہوا ہے نیز زید مذکور مرحومہ کی منکوحہ اول کے والد کا نام ولایت میں درج کرایا گیا ہے۔

(۲) زید مذکور نے اپنی ساری جائیداد کو اپنے قبضہ میں لا کرتا حیات خود بذریعہ کاشت کاری اپنے اہل وعیال کے نان ونفقہ کا حقوق واجب الاداء تاحیات کما حقہ ادا کرتا ہے، حیف صد حیف کہ زید مذکور کا انتقال پرملال ماہ اگست ۱۹۹۱ء میں ہوگیا زید مذکور مرحوم کی دو منکوحین بقید حیات موجود ہیں پہلی منکوحہ کے بطن سے پانچ لڑکیاں اور تین لڑکے ہیں اور دوسری منکوحہ کے بطن سے صرف ایک بچہ نو مولود صرف دو ماہ چودہ دن کا ہے، زید مذکور مرحوم کی والدہ محترمہ صاحبہ اب تک بقید حیات ہیں البتہ زید مذکور کے والد کا انتقال ہوگیا ہے۔ زید مذکور کے زمانۂ حیات ہی میں زید کی کل جائیدادیں بذات خود خریداری کیا ہوا ہے زید مذکور کو میراث پدری جائیداد نہیں ہے۔

(۳) زید مذکور مرحوم کی کل جائیدادیں، اثاثے، آراضیات وباغات ظروف زیورات نقد رقمیں بینک بیلینس نیز مویشیاں عمارتیں مکانات وغیرہ میں زید مذکور مرحوم کے من جملہ والدہ محترمہ منکوحہ ہیں یعنی ہر ۲ رفیقہ حیات اور نو اولادیں کے حقوق واجبی از روئے شرع بحوالہ کلام پاک واحادیث معتبرہ صحیحہ سے ثابت کرکے جواب بالصواب سے سرفراز فرمایا جائے۔

M/S، سید عبدالخالق

الجواب: حامدًا ومصلیًا

مسئلہ ۲۴

۲/زوجات	۴/ابناء	۵/بنات	ام
۳۹/۳	(۱۷)		۵۲/۴
	۱۳۶	۸۵	

برتقدیر صحت سوال بعد تقدیم ماحقہ التقدیم وتاخیر ماحقہ التاخیر بعد ادائیگی دیون ومہر وغیرہ متوفی زید کا مملوکہ کل ترکہ تین سو بارہ سہام پر منقسم ہوکر انتالیس سہام دونوں بیویوں کو اور باون سہام والدہ کو اور چونتیس چونتیس سہام ہر لڑکے کو اور سترہ سترہ سہام ہر لڑکی کو مندرجہ بالا نقشہ کے مطابق ملیں گے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

اخرجہ العبد حبیب اللہ القاسمی

تقسیم ترکہ کی ایک صورت

سوال: عبداللہ کے دولڑکے علیم اللہ حفیظ اللہ علیم اللہ کے تین لڑکے اشتیاق احمد، مشتاق احمد، شبیر احمد حفیظ اللہ کی پہلی بیوی سے کوئی اولاد نہیں ہے اس کے انتقال کے بعد حفیظ اللہ نے دوسری شادی کی یہ دوسری بیوی اپنے سابق شوہر سے پیدا شدہ ایک لڑکا علی احمد اور ایک لڑکی فاطمہ نام کی بھی ساتھ لائی اس دوسری بیوی سے بھی حفیظ اللہ کے کوئی لڑکا نہیں پھر علیم اللہ کا انتقال ہوگیا کچھ ہی دنوں کے بعد حفیظ اللہ کا بھی انتقال ہوگیا علیم اللہ کے مذکورہ تینوں لڑکے بالکل چھوٹے تھے ان کی نگرانی کے لئے حفیظ اللہ کی دوسری بیوی سے سابق شوہر سے پیدا ہونے والے لڑکے علی احمد نے اپنے بہنوئی یعنی فاطمہ کے شوہر کو ملیشیا سے بھیجا وہ آکر یہاں پر رہنے لگے، کچھ ہی دنوں کے بعد فاطمہ کے شوہر نے علی احمد کو حفیظ اللہ کا حقیقی لڑکا ہونا گورنمنٹ سے ثابت کرالیا اب وہ علی احمد، حفیظ اللہ، وعلیم اللہ کی نصف جائیداد کے

مالک ہو گئے لوگوں نے اس پر اعتراض کیا تو کہنے لگے کہ ملیشیا میں میری جائیداد ہے میرا اپنا کوئی لڑکا نہیں صرف دو بچیاں ہیں میرے مرنے کے بعد وہ جائیداد اشتیاق احمد مشتاق احمد، شبیر احمد لے لیں گے، چونکہ اس وقت اشتیاق احمد ومشتاق احمد ملیشیا پہونچ گئے مگر علی احمد کے انتقال کے بعد ملیشیا کی جائیداد ان کی بیوہ اور بچیوں کو ملی اشتیاق احمد ومشتاق احمد کو کچھ نہ ملا اور یہاں کی جائیداد پر بھی علی احمد قابض رہے ان کے مرنے کے بعد ان کی جائیداد ان کی بیوی کو ملی پھر ان کی دونوں بچیوں کی شادی ہوئی پھر علی احمد کی بیوی نے اپنی پوری جائیداد صرف ایک داماد کے نام لکھ دیا اور اشتیاق احمد، مشتاق احمد، شبیر احمد نے اس داماد سے یہ جائیداد خرید لی اس کے ساتھ ہی علی احمد کی بیوی جس مکان میں رہ رہی تھی اسی میں رہنے لگی اور اب بھی رہ رہی ہے، بٹوارے کے وقت یہ مکان مشتاق احمد کے حصہ میں آیا اور اشتیاق وشبیر نے کہا کہ علی احمد کی بیوی جب تک زندہ ہیں بطور شرع وحسن سلوک اس مکان میں رہنے دو خیر وہ رہنے لگیں اور اب بھی ہیں کوئی بات نہیں تھی، ہر وقت اپنے دوسرے داماد اور اپنی ایک بچی کو اس مکان میں مستقل رہنے کے لئے بلا لیا ہے اور کسی طرح نکلنے کے لئے تیار نہیں ہے۔ تو کیا وہ اس مکان میں رہ سکتے ہیں؟ شرعی اعتبار سے ان کا حق بنتا ہے یا نہیں؟ جبکہ مشتاق احمد ان کو اپنے اس مکان میں رہنے کی قطعاً اجازت نہیں دیتے تسلی بخش جواب سے نوازیں۔

الجواب: حامدًا ومصلیًا

مسئلہ ۳

ابن اشتیاق	ابن مشتاق	ابن شبیر	اخ حفیظ اللہ
۱	۱	۱	محروم

(۲) مسئلہ ۴

زوجہ ثانیہ	ابن الاخ اشتیاق	ابن الاخ مشتاق	ابن الاخ شبیر
۱	۱	۱	۱

صورت مسئولہ میں اشتیاق، مشتاق، شبیر احمد علیم اللہ مرحوم کے کل ترکہ کے وارث ہیں اور حفیظ اللہ کی وفات کے بعد ان کے ترکہ کا چوتھائی زوجہ ثانیہ کو دیکر بقیہ اشتیاق، مشتاق، شبیر احمد کی میراث ہے جو حفیظ اللہ مرحوم کے ابن الاخ ہیں جیسا کہ مندرجہ بالا نقشہ سے ظاہر ہے علی احمد کا ان کی ماں کی موجودگی میں کوئی حق نہیں بنتا، البتہ ماں کی وفات کے بعد صرف اپنی ماں کی حصے کے حقدار ہوں گے اگرچہ علی احمد گورنمنٹ سے اپنا حفیظ اللہ کا بیٹا ہونا ثابت کرالیں پھر بھی شرعاً حفیظ اللہ کے وارث نہ ہوں گے۔

اشتیاق ومشتاق شبیر احمد نے داماد سے جو زمین خریدی ہے چونکہ زوجہ حفیظ اللہ کا حصہ نکال کر بقیہ کے مالک یہی لوگ ہیں، اس لئے یہ بیع ہی نہیں لہٰذا اشتیاق مشتاق شبیر احمد علی احمد کے داماد اپنی رقم واپس لینے کے مجاز ہیں۔ مذکورہ بالا تفصیلات کے مطابق علیم اللہ حفیظ اللہ کے کل ترکہ کو تقسیم کرلیں اس کے بعد کوئی جزء حل طلب ہو تو دریافت کریں۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

اخرجہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

شئ موہوب میں میت کے دوسرے ورثاء کو حصہ ملے گا یا نہیں؟

سوال : شیخ محمد صاحب ساکن محلہ میرست شہر جونپور کا عرصہ ہوا انتقال ہوگیا۔ انہوں نے تین لڑکیاں (۱) مریم (۲، ۳) کا نام نہیں معلوم اور تین لڑکے عبد الرحمٰن دوسرے عبد الرحیم تیسرے لڑکے عبد المجید کو اپنا وارث چھوڑا۔ عبد الرحیم اکثر بیمار رہا کرتے تھے، لہٰذا انہوں نے اپنے دونوں بھائیوں اور دو بہنوں ورشتے داروں کو بلوا کر ان سب لوگوں کے سامنے سب لوگوں سے کہا کہ میں اپنا ترکہ مکان وسارا سامان اپنی لڑکی وحید النساء کو دینا چاہتا ہوں کیونکہ زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں آپ لوگوں کی کیا رائے ہے؟ سبھی بھائی بہنوں اور رشتہ داروں نے کہا کہ آپ اپنے حصہ مکان کے مالک ہیں جسے چاہیں دے سکتے ہیں لہٰذا ان تمام لوگوں کی موجودگی میں عبد الرحیم نے اپنا ترکہ مکان وسامان وجائداد وحید النساء کو ہبہ

کردیا جس کو وحید النساء نے قبول ومنظور کرلیا تھا۔ بعد وفات عبد الرحیم مذکور وحید النساء گھر کے تمام سامان اپنے گھر یعنی سسرال اٹھالائی، وحید النساء ابھی باحیات ہیں ایسی صورت میں وحید النساء عبد الرحیم کا مسلم حصہ مکان کی مالک ہوئیں یا کوئی اور بھی اس حصے میں حصہ دار ہوسکتا ہے؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

برتقدیر صحت سوال صورت مسئولہ میں عبد الرحیم کے پورے ترکہ کی مالکہ حسب تصریح ان کی لڑکی وحید النساء ہوگئی چونکہ عبد الرحیم نے ہبہ کیا ہے اور عبد الرحیم اپنی زندگی میں اپنی تمام مملوکہ چیزوں میں تصرف کا حق رکھتا تھا لہٰذا اس کا تصرف شرعا معتبر ہے اب عبد الرحیم کے ترکہ میں کسی کا کوئی حصہ نہیں۔

اور اگر عبد الرحیم نے وصیت کی ہو تو اب اس کا حکم اور ہے حسب طلب اس کا بھی جواب دیا جاسکتا ہے۔ "**هكذا قال الفقهاء، كما هي مصرحة في الكتب الفقهية فمن شاء التفصيل فليراجع**"

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
اخرجہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

ایک بھانجی اور ایک بیوی چھوڑا میراث کیسے تقسیم ہوگی؟

سوال: فرہاد کا انتقال ہوا اس نے ورثہ میں ایک بھانجی اور ایک زوجہ کو چھوڑا تو اس کی میراث کس طرح تقسیم ہوگی؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

مسئلہ ۴

زوجہ	بنت الاخت
۱	۳

صورت مسئولہ میں میت کا ترکہ چار سہام پر منقسم ہو کر زوجہ یعنی بیوی کو ایک سہام اور بنت الاخت یعنی (بھانجی) کو تین سہام ملیں گے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

اخرجہ العبد حبیب اللہ القاسمی

کیا شوہر اپنی بیوی کی جائیداد کا حقدار ہے؟

سوال: ایک آدمی اپنے سسرال رہتا ہے اور اس کی بیوی کا انتقال ہو گیا ہے اس کا ایک لڑکا بھی ہے تو کیا اپنی بیوی کی جائیداد کا شوہر حقدار ہے یا نہیں اگر ہے تو کتنا حق ہوتا ہے؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

مسئلہ ۴

زوج	ابن
۱	۳

برتقدیر صحت سوال صورت مسئولہ میں مرنے والی کا کل ترکہ مع مہر چار سہام پر تقسیم ہو کر ایک سہام شوہر کو اور تین سہام لڑکے کو ملیں گے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

اخرجہ العبد حبیب اللہ القاسمی

پوتے پوتی کو دادا اپنی جائیداد سے کچھ لکھ سکتے ہیں یا نہیں؟

سوال: لڑکی کے دو بچے اور ایک بچی ہے کیا اس کے دادا اپنے پوتوں کو کچھ جائیداد لکھ سکتے ہیں؟ اس لئے کہ اگر لڑکی اپنے بچوں کی پرورش میں لگ جائے اور دادا کے انتقال کے بعد اس کا باپ ان بچوں کو جائیداد نہ دے یا بیچ ڈالے تو پھر لڑکی اور اس کے بچوں کی زندگی دوبھر ہو جائے گی۔

الجواب: حامدًا ومصلیًا

بچوں کو دادا اپنی ساری چیز (زمین ومکان) کے مالک ہیں اگر مکان وزمین سے کچھ حصہ لکھنا چاہیں تو لکھ سکتے ہیں کوئی حرج نہیں۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
اخرجہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

شوہر وبیوی کے حقیقی وارث موجود نہیں، ترکہ کس کو ملے گا؟

سوال: خالد کا نکاح ہندہ سے ہوا اور ہندہ منقولہ وغیر منقولہ جائداد کی ذاتی مالک ہے ایک عرصہ کے بعد ہندہ بے اولاد کے مرگئی اور ہندہ کے حقیقی بھائی اور بھتیجا اور بھتیجی موجود ہیں اور ہندہ کے شوہر خالد کے بھی حقیقی بھائی اور بھتیجا وبھتیجی موجود ہیں بحکم شرع ہندہ کی جائداد منقولہ وغیر منقولہ کے وارث وحقدار ہندہ کے بھائی بھتیجا وغیرہ ہوں گے یا شوہر کے بھائی بھتیجا وغیرہ ہوں گے یا دونوں ہوں گے اگر دونوں ہوں گے تو دونوں کا حق کتنا ہوگا؟

زید کا بکر قرضدار ہے اور اپنی بیوی خالدہ کے دین مہر کا قرضدار ہے بکر مرگیا تو زید بکر کے وارث کو قرضہ اپنا دیدے تو قرض ادا ہوجائے گا یا نہیں اور زید نے اپنی بیوی خالدہ کا دین مہر ادا نہیں کیا تھا کہ ایک عرصہ کے بعد بیوی مرگئی تو بیوی کے والدین حقیقی بھائیوں بھتیجوں بھتیجیوں کو دین مہر دیدیں تو دین مہر ادا ہوگا یا نہیں اگر ادا نہ ہوگا تو بحکم شرع شریف قرض اور دین مہر کے ادا ہونے کی کیا صورت ہے نکاح کے بعد اور دخول صحیحہ کے بعد اگر بیوی زنا بلا اکراہ اپنی خوشی سے تلذذ کے لئے کرلے اور زنا سے لڑکا پیدا ہوجائے تو شوہر سے دین مہر ساقط ہوجائے گا یا نہیں اور نان نفقہ ساقط ہوگا یا نہیں اور نکاح فسخ ہوگا یا نہیں۔

عمر کا نکاح ساجدہ سے ہوا اور ساجدہ کافی زیورات اور کافی ٹھوس برتنوں وغیرہ کی واحد مالک ہے کچھ عرصہ کے بعد ایک بالغ لڑکا اور ایک بالغہ لڑکی اور تمام ملکیت چھوڑ کر مرگئی اس کے مرنے کے بعد عمر نے دوسری شادی صبیحہ سے کی اور صبیحہ سے بھی دو اولاد ہے ایک بالغ

لڑکا ایک بالغہ لڑکی اور صبیحہ وعمر بھی موجود ہیں اور ساجدہ مرحومہ (پہلی بیوی) کے دونوں لڑکا اور لڑکی موجود ہیں تو بحکم شرع شریف پہلی بیوی ساجدہ مرحومہ کے لڑکا اور لڑکی اپنی ماں کی ملکیت کے تنہا وارث اور حق دار ہوں گے یا دوسری بیوی کے لڑکا اور لڑکی کو بھی پہلی ساجدہ مرحومہ کی ملکیت سے حصہ ملے گا یا نہیں؟ اگر ملے تو پہلی بیوی کے لڑکا اور لڑکیوں کو کتنا کتنا اور دوسری بیوی کے لڑکا لڑکیوں کو کتنا کتنا ملے گا؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

صورت مسئولہ میں بر تقدیر صحت سوال بعد ادائیگی حقوق متقدمہ علی الارث (قرض وصیت وغیرہ) ہندہ کی کل جائیداد منقولہ وغیر منقولہ کے وارث تنہا ہندہ کے حقیقی بھائی ہیں بھتیجے اور بھتیجیاں محروم ہیں لیکن سوال سے شوہر کا زندہ ہونا معلوم ہو رہا ہے، لہٰذا اس کا بھی اس میں حصہ ہوگا اب تقسیم اس طور پر ہوگی کہ ہندہ کی کل جائیداد و سہام پر تقسیم کر کے ایک سہام شوہر کو اور ایک سہام ہندہ کے حقیقی بھائی کو دیدیا جائے۔

زید کے ذمہ بکر کا جو قرض تھا وہ بکر کے وارثوں کو دیدے اس سے زید سبکدوش ہو جائے گا لیکن بکر کے وارثوں کو چاہئے کہ اس کی تقسیم شرع کے مطابق کریں اسی طرح زید اپنی بیوی خالدہ کے وارثوں کو اگر مہر ادا کر دے تو مہر کی ادائیگی ہو جائے گی البتہ خالدہ کے ورثا میں خود اس کا شوہر بھی ہے لہٰذا شرعی تقسیم میں اس کو بھی حصہ ملے گا۔

ایسا کرنا بہت بڑا گناہ ہے زنا کرنے والی عورت کو چاہئے کہ فوراً توبہ استغفار کرے اور آئندہ کبھی بھی اس کے قریب نہ جائے لیکن اس کی وجہ سے نہ نکاح فسخ ہوا اور نہ نفقہ ومہر ساقط ہوا، ساری چیزیں حسب سابق ہیں۔

ساجدہ مرحومہ کے ترکہ سے صبیحہ کی اولاد کو کوئی حصہ نہیں ملے گا، البتہ ساجدہ کے ورثا میں اگر صرف شوہر اور ایک لڑکا اور ایک لڑکی ہو تو ساجدہ کا کل ترکہ چار سہام پر تقسیم کر کے ایک سہام شوہر کو اور دو سہام لڑکے کو اور ایک سہام لڑکی کو ملے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

اخرجہ العبد حبیب اللہ القاسمی

اختلاف دارین میں پاکستان داخل ہے یا نہیں؟

سوال: میرا بھائی افضل حسین تقسیم ہندو پاک کے موقع سے پاکستان چلے گئے تھے اور سکونت اختیار کرلی تھی والد صاحب کے وصال کے بعد ساری جائیداد پر میں قابض رہا آج عرصہ سال بھر سے وہ ہندوستان منتقل ہو آئے ہیں اور نصف جائداد کا دعویدار شرعی حکم سے ہونا ثابت کررہے ہیں کہ ہم ایک ہی باپ کی دو اولاد ہیں لہٰذا تشفی بخش جواب سے مطلع فرمائیں تاکہ میں مواخذۂ آخرت سے سبکدوش ہوسکوں دوسری بات یہ کہ اختلاف دارین میں شرعاً کیا ہندو پاک آتے ہیں یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

صورت مسئولہ میں افضل حسین والد مرحوم کے ترکہ کے مستحق ہیں لہٰذا حسب تقسیم شرعی ان کو بھی حصہ دیا جائے اختلاف دارین جو مانع عن الارث ہے اس میں پاکستان داخل نہیں نیز اختلاف دارین مانع عن الارث کافر کے حق میں ہے مسلمانوں کے حق میں نہیں الا فی بعض مسائل ”**ويمنع الرق والقتل كما مر اختلاف ملتين واختلاف الدارين الخ! اختلاف الدارين فيما بين الكفار عندنا خلافا للشافعي**“ (سکب الانہر: ۱/ ۷۴۸) ”**وفي حاشية السراجية تحت قوله واختلاف الدارين ولما كان هذا الاختلاف على الاطلاق وكلية مانعًا في حق الكفار دون المسلمين مثلوه بأمثلة لا يكون فيها مسلم بل بعضهم صرح بتخصيصه مع الكفار لتعميمه الخ**“

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

اخرجہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) سکب الأنهر ج:۴ص:۴۹۸۔ فقیہ الامت۔

واختلاف الدارین یمنع الإرث کذا فی التبیین ولکن هذا الحکم فی حق أهل الکفر لا فی حق المسلمین حتی لو مات مسلم فی دار الحرب یرثه ابنه الذی فی دار الإسلام۔ (الفتاوی الهندیة ج:۶ص:۴۵۴)۔ زکریا۔

هکذا فی: الشامی مع الدر ج:۶ص:۷۶۷۔ کراچی۔

ایک حقیقی بھائی ایک لڑکی اور ماں ہے، ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا

سوال : باب اللہ کا انتقال ہوا انہوں نے اپنے پیچھے ورثاء میں ایک حقیقی بھائی ایک لڑکی اور ماں کو چھوڑا دریافت طلب امر یہ ہے کہ باب اللہ کا ترکہ شرعاً کس طرح تقسیم ہوگا؟

ہندہ کا انتقال ہوا اس نے اپنے پیچھے ورثاء میں ایک لڑکا اور ایک پوتی کو چھوڑا ہندہ کا کل ترکہ ورثاء میں مذکورہ کس طرح تقسیم ہوگا؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

مسئلہ ۶

ام	بنت	اخ عینی
۱	۳	۲

صورت مسئولہ میں بعد ادائیگی حقوق متقدمہ علی الارث (قرض وغیرہ) باب اللہ مرحوم کا کل ترکہ ۶ سہام پر تقسیم کرکے ایک سہام میں کو اور تین سہام لڑکی کو اور ۲ سہام بھائی کو ملیں گے۔

مسئلہ ۱

ابن	بنت الابن
۱	م

برتقدیر صحت سوال ہندہ کا کل ترکہ بعد ادائیگی حقوق متقدمہ علی الارث کل لڑکے کو ملے گا۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
اخرجہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

چار بچیاں، زوجہ، دو بہنیں اور آٹھ بھائی ہیں، ترکہ کیسے تقسیم ہوگا؟

سوال: پہلے زید کا بعد میں زید کی اہلیہ کا انتقال ہو چکا ہے زید کی صرف چار بچیاں ہیں اور دو بہنیں اور آٹھ بھائی ہیں زید کی چاروں بچیوں کا عقد ہو چکا ہے اور ان کی دونوں بہنیں بھی اپنے سسرال میں رہ رہی ہیں زید کے پاس کچھ جائداد ان کے باپ کی ہے اور کچھ جائداد اور مکان ان کے ذاتی ہیں اس کے علاوہ زید کے اوپر کچھ قرض بھی ہے۔ لہٰذا فرمائیں کہ زید کے ترکہ میں کن کن لوگوں کا شرعی حق پہنچتا ہے؟ اور ان کا قرض کس طرح ادا کیا جائے؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

مسئلہ ۸ / ۶۴

زوجہ	بنت	بنت	بنت	بنت	۲/اخت عینی	۸/اخ
۱	۱	۱	۱	۱	۲	۱
۸	۸	۸	۸	۸	۱۶	۸

برتقدیر صحت سوال بعد ادائیگی حقوق متقدمہ علی الارث (قرض دین مہر وغیرہ) زید کا کل ترکہ چونسٹھ سہام پر منقسم کرکے آٹھ سہام بیوی کو اور آٹھ آٹھ سہام چاروں لڑکیوں کو اور آٹھ آٹھ سہام دونوں بہنوں کو اور ایک ایک سہام آٹھوں بھائیوں کو ملیں گے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
اخرجہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

پچاس ڈسمل ترکہ میں چھوڑی گئی زمین کی تقسیم

سوال : زید میت نے پچاس ڈسمل زمین چھوڑی اور ۴ لڑکے اور تین لڑکیاں اور ایک بیوی ہے ہر ایک شخص کے حصہ میں کتنی زمین آئے گی؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

مسئلہ ۸ / ۸۸

زوجہ	ابن	ابن	ابن	ابن	بنت	بنت	بنت
۱/۱۱	۱۴	۱۴	۱۴	۱۴	(۷) ۷	۷	۷

برتقدیر صحت سوال بعد ادائیگی حقوق متقدمہ علی الارث (قرض دین مہر وغیرہ) زید کا کل ترکہ اٹھاسی سہام پر منقسم ہو کر گیارہ سہام بیوی کو اور چودہ سہام ہر لڑکے کو اور سات سات سہام لڑکیوں کو ملیں گے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

اخرجہ العبد حبیب اللہ القاسمی

ترکہ کا ایک مسئلہ

سوال : صفات اللہ کا انتقال ہوا انہوں نے اپنی بیوی شاہدہ خاتون اور اپنے چچا کی دو لڑکیوں (عابدہ اور حسینہ) کو چھوڑا، چچا کی تین پوتیوں کو چھوڑا (عائشہ، آمنہ، عارفہ) دریافت طلب امر یہ ہے کہ مورث کا ترکہ موجودہ وارثین کے درمیان کیسے تقسیم کیا جائے۔

الجواب: حامدًا ومصلیًا

مسئلہ ۸

زوجہ	بنت العم	بنت العم	بنت ابن العم	بنت ابن العم	بنت ابن العم
۲	۲	۳	م	م	م

بعد ادائیگی حقوق متقدمہ علی الارث سے (دین مہر وغیرہ) صفات اللہ کا کل ترکہ آٹھ سہام پر تقسیم کر کے دو سہام بیوی شاہدہ اور تین تین سہام چچا کی دونوں لڑکیوں کو ملیں گے اور چچا کی پوتیوں کو کچھ نہیں ملے گا۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
اخرجہ العبد حبیب اللہ القاسمی

ورثاء میں ۱/ بیوی ۳/ لڑکی اور ۵/ لڑکے ہیں ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا

سوال: حاجی فخر الدین صاحب کے انتقال کے بعد وارث میں حاجی فخر الدین کی بیوی لڑکیاں ۳/ لڑکے ۵/ ہیں حاجی فخر الدین کی جائداد میں کتنا حصہ شرعی کس کا کس کا ہوتا ہے؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

مسئلہ ۸ / ۱۰۴

زوجہ	ابن	ابن	ابن	ابن	ابن	بنت	بنت	بنت
(۱)				(۷)				
۱۳	۱۴	۱۴	۱۴	۱۴	۱۴	۷	۷	۷

صورت مسئولہ میں برتقدیر صحت سوال بعد ادائیگی حقوق مقدمہ علی الارث کل ترکہ کو ایک سو چار سہام پر تقسیم کر کے ۱۳ ازوجہ (بیوی) اور سات سات سہام تینوں لڑکیوں کو اور چودہ چودہ سہام پانچوں لڑکوں کو ملیں گے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
اخرجہ العبد حبیب اللہ القاسمی

تقسیم جائداد کی ایک صورت

سوال: ہم دو بھائی یہاں ملیشیا میں رہتے ہیں، ہماری ایک دھوبی کی دکان ہے، موجودہ دکان سے قبل چھوٹی سی دوکان بازار میں ہمارے والد صاحب نے بنوائی تھی ۶۶ء میں والد صاحب ہندوستان چلے گئے تھے، ان کے جانے کے بعد ہم دونوں اس دوکان کو چھوڑ کر ایک دوسری دکان شہر میں کھولے، والد صاحب کی بنوائی ہوئی دکان کا ایک پیسہ بھی موجودہ دکان میں نہیں لگائے، اس دکان کا مکان کرایہ پر تھا وہ مکان اصل مالک کے حوالہ کردیا گیا موجودہ دوکان ہم دونوں بھائی کے اشتراک میں کھولی گئی ہے، مگر میرے بھائی شاہ محمد صاحب صرف اپنا نام لکھائے ہیں میرا نہیں۔ مگر میرے بھائی کا کہنا ہے کہ میں انصاف کروں گا، تیرا حق کسی طرح ضائع نہ ہوگا، اس دوکان کے بنوانے کے سلسلہ میں کچھ قرض بھی ہوگیا تھا جو کہ والد صاحب کے ہند سے ملیشیا پہونچنے سے قبل ہم دونوں ادا کرچکے تھے، نیز والد صاحب کسی طرح بھی موجودہ دکان بنوانے کے سلسلہ میں اپنا ذاتی ایک پیسہ بھی نہیں لگائے ہیں، تو اس صورت میں کیا یہ دوکان والد صاحب کی سمجھی جاسکتی ہے، اور کیا اس دکان کی آمدنی میں سبھی وارثوں کا حق ہوتا ہے؟

ہمارے والد صاحب کو انتقال کئے ایک سال گذرگیا، والد صاحب کے انتقال فرمانے سے دو ماہ قبل میں (لعل محمد) سے بالکل الگ ہوگیا تھا، الگ ہوتے وقت نہ میں بٹوارہ کروایا، اور نہ ہی کوئی شیٔ گھر سے لیا، میں اپنے آپ کو گھر والوں سے الگ کرکے، اپنی بیوی بچوں کو سسرال پہنچادیا، اور وہ سب وہیں اب بھی مقیم ہیں، گھر سے مکمل الگ ہو کر، ملیشیا آیا، تو یہاں دوکان کی آمدنی کا معاملہ بھائی صاحب سے ایک بااثر آدمی کے درمیان یہ طے پایا تھا، کہ جب تک دونوں بھائی رہیں گے، جو آمدنی ہوگی نصف نصف تقسیم ہوگی۔ ان میں جو ملک چلا جائے گا، جب تک ملک پر رہے گا، وہ کچھ نہیں پائے گا۔ جو اکیلا رہے گا وہی سب آمدنی لے گا۔ یہ معاملہ طے کرکے میرے بھائی ایک ماہ بعد وطن چلے گئے، ان کے پہنچتے ہی

اسی روز والد صاحب انتقال فرما گئے۔ اب ایک سال ہو رہا ہے، مذکورہ معاملہ کے تحت میں دکان کی ساری آمدنی لے رہا ہوں۔ اور اس آمدنی میں ٹھکما بازار میں تھوڑی سی زمین خرید لیا ہوں، پھر میرے بھائی کہتے ہیں کہ وراثت کا مال و جائداد تقسیم ہونے سے پہلے زمین خریدی گئی ہے، اس لئے اس میں میرا بھی آدھا حق ہوتا ہے، والد صاحب کے انتقال کے بعد ملک میں عدم موجودگی کے سبب بٹوارہ نہیں ہوا ہے، حالانکہ میں اپنے بھائیوں کو اختیار دیدیا تھا تقسیم کرنے کا پھر بھی وہ یہ کہہ کر بٹوارہ کرنے سے انکار کرتے ہیں کہ جب تک تم موجود نہ ہوگے میں بٹوارہ نہیں کروں گا، اب سوال یہ ہے کہ میرے بھائی کا میری خریدی ہوئی ٹھکما بازار کی زمین میں شرعاً حق ہوتا ہے؟

جبکہ نصف تقسیم کرنے کا معاملہ وہ خود طے کر چکے ہیں براہِ کرم اطمینان بخش جواب سے مستفیض فرمائیں، میں شدت سے منتظر رہوں گا۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

آپ کے والد صاحب جو کچھ چھوڑ کر گئے ہیں اس میں حسبِ تخریج شرعی آپ کا جو حصہ ہوگا اس کے آپ حقدار ہیں، اگر آپ ازخود چھوڑ دیں، نہ لیں، تو یہ آپ کا تبرع ہوگا۔ باقی وہ زمین جو آپ نے ٹھکما بازار میں خریدی ہے، اس میں آپ کے بھائی بہن کا کوئی حق نہیں، ان کا مطالبہ غلط ہے، آپ ہی تنہا اس کے مالک ہیں۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

اخرجہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

اپنی ساری املاک صرف لڑکوں کو دینے کا حکم

سوال: بکر ایماندار نمازی حاجی معاملات میں بہت سخت، بکر کی دو لڑکیاں اور تین پسران ہیں اپنی ذاتی کمائی سے بکر نے کئی لاکھ روپیہ کا قطعہ مکانات بھی بنوایا اور کافی زیورا ونقدی بھی اکٹھا کیا بکر نے دختران کا حق غصب کر کے پوشیدہ طریقہ سے قصداً کل مکانات

وزیورات وغیرہ صرف پسران کولکھ دیا شرعاً بکر کو صرف پسران کولکھ دینا جائز ہے یانا جائز؟ اگر ناجائز ہے تو بکر کے لئے شرعی حکم کیا صادر ہوتا ہے؟

پسران کو معلوم ہوگیا ہے کہ والدین نے ہماری حقیقی بڑی بہنوں کا حق غصب کر کے ہم لوگوں کو دیا ہے جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ والدین کو روزِ محشر وقبر میں سخت عذاب دیں گے پسران نے والدین کو عذاب سے بچانے کے لئے اپنی بہنوں کو حق دختری دینا گوارہ نہیں کیا اور کان پر جوئیں تک نہیں رینگیں ایسے پسران کے لئے شرعاً کیا حکم ہوتا ہے؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

شرعی اعتبار سے باپ (بکر) کو یہ حق حاصل ہے کہ اپنا مال جسکو چاہے دیدے اس لئے کہ باپ اپنی حیات میں ہر چیز کا مالک ہوتا ہے اور مالک اپنی ملکیت میں جس طرح چاہے تصرف کرے اس لئے باپ کا مکانات وزیورات پسران کو لکھ دینا جائز ہے البتہ بہتر یہ تھا کہ پسران ودختران کو برابر برابر حصہ دیتا اس سے تعلقات میں ناخوشگواری پیدا نہ ہوتی جب باپ نے اپنی ملکیت پسران کو ہبہ کردیا تو شرعاً پسران مالک ہو گئے ان کو عذاب نہیں دیا جائے گا۔ باقی پسران اپنی خوشی سے دختران کو کچھ اب دیدیں تو کوئی مضائقہ نہیں، بہتر ہے لیکن شرعاً اب ان کو دینے پر مجبور نہیں کیا جاسکتا البتہ اتنا ضرور ہے کہ اگر باپ کا مقصد لڑکیوں کو بلاوجہ نقصان پہنچانا ہے تو اس سے باپ گنہگار ہوگا۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

اخرجہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) للمالك أن يتصرف فى ملكه أى تصرف شاء۔ (الفقه الإسلامى ج:۸ ص:۶۰۲۵)۔ دار الفكر الإسلامى۔

(۲) ولو وهب رجل شيئًا لأولاده فى الصحة وأراد تفضيل البعض على البعض فى ذلك لا رواية فى ذلك فى الأصل عن أصحابنا وروى عن أبى حنيفة رحمه الله تعالىٰ

أنه قال: لا بأس به کان التفضیل لزیادةٍ فضل له فی الدین وإن کان سواءً یکرره وروی المعلی عن أبی یوسف أنه لا بأس به إذا لم یقصد به الإضرار وإن قصد به الإضرار سوی بسیهم یعطی الابنة مثثل ما یعطی للابن وعلیه الفتویٰ.

(الفتاویٰ الهندیة ج:۴ص:۳۹۱). رشیدیة.

(الفتاویٰ الخانیة علی هامش الهندیة ج:۳ص:۲۷۹). رشیدیة.

(شامی ج:۵ص:۶۹۶. کراچی).

سودی مال میں وراثت کا حکم

سوال: زید کے باپ کا انتقال ہوگیا اس نے ترکہ میں بہت سی چیزیں چھوڑی ہیں لیکن زید کا باپ سرکاری ملازم تھا اور زبردست راشی تھا تو کیا زید کے لئے باپ کا ترکہ لینا جائز ہے؟ اس وقت اس کو کیا کرنا چاہئے؟ **بینوا وتوجروا**

الجواب: حامدًا ومصلیًا

اگر زید باپ کا ترکہ نہ لے تو اس کے لئے یہ اولیٰ ہے۔ ”وفی فتاوی الولو الجیه رجل مات و کسبه من بیع البازق أن تورع الورثة عن أخذ ذلك کان اولی ویردون علی أربابها لانها ممکن فیه وان لم یعرفوا أربابها تصدقوا بها. و کذالك الجواب فیما أخذ رشوة وظلما أن تورع الورثة کان أولی“ (بنایہ:۹/۳۴۰)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

اخرجہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) بنایة ج:۹ص:۴۴۰. قدیم.

لو مات الرجل و کسبه من بیع البازق أو الظلم أو أخذ الرشوة یتورع الورثة ولا یأخذون منه شیئًا وهو أولی بهم ویردونها علی أربابها إن عرفوهم وإلا تصدقوا لها لأن سبیل الکسب الخبیث التصدّق إذا تعذر الرد علی صاحبه. (شامی مع الدر ج:۶ص:۳۸۵). کراچی.

شادی شدہ لڑکی کو ترکہ ملے گا یا نہیں؟

سوال: میرے خسر کا انتقال ہوگیا ورثاء میں صرف ان کی دو لڑکیاں ہیں میری اہلیہ کو ان کے ترکہ سے کچھ ملے گا یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

دونوں لڑکیوں کے درمیان ترکہ تقسیم ہوگا آپ کی بیوی کا بھی اس میں حق ہے آپ کی بیوی اپنا حق وصول کرسکتی ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

اخرجہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

دو پشت کے ترکے کی تقسیم

سوال: گرامی نامہ ملا میرے خیال میں مسئلہ بجائے سلجھنے کے الجھ رہا ہے دراصل بیوہ کا ایسا خیال ہے چونکہ یہاں بمبئی کی جائداد صرف بھائی مرحوم کے نام ہے جبکہ میں نے استفتاء میں تحریر بھی کیا ہے بھائیوں کا اسمیں کوئی حق نہیں ہے اس لئے خاص طور پر بمبئی کی جائداد کا تذکرہ آیا ہے۔ آپ کے لکھنے کے بموجب لکھ رہا ہوں میرے والد کے انتقال کے وقت ان کے ورثاء میں ہم آٹھ بھائی اور ایک ماں تھے۔ ہم لوگوں کی کوئی بہن نہیں۔ بھائی

مرحوم کے ورثاء میں ہم لوگ سات بھائی حقیقی ان کی بیوی (بیوہ) ان کے چھ لڑکے اور دو لڑکیاں ہیں۔

الجواب: حامدًا ومصلیًا

مفتی کا کام مسئلہ کو سلجھانا ہے الجھانا نہیں اسے آپ یاد رکھیں!

جب والد مرحوم کی حیات میں بٹوارہ نہیں ہوا تو سب بھائی کی کمائی مشترک رہی اور ساری کمائی والد صاحب کے کھاتہ میں جمع ہوتی رہی اگر کسی بھائی نے مشترکہ کمائی سے کوئی چیز اپنے نام لکھوالی تو صرف لکھوالینے سے شرعاً صرف اسی کی وہ چیز نہیں ہوجائے گی اس لئے جب بٹوارہ ہوگا تو ساری چیزوں کا بٹوارہ ہوگا، چاہے وہ جس کے نام ہوالایہ کہ بھائی نے مشترکہ کی کمائی سے وہ چیز حاصل نہ کی ہو بلکہ الگ سے کوئی رقم ہو جو اس کو کہیں سے حاصل ہوئی ہو، اس صورت میں اس رقم سے حاصل شدہ چیز کا بٹوارہ نہیں ہوگا بلکہ وہ اس کی ذاتی ملک ہوگی۔ اس کے بعد اب والد صاحب کے ترکہ کی تقسیم ملاحظہ فرمائیں۔

مسئلہ: ۸/ ۶۴/ ۷۱۶۸

زوجہ ابن ابن ابن ابن ابن ابن ابن ابن

(۱) (۷)

(۵۶)

۷۸ ۷ ۷ ۷ ۷ ۷ ۷ ۷ ۷

۸۹۶ ۷۸۴ ۷۸۴ ۷۸۴ ۷۸۴ ۷۸۴ ۷۸۴ ۷۸۴ ۷۸۴

مسئلہ ۸/ ۱۱۲ مافی الید/ ۷

زوجہ ابن ابن ابن ابن ابن بنت بنت اخ/ ۷

(۱) (۷)

(۹۸)

۱۴ ۱۴ ۱۴ ۱۴ ۱۴ ۱۴ ۱۴ ۷ ۷ محروم

۹۸ ۹۸ ۹۸ ۹۸ ۹۸ ۹۸ ۹۸ ۴۹ ۴۹

بعد ادائیگی حقوق متقدمہ علی الارث (دین مہر وغیرہ) والد صاحب مرحوم کا کل ترکہ اکھتر سوارسٹھ (۷۱۶۸) سہام پر منقسم ہو کر والدہ کو آٹھ سو چھیانوے (۸۹۶) سہام اور بھائیوں میں سے ہر ایک کو موجود ہیں سات سو چوراسی (۷۸۴) سہام اور بھائی مرحوم کی بیوہ کو ۹۸ سہام اور بھائی مرحوم کے لڑکوں میں سے ہر ایک کو ۹۸ سہام اور لڑکیوں میں سے ہر ایک کو انچاس (۴۹) سہام ملیں گے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
اخرجہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

ا ر بیوی ۹ ر لڑکے کے ۷ ر لڑکیوں میں تقسیم ترکہ

سوال: ممتاز احمد صاحب کا انتقال ہوا۔ انہوں نے ورثہ میں ایک بیوی اور نو لڑکے اور سات لڑکیاں چھوڑی ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ ممتاز کا کل ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مسئلہ ۸ / ۲۲۰

زوجہ	۹ابن	۷ بنت
۱		۷
۲۵	۱۲۶	۴۹

بعد ادائیگی حقوق متقدمہ علی الارث دین مہر وغیرہ ممتاز صاحب کا کل ترکہ دو سو سہام پر منقسم ہو کر پچیس سہام بیوی کو اور چودہ چودہ سہام ہر ایک لڑکے کو اور سات سات سہام ہر ایک لڑکی کو ملے گا۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم
العبد حبیب اللہ القاسمی

باپ پھر بھائی کے انتقال کے بعد بقیہ ورثاء میں ترکہ کی تقسیم

مکرمی ومحترمی جناب مفتی صاحب زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خدا کرے کہ مزاج گرامی بعافیت ہو!

سوال: مندرجہ ذیل مسئلہ میں از روئے شرع مدلل شافی جواب مطلوب ہے صورت حال یہ ہے کہ زید کے آٹھ لڑکے ہیں گھریلو طور پر سب کا گزر بسر گھر کی کھیتی باڑی پر ہے جو مشترک ہے ہر ایک دوسرے کا شریک رنج وغم ہے زید نے اپنی زندگی میں اپنے لڑکوں میں سے ایک کو جو دوسرے نمبر پر تھا اس کو گھر کا مال اور امیر بنا دیا اور کہا کہ اب میں بوڑھا ہو گیا ہوں تم لوگ گھر کو دیکھ بھال کرو اور چلاؤ سب مل کر شریک رہنا، مسمیٰ بکر نے جواب گھر کا مالک او امیر تھا گھر کی باگ وڈور سنبھالی اور گھر کو کافی ترقی دی بہت جائداد سب کے لئے بنائی اپنے سے چھوٹے چھ بھائیوں کی شادی کی بکر پردیس رہتا تھا مگر گھر کی پوری دیکھ بھال کرتا رہا اور گھر کو سنبھالتا رہا باپ بیٹوں کے ساتھ ہی گھر پر بعافیت رہتے رہے کبھی کبھار پردیس بھی بچوں کے پاس چلے جاتے گھریلو اخراجات دن بدن بڑھتے رہے جس نے سب کو سوچنے پر مجبور کر دیا کہ اس کا گھر پر رہنا مناسب نہیں ہے اس لئے بھائیوں میں سے کوئی کوئی پردیس کی راہ اختیار کرتا رہا گھر کی ترقی اور خوش حالی بھی تھی چنانچہ زید کے بیٹوں میں سے عمر بمبئی آتا ہے اور یہاں کام سیکھ کر ایک کرائے کی زمین لیکر اس میں ایک کارخانہ ڈالتا ہے اس کو ترقی کے مواقع نظر آتے ہی گھر سے چھوٹے بھائی خالد کو بلا لیتا ہے اور اسی کارخانے میں رکھ دیتا ہے اور کام سکھاتا ہے۔ خالد کام سیکھ کر کارخانہ چلانے کے قابل ہو جاتا ہے اور کارخانہ مستعدی سنبھال لیتا ہے بڑا بھائی عمر اب زیادہ کارخانہ سے باہر کے معاملات جیسے آڈر لانا۔ پارٹیوں سے لین دین سنبھالتا ہے اس طرح سے کام دن بدن آگے بڑھتا ہے اور ترقی قدم چومتی ہے عمر کے ہر طرح لائق، فائق، ذہین اور ہوشیار رہنے کی وجہ سے بکر نے باپ

کے مشورہ سے عمر کو گھر کا مالک اور امیر منتخب کیا اور عمر نے یہ ذمہ داری بحسن خوبی سنبھال لی۔
بمبئی سے بمبئی کی کمائی سے جس طرح گھر تک بہت ساری جائداد خریدی اسی طرح بمبئی میں خریدی اور بنائی عمر اور خالد کی محنت بہت بابرکت ہوئی اور گھر کی عزت اور بڑھی سب بھائی اپنے اپنے کام میں لگے رہے کوئی کھیتی باڑی سنبھالی کوئی باہر بھی رہتا مگر گھر کا امیر و مالک عمر ہی رہا ایک عرصہ بعد خالد کو باہر دوبئی جانے کا شوق ہوا اور عمر کے مشورہ سے باہر چلا گیا اسی اثناء میں جب کہ وہ دوبئی میں تھا جون ۹۳ء میں باپ کا انتقال ہوگیا خالد واپس آیا ہوائی جہاز کا واپسی ٹکٹ، ویزہ، پاسپورٹ سب موجود تھا مگر جب جانے کا وقت آیا تو عمر نے جانے سے منع کر دیا خالد نے عمر کے روکنے سے جانا منسوخ کر دیا پھر کاخارنہ سنبھال لیا دونوں کی انتھک محنت سے خوب سے خوب تر ترقی ہوئی عمر اور خالد زیادہ تر کاروباری مشغولیت کی وجہ بمبئی رہتے مگر گھر پر برابر بال بچوں کے ساتھ جایا کرتے بمبئی کی بنائی ہوئی جائداد عمر اور خالد کی محنت کا ثمرہ ہے عمر ہر معاملہ میں گھر کو مقدم رکھتا گھر کی اور گھر کے ہر فرد کی کفالت گھر سے ہر فرد پر حسبِ طاقت رہی ہے۔ اس طرح یہ مشترک خاندان زندگی کی منزلیں طے کرتا رہا مگر قدرت کا کرشمہ کہ ۱۰ رستمبر ۱۹۹۰ء کو اچانک ہارٹ فیل ہوجانے کی وجہ سے عمرو کا انتقال ہوگیا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ مرحوم کو غریق رحمت کرے اپنے جوار رحمت میں جگہ دے۔ (آمین)

بمبئی کی ساری جائیداد عمر کے نام ہے ایک ہوٹل اور ایک مکان مصلحتاً (انکم ٹیکس وغیرہ کے خوف سے) بیوی کے نام کردیا تھا۔ چھوٹا بھائی خالد ہوتا ہے مگر عمر کا شریک کار اور شریک فی العمل تھا اس کے نام جائیداد کا کوئی حصہ نہیں ہے جب بھی کبھی جائیداد لکھنے لکھانے کا موقع آتا تو یہی کہتا کہ آپ مالک ہیں۔ آپ اپنے نام لکھائیں۔ مصلحت یہ ہے کہ میرے نام نہ لکھا جائے اور اسی پر مُصر رہتا۔ واضح رہے کہ گھر کے ہر فرد کے ذہن وتصور میں یہ بات تھی کہ گھر سے لیکر پردیس بمبئی تک کی سب جائیداد میں سب کا حق وحصہ ہے خواہ کسی کے نام ہو کیونکہ مشرقی یوپی میں (جوائنٹ) مشترک فیملی ہیں اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ قرائن سے بھی

اسی کا اندازہ ہوتا ہے کہ عمر مرحوم کے ذہن وتصور میں بھی یہی بات تھی اپنی حیات میں انہوں نے بارہا کہا کہ بمبئ کے پیدا کردہ جائیداد میں میرے سب بھائیوں کا حق وحصہ ہے نہ جانے کس بھائی کی قسمت سے اللہ دے رہا ہے۔ واضح رہے کہ خالد جبکہ بمبئ میں کوئی جائیداد نہ تھی عمر کا اس وقت سے شریک کار رہا اور شریک فی العمل رہا۔ بھائیوں میں ابھی تک تادم تحریر بٹوارہ عرفی نہیں ہوا ہے سب مشترک ہیں گھر پر جو بھی جائیداد ہے خواہ وہ کسی کے نام ہو موروثی ہو یا پیدا کردہ اس میں سب مشترک ہیں یہ وہ سب کی ہے اس میں سب کا حق وحصہ ہے۔ بمبئ کی جائیداد میں کس کس کا اور کتنا حق بنتا ہے؟ واضح فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔ بھائی مرحوم کے انتقال کے بعد ان کی بیوہ کہتی ہیں کہ مجھے کسی پر بھروسہ نہیں ہے۔ لہٰذا شرعی طور پر جس کا جو حق بنتا ہے وہ لے لے شریعت محمد ﷺ کے اعتبار سے میرا فیصلہ کردو۔ عمر کے پسماندگان میں سات حقیقی بھائی مع اہل وعیال ایک ماں ایک بیوی، چھ لڑکے اور دو لڑکیاں ہیں۔ جلد از جلد جواب دیکر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

جب آپ کو بھی اس بات کا اعتراف ہے کہ والد صاحب کی حیات میں سارے بھائی مشترک رہے اور ابھی تک تادم تحریر بٹوارہ نہیں ہوا ہے۔ گھر سے لیکر بمبئ تک کا سارا اثاثہ مشترک ہے پھر صرف ممبئ کی جائیداد کا بٹوارہ کس طرح ہوسکتا ہے؟ شرعی اصولوں کے مطابق پہلے والد مرحوم کے کل ترکہ کی تقسیم ضروری ہے اس کے بعد والد مرحوم کے ترکہ سے بھائی مرحوم کو جو حصہ ملے گا اس کی تقسیم ہوگی۔ اس لئے آنجناب اس کی وضاحت فرمائیں کہ والد صاحب کے انتقال کے وقت ورثاء میں کون کون موجود تھے اس کے بعد بھائی کا جب انتقال ہوا ہے۔ اس وقت ورثاء میں کون کون موجود تھے اس کے بعد جواب آسان ہوگا۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

اخرجہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

مورث کی زندگی میں تقسیم ترکہ کا حکم

سوال : جناب معین الدین صاحب نے شادی کی جس سے ایک لڑکی اور ایک لڑکا پیدا ہوا، اب پہلی بیوی انتقال کرگئی پھر دوسرا نکاح کا اور دوسری بیوی سے پانچ لڑکے اور تین لڑکیاں ہوئی ہیں، ابھی معین الدین خاں زندہ ہیں اب سوال جائداد کا ہے کہ دونوں بیوی کے بچوں کا کیا حق بنتا ہے؟

نوٹ: پہلی بیوی سے جو بچے ہیں وہ بھی شادی شدہ ہیں جس کی نئی ماں اور والد میں پٹری نہیں کھاتی ہے اب جائداد کا کیا مسئلہ بنتا ہے؟

محترم جناب مفتی صاحب! سوال اندر درج ہے، اس کا جواب فی سبیل اللہ عنایت کریں۔

الجواب: حامدًا ومصلیًا

کیا اس سے قبل آپ نے پیسہ دیکر یہاں سے فتویٰ حاصل کیا ہے؟ اگر نہیں تو ’’پھر اس کا جواب فی سبیل اللہ عنایت کریں‘‘ لکھنے کی کیا ضرورت تھی آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ ہمارا صرف کام ہی نہیں بلکہ ہماری ذاتیں فی سبیل اللہ ہیں لیکن آپ کے علم کے لئے لکھ رہا ہوں کہ آپ کے لفافہ پر ٹکٹ نہیں تھا جس کی وجہ سے وہ بیرنگ ہوگیا ایک روپیہ دیکر لفافہ وصول کیا ہے۔

آپ کا سوال قبل از وقت ہے اس لئے کہ معین الدین خان ابھی زندہ ہیں اور جب تک وہ زندہ ہیں جائداد کے وہ مالک ہی وہ جس طرح چاہیں تصرف کریں بشرطیکہ اصول شریعت کے مطابق حق وانصاف پر مبنی ہو ان کے انتقال کے بعد ان کی جائیداد ترکہ بنے گی اور شریعت کے مقرر کردہ اصول فرائض کا اجراء انتقال کے بعد ہی ان کی جائداد میں ہوسکتا ہے الّا یہ کہ معین الدین خاں خود اپنی زندگی میں اپنی جائداد اپنے ورثاء میں تقسیم کرنا چاہیں اس وقت ورثاء کی تفصیل کے ساتھ وہ خود سوال کریں۔

نوٹ: آپ نے نوٹ میں جو لکھا ہے سوال میں اسے ذکر کرنے کی ضرورت نہیں تھی اس لئے کہ شرعی احکامات صریحہ پر اس انداز کے مناقشات اثر انداز نہیں ہوتے اور فی الجملہ

اظہار عیب بھی ہے جو ممنوع ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
اخرجہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

ولی ابعد کے نکاح کرانے سے ترکہ میں حق زوجیت ہوگا یا نہیں؟

سوال: المتوفی محمد جہانگیر خاں نے اپنی زندگی میں اپنی جائداد اپنی نابالغ لڑکی نبیلہ خاتون و بھانجہ حفظ الدین خاں و بہن عابدہ خاتون کو رجسٹری بیعنامہ کردیا تھا لڑکی کے باپ محمد جہانگیر خاں کے انتقال کے بعد لڑکی کے پھوپھا نے نبیلہ خاتون جس کی عمر تقریباً آٹھ سال کی تھی کا عقد نکاح اپنے نابالغ لڑکے کے ساتھ بغیر اذن ولی اقرب چچا محمد کبیر خاں و ضمیر خاں کے کردیا ایا یہ نکاح شرعاً درست ہے یا نہیں نبیلہ خاتون نابالغی کی حالت میں ہی انتقال کرگئی اب متوفی نبیلہ خاتون کی جائداد شرعی نقطۂ نظر سے کس طرح تقسیم ہوگی؟ **بینوا وتوجروا**

المتوفیہ نبیلہ خاتون

ماں سمید النساء چچا کبیر خاں چچا صغیر خاں پھوپھی عابدہ خاتون پھوپھی زاہدہ خاتون پھوپھی زبیدہ خاتون شوہر نور العین خاں

الجواب: حامدًا ومصليًا

صورت مسئولہ میں نبیلہ خاتون کا ولی اقرب چچا ہے اور ولی اقرب کے ہوتے ہوئے اگر کوئی شخص بغیر اس کی اجازت کے نکاح کردے تو وہ نکاح ولی اقرب کی اجازت پر موقوف رہتا ہے اور جب تک ولی اقرب کی رضامندی صراحۃً یا دلالۃً معلوم نہ ہوجائے اس وقت تک ولی اقرب کو اعتراض کا حق حاصل رہتا ہے: ’’**فلو زوج الابعد حال قیام الاقرب توقف علی اجازۃ الخ قوله توقف علی اجازۃ**‘‘ **تقدم ان البالغة لو زوجت نفسها غير كفوء فللولي الاعتراض ما لم يرض صريحًا او دلالةً كقبض المهر ونحوه فلم يجعلوا سكوته اجازةً والظاهر ان**

سکوته هناك ذلك فلا یکون سکوته اجازةً لنکاح الا بعد وان کان حاضرا فی مجلس العقد مالم یرض صریحًا او دلالة تامل (ردالمحتار:۱/ ۳۱۵)

لہٰذا اگر ولی اقرب چچا نے اجازت دیدی تھی تو نکاح صحیح اور نور العین اس کا شوہر بن گیا تھا اور اگر اجازت نہیں دی تھی نہ صراحۃً نہ دلالۃً تو پھر نکاح صحیح نہیں ہوا اور نور العین شوہر نہیں بنا، لہٰذا حق زوجیت نبیلہ خاتون کے ترکہ سے نہیں پائے گا۔

(۱) بر تقدیر صحت نکاح نبیلہ خاتون کے کل ترکہ کی تقسیم اس طرح ہوگی۔

مسئلہ ۶/ ۱۲

زوج	ام	عم	عم	عمہ	عمہ	عمہ
۳	۲	(۱)		م	م	م
۶	۴	۱	۱			

بعد ادائیگی حقوق متقدمہ علی الارث کل ترکہ بارہ سہام پر تقسیم کر کے چار سہام ماں کو اور چھ سہام شوہر کو اور ایک ایک سہام دونوں چچا کو ملے گا۔

(۲) بر تقدیر عدمِ صحت نکاح تخریج حسبِ ذیل ہوگی۔

مسئلہ ۳

ام	عم	عم	عمہ	عمہ	عمہ
۱	۱	۱	م	م	م

کل ترکہ کی تقسیم تین سہام پر ہوگی اس کے بعد ایک سہام ماں کو اور ایک ایک سہام دونوں چچا کو ملے گا۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

اخرجہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) الدر المختار مع الشامی ج:۳ ص:۸۱۔ کتاب النکاح کراچی۔

میت کے ورثاء میں قرض کی تقسیم کا حکم

سوال: میں نے ایک فتویٰ آپ کے پاس بھیجا جس کا نمبر ۸۱۵ رجسٹر ۶/ ۳ فروری ۱۹۹۰ء فرقانیہ مدرسہ نویدہ کے معرفت اس کا جواب مندرجہ بالا لکھ دیا تو اس میں عیدو کے ورثا کی تفصیل آپ نے طلب کیا پھر میں نے ۴/ مارچ ۹۰ء کو فتویٰ لکھ کر بھیجا اس کا جواب نہ آیا پھر میں نے ۲۱/ مئی ۹۰ء کو فتویٰ بھیجا بمعہ لفافہ اس کا بھی جواب نہ آیا اللہ بہتر سمجھے کہ کیا ہوا۔ عیدو کی پہلی عورت سے ایک لڑکا منظور احمد اس کی ماں کے انتقال کے بعد عیدو نے دوسری شادی کی اس سے دو لڑکے دو لڑکی اب تک موجود باحیات ہیں بنام محمد ظہور احمد نے عیدو سے قرض لیا مبلغ چار ہزار روپے لہٰذا عیدو انتقال کر گئے نیز آپ سے معلوم کرنا ہے کہ شرعی نقطہ نظر سے میں کس کو کتنا روپیہ دوں جو مجھے چھٹکارہ مل قرض سے۔

الجواب: حامدًا ومصلیًا

برتقدیر صحت سوال چار ہزار روپیہ کو آٹھ سہام پر تقسیم کر کے دو دو سہام تینوں لڑکوں کو اور ایک ایک سہام دونوں لڑکیوں کو ملیں گے یعنی ایک ایک ہزار تینوں لڑکوں کو اور پانچ سو لڑکیوں کو۔

نوٹ ا: سوال کسی عالم سے لکھوایا کریں تاکہ صورت مسئولہ واضح ہو اور اس کے بعد اس کے بارے میں صحیح رائے قائم کی جائے۔

۲: فتویٰ نمبر ۸۱۵ رجسٹر ۶ کا حوالہ صحیح ہے میرے رجسٹر میں اس کا جواب موجود ہے لیکن اس کے بعد ۴/ مارچ اور ۲۱/ مئی کو جو آپ نے خط بھیجا وہ مجھ کو نہیں ملا ورنہ اس کا جواب میں ضرور دیتا اس لئے اس کی مسئولیت میرے ذمہ نہیں۔ اطلاعاً تحریر ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

اخرجہ العبد حبیب اللہ القاسمی

بے وارث میت کا قرض کیسے ادا ہو؟

سوال: میں نے کسی سے قرض لیا اور وہ شخص انتقال کرگیا اور اس کے کوئی ورثاء نہ ہوں یا اس کا کوئی پتہ نہ ہو اور بے بسی ہو تو اگر اتنا روپیہ کسی ادارہ میں یا کسی مسجد میں یا فقیر کو دیدوں اور کہوں کہ اے اللہ اس کا ایصالِ ثواب فلاں کو ملے میں اس کا قرضدار تھا تو کیا شرعی نقطۂ نظر سے ایسا ہوسکتا ہے؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

صورت مسئولہ میں اصل تو یہی ہے کہ ورثاء کو پہنچایا جائے لیکن باوجود کوشش کے اگر ورثاء کا پتہ نہ لگ رہا ہو تو پھر مقدار قرض فقراء کو دیدیں انشاء اللہ اس طرح آپ بری الذمہ ہوجائیں گے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

اخرجہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

ایک لڑکا، دولڑکی کے درمیان ترکہ کی تقسیم

سوال: صوبہ دار صاحب نے ایک شادی کی عورت ایک لڑکا لے کر آئی اور صوبے دار سے دو بچیاں پیدا ہوئیں۔ اس کے بعد صوبے دار کا انتقال ہوگیا۔ مرنے کے کچھ دنوں کے بعد کل جائداد ان کے بھتیجے کے نام چلی گئی۔ اس کے بعد بیوہ کو پتہ چلا کہ جائداد ان کے نام ہوگئی ہے، تو انہوں نے درخواست دیا اپنے نام کے لئے۔ اور ان کے نام ہوگئی، بعد اس کے بیوہ کا انتقال ہوگیا۔ اب اس کے بعد دو بچیاں اور لڑکا جو لیکر آئی تھیں حق دار ہوتے ہیں۔ لہٰذا جس کا جو حق ہو تحریر کریں۔ جائداد دخل کاری مکان درخت، بانس وغیرہ ہیں۔

الجواب: حامدًا ومصلیًا

مسئلہ ۸ / ۳۲

زوجہ ابن بنت بنت

(۱) (۷)

(۲۸)

۴ ۱۴ ۷ ۷

مسئلہ ۴

ابن بنت بنت

۲ ۱ ۱

برتقدیر صحت سوال بعد ادائیگی حقوق متقدمہ علی الارث (مثلاً دین مہر وغیرہ) صوبے دار صاحب کا کل ترکہ ۳۲ سہام پر منقسم ہو کر چار سہام زوجہ اور سات سات سہام لڑکیوں کو اور چودہ سہام لڑکے کو ملیں گے۔

اور بیوہ کا کل ترکہ برتقدیر صحت سوال چار سہام پر منقسم ہو کر ایک ایک سہام لڑکیوں کو اور دو سہام لڑکے کو ملے گا۔

اور بیوہ کا کل ترکہ برتقدیر صحت سوال چار سہام پر منقسم ہو کر ایک ایک سہام لڑکیوں کو اور دو سہام لڑکے کو ملے گا۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

اخرجہ العبد حبیب اللہ القاسمی

ایک زوجہ تین لڑکے ۴ ر لڑکیاں ہیں، ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا؟

سوال: شیخ کلیم اللہ مرحوم نے انتقال کے وقت ۳ ر صاحبزادے، ”سمیع اللہ، اسد اللہ، حبیب اللہ اور چار صاحبزادیاں قرۃ العین (مرحومہ) نور العین، فاطمہ، فصیح النساء اور زوجہ کے

درمیان اچھی خاصی جائداد ورثہ میں چھوڑی تھی انتقال ہوئے ۳۸ سال ہو گئے مگر میراث کے مسائل سے ناواقفیت اور خاندانی معاملات یکجا ہونے کی وجہ سے ایک مدت تک جائداد قانون شرعی کے مطابق تقسیم نہ ہوئی چونکہ ذریعہ معاش صرف کھیتی تھی اس لئے قرض کی ادائیگی اور مقدمات کی نگہداشت جوکہ مرحوم کے زمانے سے چلا آرہا تھا، اور ضروریات زندگی پھر سب کی پرورش اور شادی وغیرہ اکثر وبیشتر جائداد کی فروختگی کے ذریعہ ہوئی جس کی وجہ سے زمین بہت کچھ کم ہوگئی اِدھر ۸ /۱۰ /سال ہوئے جائداد تقسیم تو ہوئی مگر صرف لڑکوں کے درمیان یعنی ۳ /حصوں میں، ہاں زوجہ کے نام کی کچھ زمین جس کا تعلق اسی جائداد سے ہے اور زوجہ باحیات ہیں لڑکیوں کو دی گئی ہے دوسرے اس تقسیم سے قبل اور کچھ بعد تک بھی سال میں پیداوار سے کچھ غلہ بغیر حساب وکتاب کے دیا جاتا رہا ہے، دریافت یہ کرنا ہے کہ شرعی طور پر یہ جائداد کس طرح تقسیم ہوگی؟ کس وارث کو کتنا حصہ ملے گا؟ جبکہ اسکے علاوہ کچھ زمین لڑکوں نے اپنی کاوش اور محنتوں کے ذریعہ حاصل کی ہیں آیا تقسیم وراثت موجودہ سب جائداد کی ہوگی یا بقیہ آبائی جائداد سے یا ترکہ میں چھوڑی ہوئی تمام آبائی جائداد کے حساب سے اگر بقیہ آبائی جائداد سے یا ترکہ میں چھوڑی ہوئی تمام آبائی جائداد کے حساب سے اگر بقیہ آبائی جائداد کے اعتبار سے تقسیم ہوگی تو جو زمین یکجا کی زمین میں استعمال ہوئی اس کی تلافی کا بھی کوئی حکم ہے؟ مفصل ومدلل تحریر فرما کر ممنون فرمائیں۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

”جو کچھ ہوا اس سے توبہ کریں اور اب شیخ کلیم اللہ مرحوم کا کل ترکہ درج ذیل نقشہ کے مطابق کل ورثہ میں تقسیم کردیں۔

مسئلہ ۸ /۸۰

زوجہ	ابن	ابن	ابن	بنت	بنت	بنت	بنت
(۲)			(۶)				
۲۰	۱۲	۱۲	۱۲ (۶۰)	۶	۶	۶	۶

سہام پر منقسم کر کے بیس سہام زوجہ کو اور بارہ بارہ سہام ہر لڑکے کو اور چھ سہام ہر لڑکی کو ملیں گے یہ تقسیم آبائی کل جائداد کی ہے اس میں جو کچھ کمی ہوئی ہے فروختگی کی وجہ سے فروخت کرنے والا ہر صاحب حق سے اس کی معافی تلافی کرائے یا اس کو اتنا حق دے دے۔

ایک ہی اولاد کو پوری جائداد لکھ دینے کا حکم

سوال: باپ اگر اپنی پوری جائداد ایک ہی اولاد کو لکھ دے تو جائز ہے یا ناجائز؟ جب کہ دیگر اولاد موجود ہیں اور باپ کا ایسا کرنا اخلاق سے گری ہوئی بات ہے یا نہیں؟ نیز ایسا کرے تو عند اللہ مواخذہ ہوگا یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

ایسا کرنا نہیں چاہئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع کیا ہے لیکن اگر والد کسی ایک کو دے ہی دے تو وہ ایک اس کا تنہا مالک ہو جائے گا۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

اخرجہ العبد حبیب اللہ القاسمی

کیا اولاد کو والد و والدہ دونوں کے ترکہ سے حصہ ملے گا؟

سوال: اگر کوئی زمین یا گھر والد اور والدہ دونوں کے نام سے ہو تو اولاد کو والد اور والدہ دونوں کے حصہ سے ترکہ ملے گا یا صرف والد کے حصہ سے؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

اولاد کو والد اور والدہ دونوں کے ترکہ سے حصہ ملتا ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

اخرجہ العبد حبیب اللہ القاسمی

ایک لڑکا تین لڑکیاں ہیں، ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا؟

سوال : میرے والد اور والدہ کا انتقال ہو چکا ہے والد صاحب کی اولادوں میں ایک لڑکا اور تین لڑکیاں ہیں ان کا بٹوارہ شرع سے کس طرح ہوگا؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

بعد ادائیگی حقوق متقدمہ علی الارث کل ترکہ کو پانچ سہام پر تقسیم کر کے لڑکے کو کل ترکہ سے دو سہام اور ہر لڑکی کو ایک ایک سہام ملے گا۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

اخرجہ العبد حبیب اللہ القاسمی

اولاد کو عاق اور ورثاء کو محروم کرنے کا حکم

سوال : زید کا لڑکا نالائق ہے وہ اپنے باپ کے کہنے پر نہیں چلتا ہے اس لئے زید اپنے لڑکے کو عاق کرنا چاہتا ہے، کیا زید عاق کر کے گنہگار نہیں ہوگا؟ اور عاق کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ تفصیل درکار ہے۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

والدین کی نافرمانی جب انتہا کو پہونچ جاتی ہے تب باپ اس طرح کا سخت موقف اختیار کرتا ہے، لہٰذا اولاد کو والدین کے حقوق کا لحاظ وخیال رکھنا چاہئے۔ لیکن اگر باپ اپنی مملوکہ چیزوں کو کسی کے نام کر کے باقی سب کو محروم کر دے تو کر سکتا ہے۔ اگر چہ باپ کو ایسا کرنا نہیں چاہئے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

اخرجہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) عن عبد الله بن عمر رضی الله عنهما قال: عن النبی صلی الله علیه وسلم قال: رضی الرب فی رضی الوالد، وسخط الرب فی سخط الوالد. (سنن الترمذی ج:۲ ص:۱۲. مکتبة بلال).

(۲) وعنه أیضاً عن النبی صلی الله علیه وسلم قال: لا یدخل الجنة منان ولا عاق ولا مد من خمرٍ. (سنن النسائی ج:۲ ص:۲۸۲. مکتبه بلال).

(۳) وفی الخانیة: رجل وهب فی صحته کل المال للولد جاز فی القضاء ویکون آثماً فیما صنع. (الفتاوىٰ التاتارخانیة ج:۱۴ ص:۴۶۵. زکریا).

میت نے ایک لڑکی ایک بھائی چھوڑا، ترکہ کی تقسیم کس طرح ہوگی؟

سوال: مرزا شفیق احمد بیگ دسمبر ۸۲ء میں اس دنیا سے رحلت فرماگئے۔ انہوں نے ایک بھائی چھوڑا جس کا نام اطہر بیگ ہے اور ایک لڑکی نورالصباح نامی اب نورالصباح اور مرزا اطہر بیگ کا کیا حصہ ہوگا؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

بعد ادائیگی حقوق متقدمہ علی الارث مرزا شفیق احمد بیگ کا کل ترکہ دو سہام پر تقسیم کر کے ایک سہام لڑکی نورالصباح کو ملے گا اور ایک سہام ان کے بھائی اطہر بیگ کو ملے گا۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

اخرجہ العبد حبیب اللہ القاسمی

والدین ۲/زوجہ، ۷/لڑکیاں، ایک بھائی، ایک بہن کے درمیان ترکہ کی تقسیم

سوال: محمد یوسف صاحب مرحوم کا موٹر سائیکل سے اکسیڈینٹ ہوگیا اور دنیا سے کوچ کر گئے ان کے نام بینک ڈاکخانہ وغیرہ کی مجموعی رقم اسیّ ہزار روپیہ ہے اور دوکان سے نوے ہزار روپیہ نقد ملا، اس کے بارے میں یقین ہے کہ وہ رقم دوکان کی ہی ہے باقی سبھی جائداد ان کے والد کے نام ہے۔

انہوں نے والدین ایک چھوڑا، بھائی، بہن، سات لڑکی، ۲/ بیوی، کو چھوڑا ان کے میراث کیسے دیئے جائیں گے؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

مسئلہ ۲۴/ ۲۴/ ۳۷۸/

اب	ام	زوجہ	زوجہ	بنت	بنت	بنت	بنت	بنت	بنت	بنت	اخ	اخت
۴	۴	(۳)		(۱۳)								
۵۶	۵۶	۲۱	۲۱	۳۲	۳۲	۳۲	۳۲	۳۲	۳۲	۳۲	م	م

برتقدیر صحت سوال بعد ادائیگی حقوق متقدمہ علی الارث (مثلاً قرض مہر وغیرہ) محمد یوسف صاحب کا کل ترکہ تین سو اٹھتر سہام پر منقسم ہو کر چھپن ۵۶ سہام اب (باپ) کو اور چھپن سہام ام (ماں) کو اور اکیس اکیس سہام دونوں بیویوں کو اور بتیس سہام ہر لڑکی کو ملے گا اور اخ (بھائی) اور اخت (بہن) محروم ہوتا ہے ان کو ترکہ سے کوئی حصہ نہیں ملے گا۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

اخرجہ العبد حبیب اللہ القاسمی

دو لڑکے دو لڑکیوں کے درمیان ترکہ کی تقسیم

سوال: شیر علی مرحوم اپنی جائداد چھوڑ کر انتقال فرما گئے جن کی چار اولاد تھی دو لڑکا اور دو لڑکیاں پوری جائداد نوے ہزار میں فروخت ہوئی لڑکے کا کتنا حصہ ہوتا ہے اور لڑکیوں کا کتنا ہوتا ہے، تحریر فرمائیں۔

الجواب: حامدًا ومصلیًا

مسئلہ ۶

ابن	ابن	بنت	بنت
۲	۲	۱	۱

صورت مسئولہ میں برتقدیر صحت سوال شیر علی مرحوم کا کل ترکہ بعد ادائیگی حقوق متقدمہ علی لارث (یعنی دین مہر وغیرہ) چھ سہام پر تقسیم ہو کر دو دو سہام لڑکوں کو اور ایک ایک لڑکیوں کو ملے گا۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
اخرجہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

ایک بیوی، ایک لڑکی، ایک بھتیجہ ہے ترکہ کیسے تقسیم ہوگا؟

سوال: غلام مرتضیٰ صاحب نے خود اپنے طور پر اپنے پیسوں سے ایک جائیداد بذریعہ رجسٹری شدہ بیع نامہ ۳۴ء میں خریدی موصوف کے انتقال کے بعد اس کی بیوی اور ایک لڑکی عالیہ خاتون موجود تھیں نیز ایک بھتیجہ جو کہ یتیم تھا وہ بھی موجود تھا لہٰذا اب اس کی جائیداد منقولہ اور غیر منقولہ میں موصوف کی بیوی، ان کی لڑکی عالیہ خاتون اور بھتیجہ غلام حسن کو جائیداد کا کتنا کتنا حصہ ملے گا؟ اور بیوہ کے انتقال کے بعد اس کا حصہ کس کو ملے گا؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

مسئلہ ۸

زوجہ	بنت	ابن الاخ
۱	۴	۳

بعد ادائے گی حقوق متقدمہ علی الارث غلام مرتضیٰ صاحبؒ کا کل ترکہ ۸ر سہام پر منقسم ہوکر ایک سہام زوجہ (یعنی بیوی) اور چار سہام بنت عالیہ خاتون اور تین سہام ابن الاخ (بھتیجہ) کو ملے گا۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

اخرجہ العبد حبیب اللہ القاسمی

ورثاء میں ایک بیوی، تین لڑکے اور تین لڑکیاں ہیں میراث کیسے تقسیم ہوگی؟

سوال: عمر نے دو شادیاں کی، اول سے زید اور خالدہ اور ثانی سے فاروق، بکر، پروین اور نصرین ہیں۔ اور عمر کے پاس ایک مکان دو منزلہ اور ۴۵ر بیسوا کھیت ہے اور مکان کا سارا اثاثہ ہے اور بیوی ثانی با حیاۃ ہیں ان کے بچے ان کے ساتھ ہیں اور ان کا ارادہ نکاح ثانی کا نہیں ہے اور عمر کا سارا سامان ان کے قبضے میں ہے، تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ عمر کے مال متروکہ میں بیوی اول کے بچوں کا اور بیوی ثانی کے بچوں کا کتنا کتنا حصہ ہوتا ہے؟ اور عمر کی بیوی ثانی کا حق ہوتا ہے یا نہیں اگر ہوتا ہے تو کتنا ہے؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

مسئلہ ۸ / ۷۲

زوجہ	ابن	ابن	ابن	بنت	بنت	بنت
(۱)			(۷)			
۹	۱۴	۱۴	۱۴	۷	۷	۷

صورت مسئولہ میں برتقدیر صحت سوال بعد ادائیگی حقوق متقدمہ علی الارث (مثلا دین قرض مہروغیرہ) محمد عمر صاحب مرحوم کا کل ترکہ خواہ زمین ہو یا دوسری چیزیں بہتر ۷۲ سہام پر تقسیم کرکے ۹ نو سہام زوجہ آسمین کو اور چودہ چودہ سہام تینوں لڑکوں اور سات سات سہام تینوں لڑکیوں کو ملیں گے۔ الحاصل محمد عمر صاحب مرحوم کے ترکہ سے ان کی بیوی آسمین اور پہلی بیوی کے دونوں بچے بھی حصۂ شرعی کے حق دار ہیں۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

اخرجہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

کیا خدمت گذار اولاد کے لئے وصیت کی جاسکتی ہے؟

سوال: چار لڑکے ہیں۔ جن میں صرف ایک لڑکا کے سامنے ہم دونوں کا بار ہے، ضعیفی و بیماری کے سبب کام بالکل نہیں ہو پاتا ہے تقسیم ترکہ کا موقع آنے پر اگر میں اس لڑکے کے حق میں زیادہ لکھ جاؤں گا تو آخر یہ صورت جائز ہوگی یا نہیں؟ اس کی خدمت اور اطاعت کے صلہ میں میرا خیال ہے کہ میں وصیت نامہ لکھ جاؤں۔ جس میں ان تینوں کے مقابلے میں اس کو حصہ زیادہ دینا چاہتا ہوں اس کے لئے شرعی حکم کیا ہے؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

باپ جب تک زندہ رہتا ہے وہی تمام چیزوں کا مالک رہتا ہے۔ اس کو اختیار ہے اپنی مملوکہ اشیاء میں سے جس کو جتنا چاہے دیدے۔ لہذا جو لڑکا آپ کا بار اٹھائے ہوئے ہے۔ اس کو

آپ کچھ زائد دیدیں تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں، البتہ وصیت نہ کریں اس لئے کہ لڑکا وارث ہے اور وارث کے حق میں وصیت نافذ نہیں ہوتی۔ بلکہ آپ ہبہ کردیں۔ اور ہبہ کی ایک تحریر لکھ دیں۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

اخرجہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

سوال: ذیل کے شجرہ میں کس کو کتنا حصہ ملے گا؟

بخش اللہ رحم علی رمضان سبراتی گودر محمد سلام اسلام محمد نظیر محمد یتیم (پاکستان)

انعام اللہ مجریہا صالحہ رابعہ صافیہ سکینہ محمد یونس محمد ادریس علیم النساء

غیر شادی شدہ نابالغ شادی شدہ

مندرجہ ذیل بالا شجرہ میں محمد یتیم صاحب پاکستان چلے گئے اور محمد نظیر صاحب کے انتقال کے بعد ان کے نابالغ بچوں کی پرورش کی ذمہ داری اسلام بن سبراتی پر آئی ان کی اس وقت جائیداد بحکم شریعت بانٹ دی گئی چند دنوں کے بعد انعام اللہ کا بھی انتقال ہو گیا اب اس کی دو لڑکوں کی پرورش اور شادی محمد یونس ابن اسلام اور محمد ادریس بن اسلام نے کی محمد نظیر صاحب مرحوم کے گھر کے بارے میں آج تک کوئی فیصلہ عدم توجہی کے باعث نہیں ہو سکا اس وقت محمد نظیر صاحب مرحوم کی دو صاجزادیاں صالحہ اور سکینہ باحیات ہیں باقی سب انتقال کر گئیں (۱) اس گھر کے بارے میں حکم شرعی کیا ہے؟ اس وقت اس گھر پر محمد یونس بن اسلام اور محمد ادریس اور علیم النسا کا کیا حصہ ہے؟ جواب دینے کی زحمت فرمائیں۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

(۱) برتقدیر صحت سوال محمد نظیر مرحوم کا کل ترکہ جس میں مکان بھی داخل ہے بعد ادائیگی حقوق متقدمہ علی الارث دین مہر وغیرہ سات سہام پر منقسم ہو کر دو سہام انعام اللہ لڑکے کو اور ایک ایک سہام پانچوں لڑکیوں کو ملے گا اور ان کے انتقال کے بعد ان کا یہ حصہ ان کے ورثہ یعنی ان کے قریبی رشتہ داروں کی طرف منتقل ہو جائے گا، سوال میں چونکہ اگلی کوئی تفصیل

نہیں اور نہ یہ لکھا گیا کہ محمد نظیر کی اہلیہ صاحبہ کا کب انتقال ہوا اس لئے جتنے ورثہ سوال میں مذکور ہیں ان کا شرعی حصہ لکھ دیا گیا ہے باقی اگر سوال اور ہے تو جواب اس کے مطابق ہوگا۔

(۲) سوال میں اس کا تذکرہ نہیں کہ محمد یونس محمد ادریس اور علیم النساء محمد اسلام ابن سراتی کے کون ہیں اگر محمد ادریس محمد یونس اسلام کے لڑکے ہیں اور علیم النساء لڑکی ہے اور بیوی کا انتقال اسلام کی زندگی میں ہو چکا تھا تو اسلام کا کل ترکہ پانچ سہام پر تقسیم کر کے دو دو سہام دونوں لڑکوں کو ملیں گے اور ایک سہام لڑکی علیم النساء کو ملے گا اور اگر سوال اس کے علاوہ ہے تو جواب اس کے مطابق ہوگا۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

اخرجہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

کسی ایک اولاد کو زائد دینے کا حکم

سوال: احقر کے پاس ایک بڑا مکان ہے اور دوسرا مکان جو اس سے نصف سے بھی کم ہے وہ بھی ہے ان دونوں کو کرایہ پر اٹھا رکھا ہے پہلی بیوی سے تین بچے ہیں باحیات ہیں دو لڑکیاں ہیں اور ایک بڑا لڑکا ہے دونوں لڑکیاں شادی شدہ ہیں اور ان کے پانچ پانچ بچے ہیں خوش حال ہیں اور آرام سے زندگی بسر کر رہی ہیں اور اپنے شوہروں کے گھر رہتی ہیں اور بڑا لڑکا بھی روزگار سے لگا ہوا ہے اور اس کے بھی پانچ بچے ہیں علیحدہ دوسرے شہر میں رہتا ہے۔ یہ لڑکا احقر کا بہت زیادہ خیال رکھتا ہے اور ماں کی امداد بھی ماہ بماہ کرتا رہتا ہے اور ہر قسم کی خدمات بھی کرتا رہتا ہے۔ پہلی بیوی کا بہت عرصہ ہوا انتقال ہو چکا ہے دوسری بیوی جو احقر کے ساتھ رہتی ہے ان کے پانچ بچے ہیں چار لڑکیاں ہیں اور ایک لڑکا ہے بڑی لڑکی کی شادی ہو چکی ہے صاحب اولاد ہے اور شوہر کے ساتھ خوش وخرم رہتی ہے تین لڑکیاں چھوٹی ہیں اور لڑکا حافظ ہو چکا ہے اور عربی پڑھ رہا ہے یہ چاروں بچے احقر کی کفالت میں اور ساتھ رہتے ہیں۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ پہلی بیوی کا بڑا لڑکا جو احقر کی ہر قسم کی

کفالت کر رہا ہے اس بات کا خواہشمند ہے کہ بڑا مکان اپنی زندگی میں اس کے نام لکھ دوں اور چھوٹا مکان دوسری اولادوں کے لئے چھوڑ دوں تو بڑا مکان اس بڑے لڑکے کے نام اپنی حیات میں لکھ دوں اس کی خدمات کو دیکھتے ہوئے شرعاً اس میں کوئی قباحت تو نہیں ہے؟

دوسرا سوال یہ ہے کہ میں اپنی زندگی میں اگر ان دونوں مکانوں کی تقسیم اپنی موجودہ اولادوں پر کرنا چاہوں، تو کس طرح پر اس کی تقسیم کی جاوے؟ اور کیا صورت اختیار کی جاوے جس سے عند اللہ میں ظالم اور مواخذہ کا مستحق نہ ہوں مفصل اور مدلل جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

آپ جب تک زندہ ہیں اپنی تمام چیزوں کے مالک ہیں اس میں مالکانہ تصرف کر سکتے ہیں، جس کو چاہیں دیں جس کو چاہیں نہ دیں لیکن والد اور اولاد کے درمیان تعلقات کو خوش گوار رکھنے کے لئے ظاہری طور پر ساری اولاد کے ساتھ مساوات کا برتاؤ ضروری ہے۔ ایک صحابی نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں اپنی اولادوں میں ایک کو کچھ مال دیا اور دوسرے کو نہیں دیا تو آپ نے اس سے ان کو منع فرمایا کہ اگر دینا ہے تو سب کو برابر دو ورنہ کسی کو بھی نہ دو (تاکہ دوسرے کا دل مکدر نہ ہو)۔

اس لئے اگر مکان تقسیم کرنا ہے تو ساری اولاد کو برابر حصہ دیں اور زندگی میں تقسیم جائداد کا طریقہ بھی یہی ہے خواہ لڑکی ہو یا لڑکا سب کو برابر کا شریک رکھا جائے۔

الجواب صحیح	فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
بندہ عبدالحلیم عفی عنہ	اخرجہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۱) للمالك أن يتصرف في ملكه أي تصرف شاء۔ (الفقه الإسلامي وأدلته ج:۸ ص:٦٠٠٣٦)۔ دار الفكر المعاصر)۔

(۲) عن النعمان بن بشير رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال:

ألك بنون سواه؛ قال: نعم. قال: فكلهم أعطيت مثل هذا، قال: لا قال فلا أشهد على جورٍ. (الصحيح للمسلم ج:۲ص:۳۷۔ فيصل)۔

وفي الخانية: رجل وهب في صحبته كل المال للولد جاز في القضاء. ويكون آثماً فيما صنع. (الفتاوىٰ التاتارخانية ج:۱۴ص:۴۶۵۔ زكريا)۔

ترکہ کی ایک صورت

سوال: میری خالہ کل چار بھائی بہن تھی میری خالہ صاحبہ کی کوئی اولاد نہیں ہے ان کے شوہر بھی عرصہ ہوا انتقال کر چکے ہیں دو بھائی بھی ان کے فوت ہو چکے ہیں صرف میری والدہ صاحبہ جو ان کی حقیقی بہن ہیں باحیات ہیں خالہ صاحبہ کے تین بھتیجے بھائیوں کی اولادوں میں سے تین بھتیجیاں دونوں بھائی کی مکمل اولاد ہیں؟

خالہ صاحبہ کی بہن یعنی میری والدہ صاحبہ کے پانچ بچے ہیں ہم پانچ بھائی بہن میری خالہ صاحبہ کے وارث کون کون ہوئے؟

خالہ صاحبہ نے جو ترکہ چھوڑا ہے اس میں ان کے میکہ کی جائداد ہے اور سسرال میں حق شوہری میں ملی ہوئی جائداد بھی خالہ صاحبہ کی تین نندیں ہیں اور ان کی اولاد ہیں کیا ترکہ میں کچھ حصہ نند یا نند کی اولادوں کو بھی ہوگا؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

ہندہ مسئلہ ۱۸/۲

اخت ابن الاخ ابن الاخ ابن الاخ بنت الاخ بنت الاخ بنت الاخ

(۱) (۱)

۹ ۲ ۲ ۲ (۹) ۱ ۱ ۱

صورت مسئولہ میں برتقدیر صحت سوال بعد ادائیگی حقوق متقدمہ علی الارث میت (خالہ) کا کل ترکہ ۱۸ سہام پر تقسیم ہو کر ۹/سہام اخت خالہ کی بہن آپ کی والدہ کو ملیں گے اور دو دو

سہام ابن الاخ (بھتیجوں) کو اور ایک ایک سہام بنت الاخ (بھتیجوں) کو ملے گا نند کو کچھ نہیں ملے گا آپ کی والدہ اپنا حصہ لیکر جس کو چاہیں تبرعا دے سکتی ہیں ویسے ان کی حیات تک ان کا حصہ تقسیم ہو کر ان کے بچوں کو نہیں ملے گا۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

اخرجہ العبد حبیب اللہ القاسمی

والد کی زندگی میں جائداد کی تقسیم

سوال: ہمارے والد باحیات ہیں ان کی عمر تقریباً ۸۵ رسال ہے والد صاحب نے چار شادیاں کی تھیں پہلی دوسری تیسری انتقال کر گئیں چوتھی بیوی موجود ہیں۔ میں تیسری بیوی کی اکیلی اولاد ہوں اور پہلے کی دو بیویوں سے کوئی اولاد نہیں ہے البتہ چوتھی باحیات بیوی کے دولڑکے اور تین لڑکیاں ہیں۔ جس میں ایک لڑکی اور ایک لڑکے کی شادی ہو چکی ہے ابا یک لڑکا اور دولڑکیوں کی شادی کرنی ہے۔ سب سے چھوٹی لڑکی کی عمر ۸ سال ہے ابھی تک کاروبار ایک ساتھ چلا آتا رہا ہے اور عرصہ ۲۰ رسال سے ہماری دیکھ ریکھ میں چل رہا ہے والد صاحب چونکہ معذور ہو چکے ہیں۔ اس لئے گھر کے ہر کام سے بری الذمہ ہو گئے ہیں لیکن اب ہمارے لڑکے لڑکیاں شادی کے لائق ہو رہے ہیں اب ان کے ذریعہ معاش وغیرہ کا مسئلہ ہمارے سامنے کھڑا ہو گیا ہے ہم چاہتے ہیں کہ اپنے والد کی زندگی ہی میں تینوں بھائیوں کو جس طرح حق ہوتا ہے وہ دیدیں تاکہ ہم بھائیوں میں کسی قسم کا کوئی اختلاف نہ ہو سکے دوسرے ہمارے والد صاحب نے کاروبار و دیگر اشیاء مکانی وغیرہم کو دیا تھا اس میں پہلے سے بہت کچھ تبدیلی اور ترقی اللہ کی ذات، اور میری جدو جہد سے ہوئی تو نئی جائدادیں موروثی ہوں گی؟ کچھ چیزیں قانونی پیچیدگی کی بنا پر والد کے نام کے بجائے ہمارے نام بھی ہے تو وہ موروثی جائداد کہی جائے گی یا اکیلی کہی جائے گی؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

والد کے ساتھ شرکت میں جو کچھ آپ نے کمایا ان سب کے شرعاً والد مالک ہیں گو قانونی مجبوری کی وجہ سے کچھ چیزوں کو آپ کے نام کر دیا ہے مگران سب کے مالک والد صاحب ہیں وہ اگراپنی زندگی میں جائداد کوتقسیم کرنا چاہیں تو شرعاً ہرایک اولاد کو برابر حصہ ملے گا خواہ لڑکا ہو یالڑکی اورخواہ محبت سب کی برابرہو یاکم وبیش۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

اخرجہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

باپ قرض لیکر رو پوش ہوگیا قرض کون ادا کرے؟

سوال: قمر نےلوگوں سے یہ کہہ کرقرض لیا کہ ”میں آپ سے قرض لے رہا ہوں بہت جلد رجسٹری آنے والی ہے جب آجائے گی تو میں دیدوں گا مگر میرے بچوں سے مت بتلائے گا“ قمر قرض لیتا رہا جب زیادہ لوگوں سے لیا تو آپس میں چہ میگوئیاں ہونے لگیں۔ کچھ لوگوں نے بچوں سے تذکرہ کیا تو ان لوگوں نے کہا ہم نہیں جانتے۔ ایک مرتبہ قمر سے بچوں نے تنہائی میں پوچھا کہ یہ پیسہ کیا کرتے ہیں تو قمر نے جواب دیا میں نے لیا ہے تم سے کیا مطلب؟ میں ادا کروں گا اب یہ کہہ کرکئی سال تک وہ رو پوش ہوگیا، ایک جگہ جا کراس نے شادی کرلی جس سے دو بچے بھی ہیں۔ قمر کہتا ہے کہ میرا کون ہے کہ میں اپنے وطن جاؤں؟

دریافت طلب مسئلہ یہ ہے کہ قرض کون ادا کرے گا؟ واضح رہے کہ قمر کا باپ اکثر پردیس رہتا رہا۔ بچوں کے پاس پیسہ بھی نہیں بھتیجا تھا بچوں نے اپنی محنت سے کمایا اور مکان وغیرہ بنایا۔ قمر کی غیبوبت کے زمانہ میں بچوں کا خیال تھا کہ اگر باپ کا پتہ چل گیا تو ہم لوگ ان سے پوچھ کرلوگوں کا قرض ادا کر دیں گے مگر دوسری شادی دوسری جگہ کر کے اب وہ بھی انکار کر رہے ہیں! یعنی ہم نہیں دیں گے۔

بچوں کا ایسا کہنا صحیح ہے یا غلط؟ نیز یہ لوگوں کا قرض کون ادا کرے گا؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

قمر سے جتنی رقم قرض لی ہے اس کی ادائیگی اسی کے ذمہ واجب ہے جب تک وہ زندہ ہے، اگر بچے اس کی زندگی میں اس کی طرف سے ادا کردیں تو تبرع ہوگا اور ادائیگی ہوجائے گی اور بچوں کے والد کے حقوق کے تحت اتنا تبرع کرہی دینا چاہئے اگر گنجائش ہو، ویسے بچوں کے ذمہ اس کی ادائیگی واجب بھی نہیں البتہ والد کے مرنے کے بعد اس کے ترکہ سے اس کے دیون کی ادائیگی ان کے ذمہ واجب ہوجائے گی۔ اس لئے بہتر ہے کہ آہستہ آہستہ ابھی سے بچے قرض ادا کرتے رہیں۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
اخرجہ العبد حبیب اللہ القاسمی

محروم اور محجوب کی تعریف

سوال : اب تک محجوب کا مسئلہ سمجھ میں نہیں آیا، دیہاتوں میں عجیب بات چل رہی ہے جس کی بنا پر جاہل شریعت پر طرح طرح کے الزام لگاتے ہیں۔ اس کو صاف صاف تحریر کریں۔ کہ چچا کے ہوتے ہوئے بھتیجہ محجوب ہوتا ہے تو کیا چچا اسی یتیم بھتیجے کی جائیداد کا محافظ ونگراں ہے کہ ان بچوں کے بالغ ہونے کے بعد یہ جائیداد ان بچوں کو ملنی چاہئے تاکہ چچا موقع کو غنیمت سمجھ کر ساری جائیداد ہڑپ کرے اور ان بچوں کو کوئی حصہ نہ ملے وہ باپ کے مرنے کے بعد بھیک مانگے، کیا اس کو محجوب کہتے ہیں؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

ان جہلاء کو ہوش سنبھال کر بات کرنی چاہئے جو شریعت پر طرح طرح کے الزام لگاتے ہیں اگر دنیا کا کوئی مسئلہ سمجھ میں نہیں آتا تو دنیا بھر کی خاک چھانتے ہیں اور اگر دین کا کوئی مسئلہ سمجھ میں نہیں آتا تو اس کو اپنی چوپال میں بیٹھ کر حال کرنا چاہتے ہیں۔ چند میل کی مسافت طے کرکے علماء راسخین اور شریعت کا علم رکھنے والے حضرات سے سمجھ نہیں سکتے۔ **اللہ یھدی من**

یشاء ویھدی الیہ من ینیب محروم و محجوب دونوں اصطلاحی الفاظ ہیں۔ محروم اس کو کہتے ہیں جس کا حصہ سرے سے غائب ہو کسی عالی نسب کے آنے کی وجہ سے وہ ممنوع الارث نہ ہوا ہو۔ اور محجوب اسکو کہتے ہیں کہ اس کا حصہ تو ہو مگر اس کے اوپر کوئی عالی نسب (اقرب) ہو اس کی وجہ سے وہ ممنوع الارث ہو، اگر وہ نہ ہوتا تو وہ وارث ہو جاتا مثلاً باپ اور دادا اگر میت کا باپ اور دادا دونوں زندہ ہوں تو میت کے ترکہ سے دادا کو کچھ نہیں ملے گا اس لئے کہ میت کا اقرب باپ موجود ہے اگر باپ نہ ہوتو پھر دادا حصہ دار ہو جائے گا۔ بھتیجہ محجوب نہیں محروم ہے اگر اس کے والد کا انتقال اس کے دادا کی زندگی میں ہوگیا تو دادا کے ترکہ سے وہ کچھ نہیں پائے گا۔ بلکہ اس کے والد کے بھائیوں میں یعنی چچا اور بڑے ابا میں وہ ترکہ تقسیم ہو جائے گا یہ دوسری بات ہے کہ ازراہِ ہمدردی دادا اس کے نام کچھ ہبہ کردے یا چچا ازراہِ شفقت کچھ دیدے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

اخرجہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

باپ اگر اپنے لڑکے کو ترکہ سے محروم کردے تو کیا حکم ہے؟

سوال: اگر باپ اپنے بیٹے سے ناراض ہونے کی وجہ سے ترکہ میں سے کچھ نہ دے۔ سب کا سب اپنی لڑکی کو دیدے، شریعت کی رو سے ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ یا اور کوئی راستہ ہے؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

باپ ایسا کرسکتا ہے لیکن ایسا کرنا نہیں چاہئے، اس طرح تعلقات کی خوشگواری ختم ہو جاتی ہے البتہ لڑکے کو بھی چاہئے کہ باپ کو ناراض نہ کرے اور نہ ناراض رکھے اگر کوئی غلطی ہو جائے تو معافی تلافی کے ذریعے خوش کرے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

اخرجہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) وفی الخانیة: رجل وهب فی صحته کل الولد للولد جاز فی القضاء ویکون آثماً فیما صنع۔ (الفتاوی التاتارخانیة ج:۱۴ ص:۴۶۵۔ زکریا)۔

(۲) عن عبد الله بن عمر رضی الله عنهما عن النبی صلی الله علیه وسلم قال: رضی الرب فی رضی الوالد وسخط الرب فی سخط۔ (سنن الترمذی ج:۲ ص:۱۲۔ مکتبہ بلال)۔

دادا کی جائیداد میں پوتے کا حصہ

سوال: زید اپنی زندگی ہی میں اپنی جائداد اور اثاثہ سے برضاء ورغبت اپنے پوتے کو کچھ حصہ لگا کر دینا چاہتا ہے زید کے پیچھے لڑکے اور کئی لڑکیاں بھی ہیں کیا اپنی زندگی میں زید کو یہ حق ہے کہ اپنے پوتے کا بھی حصہ لگا سکے؟ یا اس کی وراثت صرف بچوں اور بچیوں ہی پر تقسیم ہوگی؟ صحیح صورت سے روشناس فرمائیں۔

الجواب: حامدًا ومصلیًا

باپ جب تک زندہ ہے شرعاً ہر چیز کا وہ مالک ہے اور ہر قسم کے تصرف کا وہ حق رکھتا ہے اگر زندگی میں وہ اپنی جائداد بچوں کو دینا چاہے تو شرعاً لڑکا اور لڑکی ہر ایک کو برابر دے۔ پوتے کو دادا کی جائداد سے کوئی حصہ نہیں ملتا ہاں اگر باہمی مشورہ سے کچھ دیدے تو کوئی مضائقہ نہیں اس کا خیال رہے کہ آپس میں اختلاف اور لڑائی جھگڑے پیدا نہ ہوں آپس کا اختلاف دین کو تباہ وبرباد کردیتا ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

اخرجہ العبد حبیب اللہ القاسمی

حضرت مجیب نے جن مصالح کا ذکر فرمایا ہے وہ ایک نیک مشورہ اور اصلاح معاشرہ کی صورت ہے ورنہ ہر مالک کو حق ہے کہ اپنے مملوکات کو جس کو چاہے جس قدر چاہے مالک بنادے البتہ اولاد صلبیہ بلاواسطہ میں اگر زندگی میں تقسیم کرنا چاہے تو ذکور واناث دونوں کو برابر

ہی دینا چاہئے۔

بندہ محمد حنیف غفرلہ

۳/لڑکے ۳/لڑکیاں میراث کیسے تقسیم ہوگی؟

سوال: ہماری نانی کے تین لڑکے اور تین لڑکیاں، ان میں ترکہ تقسیم کرنا ہے، کس کو کتنا حصہ دیا جائے گا؟ ان کی حیات میں دولڑکوں نے اماں سے زیور وغیرہ مانگے تھے تو اماں نے کہا تھا کہ یہ تو تمہارا ہی ہے، وقت آنے پر مل جائے گا، تو کیا اس صورت میں ان کو کچھ دیا جائے گا؟ یا تقسیم کے مطابق ہی ملے گا؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

مسئلہ ۹

ابن	ابن	ابن	بنت	بنت	بنت
۲	۲	۲	۱	۱	۱

صورت مسئولہ میں بر تقدیر صحت سوال بعد ادائے گی حقوق متقدمہ علی الارث (قرض وغیرہ) نانی کا کل ترکہ ۹/سہام پر تقسیم ہوکر دو دو سہام لڑکوں کو اور ایک ایک سہام لڑکیوں کو ملے گا، اماں کی حیات میں، دولڑکوں کے مطالبۂ زیور پر اماں کا یہ کہنا: ''یہ تو تمہارا ہے وقت آنے پر مل جائے گا'' نہ وصیت ہے نہ ہبہ، لہٰذا وہ زیورات بھی ترکہ میں شامل ہوں گے اور ان میں بھی شرعی تقسیم ہوگی، اماں کے کہنے کا مطلب یہ تھا کہ جب میں مرجاؤں گی تو تم ہی لوگ وارث بنوگے، لہٰذا ترکہ بن کر تم کو مل جائے گا۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

اخرجہ العبد حبیب اللہ القاسمی

نواسی کے لئے وصیت کا حکم

سوال: ہماری دو نواسی ہیں تو نانی نے دونوں کے لئے کان کا زیور بنایا اور ایک نواسی کو اسی کی شادی کے موقع پر اس کا زیور دے دیا اور دوسری کے لئے وصیت کی تھی کہ اس کو اس کی شادی کے موقع پر دے دینا، تو اس کے بارے میں کیا مسئلہ ہے؟ واضح فرمائیں۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

جن نواسیوں کو نانی نے زیور بنا کر دے دیا، ان زیورات کی مالک وہ نواسیاں ہیں، اس میں وراثت جاری نہ ہوگی اور جن نواسیوں کے بارے میں انہوں نے شادی کے موقع پر زیور دینے کی وصیت کی تھی اگر وہ وصیت شرعاً درست ہے تو اس کی وصیت کے مطابق، تہائی مال سے ان کی وصیت پوری کی جائے گی۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

اخرجہ العبد حبیب اللہ القاسمی

(۱) **وصية الحر العاقل رجلاً أو امرأة جائزة.** (الفتاوی الهندية ج:٦ ص:١٠٨، زكريا)۔

(۲) **والأفضل أن يجعل وصيته لأقاربه الذي لا يرثون إذا كانوا فقراء باتفاق أهل العلم. (الفقه الإسلامي وأدلته ج:١٠ ص:٧٤٤٤. الباب الرابع: الوصايا دار الفكر المعاصر).**

ترکہ کا ایک مسئلہ

سوال: سہیل کے تین لڑکے محمد جمال، محمد کمال، محمد بلال ہیں۔ پھر بلال کے آٹھ لڑکے اجمل، اکمل، افضل، کفیل، شکیل، امین، وکیل، وسیم ہیں۔ لڑکی بھی نہیں۔ بعدہٗ سہیل نے بلال کو اپنی جائداد سے ایک دھور بھی زمین نہیں دیا حتی کہ رہنے کے لئے بھی زمین

نہیں دیا، بلال نے اپنی کمائی سے اپنے آٹھوں بچوں کی پرورش کیا اور پڑھایا لکھایا اور اپنی محنت سے کما کر کچھ اپنے نام کی زمین بھی لکھوایا، بعدہ بلال کا انتقال ہو گیا سہیل کی زندگی ہی میں اور سہیل ابھی باحیات ہیں۔ بلال مرحوم کے آٹھوں لڑکے بحکم شرع محروم ہو گئے۔ اور اب دریافت طلب مسئلہ یہ ہے کہ کیا بلال کی جائداد میں سہیل کا بھی حصہ ہوگا اور اگر ہوگا تو کیسے اور کس وجہ سے؟ عرف عام میں رائج ہے نیز سرکاری قانون بھی ہے کہ چھوٹے کی جائداد سے بڑے کو کچھ نہیں مل سکتا ہے۔ قرآن و حدیث کی روشنی میں مکمل و مدلل جواب سے سرفراز فرمائیں۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

بلال کی جائداد میں سہیل کا بھی حصہ ہوگا لقولہ تعالیٰ "**ولابويه لكل واحد منهما السدس مما ترك ان كان له ولد**"

اب وپس جد بے وساطت ام
با ذکر از ولد گرفت ششم
ما بقی نیز ہمراہِ انثیٰ
محض تعصیب در گم اینہا

لہٰذا کل ترکہ سے ادائیگی حقوق متقدمہ علی الارث مثلاً دین، مہر، قرض وغیرہ کے بعد سہیل کو سدس (چھٹا حصہ) ملے گا۔ عرف عام میں جو بات رائج ہے وہ عرفی ہے اسلامی اور قرآنی نہیں۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

اخرجہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

تقسیم ترکہ کی ایک صورت

سوال: زلفا کا انتقال ہوا تو اس نے وارثین میں سے چار لڑکے کو چھوڑا، گھرا، بسمل، شریف، سعید۔ پھر گھرا کا انتقال ہوا اور اس نے وارثین میں تین لڑکے کو چھوڑا نصیر الدین، نذیر الدین، عبد العزیز۔ پھر بسمل کا انتقال ہوا اس کے وارثین میں سے ایک بیوی صغیرن

اور ایک بیٹا عبدالحی ہے۔ پھر صغیرن نے دوسری شادی اپنے دیور شریفؔ سے کرلی، اس کے بعد سعید کا انتقال ہوا اور اس کے وارثین میں سے تین بیٹے نورالہدی، اظہارالدین، انار الدین ہیں۔ پھر صغیرن کا انتقال ہوا اور اس کے وارثین میں سے شوہر شریف اور بیٹا عبدالحی ہے۔ ضروری دریافت طلب بات یہ ہے کہ صغیرن کو جو حصہ بسمل سے ملا ہے وہ شریف کے واسطے سے ان کے بھتیجوں کو ملے گا یا نہیں؟ یا صغیرن کے کل مال کا حقدار صرف اس کا بیٹا عبد الحی ہوگا؟ نیز یہ بھی بتائیں کہ شریف نے کچھ جائداد اپنی بیوی کے نام سے رجسٹری کردیا ہے اس کے بعد صغیرن کا انتقال ہوا ہے تو کیا رجسٹری کی صورت میں کل مال کا حقدار صرف عبد الحی ہوگا؟ مسئلہ کی صحیح نوعیت بتا کر شکریہ کا موقع دیں۔ انتہائی کرم ہوگا۔

الجواب: حامدًا ومصلیًا

ہاں صغیرن کے مال کے وارث شریف کے واسطے سے شریف کے سبھی بچے نذیر، عبد العزیز، نورالہدیٰ، اظہارالدین، انارالدین، عبدالحی ہوں گے۔ چاہے رجسٹری کئے ہوں یا نہ کئے ہوں، صرف عبدالحی تنہا کل مال کا وارث نہیں ہوگا بلکہ ان کے چچازاد بھائی بھی مال کے حقدار ہوں گے، البتہ عبدالحی کو اوروں کے مقابلہ زائد ملے گا جس کی تفصیل نقشہ ذیل میں ہے۔

مسئلہ ۴/ ۹۶/ ۳۸۴/ ۷۶۸

گھرا	بسمل	شریف	سعید
۱	۱	۱	۱
	۳	۳	۳
		۲۴	۲۴
		۹۶	

مسئلہ ۳ (گھرا) مافی الید/ ۱

بیٹا بیٹا بیٹا

نصیر	نذیر	عبدالعزیز
۱	۱	۱
۸	۸	۸
۳۲	۳۲	۳۲
۶۴	۶۴	۶۴

مسئلہ ۸ (بسمل) مافی الید/ ۳

بیوی	بیٹا
صغیرن	عبدالحی
۱	۷
۳	۲۱
	۸۴
	۱۶۸

مسئلہ ۳ (سعید) مافی الید/ ۲۴

بیٹا	بیٹا	بیٹا
اظہارالدین	نورالدین	انارالدین
۱	۱	۱
۸	۸	۸
۳۲	۳۲	۳۲
۶۴	۶۴	۶۴

مسئلہ ۴ (صغیرن) مافی الید/ ۳

شوہر	بیٹا
شریف	عبدالحی

۱	۳
۳	۹
	۱۸

مسئلہ ۶ (شریف) مافی الید/ ۹۹

نذیرالدین	عبدالعزیز	عبدالحی	نورالہدیٰ	اظہارالدین	انارالدین
۱	۱	۱	۱	۱	۱
۳۳	۳۳	۳۳	۳۳	۳۳	۳۳

۷۶۸
المبلغ

الاحیـــــــــــــــــــــــــــــــــــــــاء

نصیرالدین	عبدالعزیز	نذیرالدین	نورالہدیٰ	اظہارالدین	انارالدین	عبدالحی
۶۴	۹۷	۹۷	۹۷	۹۷	۹۷	۲۱۹

خلاصہ یہ کہ بسمل کے مال میں سے جو صغیرن کو آٹھواں حصہ ملا ہے صغیرن کے انتقال کے بعد مال کا چار حصہ کر کے تین چوتھائی عبدالحی کو ملے گا اور ایک چوتھائی شریف کا ہوگا، پھر شریف کے انتقال کے بعد شریف کے وارثوں کے درمیان وہ مال تقسیم ہوگا، یعنی عبدالعزیز، نذیرالدین، نورالہدیٰ، اظہارالدین، انارالدین، اور عبدالحی کے مابین، جیسا کہ تخریج بالا سے ظاہر ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
اخرجہ العبد حبیب اللہ القاسمی

میراث کاایک مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ

جناب منشی مرحوم صاحب نے انتقال کے بعد ورثاء میں چارلڑکے، ابوالجیش، محبوب، اسلام، اسرائیل اورایک لڑکی خدیجہ کو چھوڑا، اس کے بعد اسرائیل کاانتقال ہوامذکورہ بھائی اوربہن اوراپنی بیوی رضوانہ کو چھوڑا، جناب منشی صاحب متروکہ اشیاء میں چارلاکھ بیس ہزار روپئے موجود ہیں، سوال طلب امر یہ ہے کہ مرحوم کی یہ رقم موجودہ ورثاء کے درمیان کس طرح تقسیم ہوگی؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

مسئلہ ۹ / ۱۲۶ (منشی صاحب)

ابن	ابن	ابن	ابن	بنت
ابوالجیش	محبوب	اسلام	اسرائیل	خدیجہ
۲	۲	۲	۲	۱
۲۸	۲۸	۲۸	۲۸	۱۴

مسئلہ ۴ / ۲۸ اسرائیل مافی الید/ ۲

اخ	اخ	اخ	اخت	بیوی
ابوالجیش	محبوب	اسلام	خدیجہ	رضوانہ
(		۳	)	۱
۶	۶	۶	۳	۷
				۱۲۶

المبلغ ترکہ/ ۴۲۰۰۰۰

الاحیـــــــــاء

ابوالجیش	محبوب	اسلام	خدیجہ	رضوانہ
۳۴	۳۴	۳۴	۱۷	۷
۱۱۳۳۳۳.۳۳	۱۱۳۳۳۳.۳۳	۱۱۳۳۳۳.۳۳	۵۶۶۶۶.۶۶	۲۳۳۳۳.۳۳

جناب منشی صاحب مرحوم کی یہ رقم موجودہ ورثاء کے درمیان ۱۲۶ر حصہ کرکے چونتیس چونتیس حصے کرکے لڑکوں کو اور سترہ حصہ بیٹی خدیجہ کو اور سات حصہ اسرائیل کی بیوی رضوانہ کو دی جائے گی۔

ابوالجیش کو ایک لاکھ تیرہ ہزار تین سو تینتیس روپئے تینتیس پیسے اور ایک بٹہ تین پیسے ملے

محبوب ر / / / / / / /

اسلام ر / / / / / / /

خدیجہ کو چھپن ہزار چھ سو چھیاسٹھ روپئے اور دو بٹہ تین پیسے ملے

رضوانہ کو تئیس ہزار تین سو تینتیس روپئے اور ایک بٹہ تین پیسے ملے

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

اخرجہ العبد حبیب اللہ القاسمی

تقسیم ترکہ کا ایک مسئلہ

سوال : کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں ایک مسمیٰ اسرائیل لا ولد اپنے حقیقی تین بھائی اور حقیقی ایک بہن کو اور ایک بیوی کو اپنا وارث چھوڑ کر فوت کر گئے، از روئے شرع ان کا ترکہ کیسے تقسیم ہوگا اور ہر وارث کو کتنا حصہ ملے گا؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

مسئلہ ۲۸/۴ (اسرائیل)

بیوی	بھائی	بھائی	بھائی	بہن
رضوانہ	محبوب	اسلام	ابوالجیش	خدیجہ
۱	)	۳		(
۷	۶	۶	۶	۳

بعد ادائیگی حقوق واجبہ کل مال کا اٹھائیس (۲۸) حصہ کرکے ایک چوتھائی یعنی ۷ / بیوی رضوانہ کو ملے گا اور ہر بھائی کو ۶ / ۶ / حصے ملیں گے اور بہن خدیجہ کو ۳ / حصے ملیں گے، چونکہ قاعدہ ہے۔ **للذکر مثل حظ الانثیین**

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

اخرجہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

حیات کی مشترک جائداد میں وراثت بھی مشترک ہوگی

سوال: منشی وحسن رضا حقیقی بھائی تھے، دونوں بھائی ملایہ رہتے تھے، وہاں بھی شرکت میں دونوں بھائی زمین خریدے تھے، اس کے بعد منشی مکان پر آئے تو اپنی بیوی سے کہہ کر ملایہ گئے کہ یہاں پر جو کچھ جائداد خریدنا تو ہم دونوں بھائی کے نام سے خریدنا؟ زمینداری خاتمہ کے پہلے منشی کی بیوی نے ایک باغ کا بیع نامہ دونوں بھائیوں کے نام سے کرایا عرصہ دس و پندرہ سال کا ہوتا ہے کہ منشی اور حسن رضا اور یہاں پر منشی کی بیوی تینوں انتقال کر گئے، اور اب منشی کے وارثوں کا کہنا یہ ہے کہ باغ میرے والد کے روپئے سے خریدا گیا ہے باغ ہم لوگوں کو دیدو، تو حسن رضا کے وارث کا کہنا ہے کہ اگر شرعاً آپ لوگوں کا حق ہوگا تو باغ ہم چھوڑ دیں گے۔

الجواب: حامداً ومصلیاً

سوال مذکور پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ باغ جو خریدا گیا ہے اس میں منشی اور حسن رضا دونوں شریک ہیں، اس لئے کہ دونوں کے نام سے بیع نامہ ہے، نیز دونوں کے معاملات

پہلے سے مشترک ہیں اس لئے ایسی صورت میں باغ کے حقدار دونوں کے وارث ہوں گے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

اخرجہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

عورت کے مرنے کے بعد اس کے زیورات، سامان اور باقی مہر میں وراثت ہوگی یا نہیں؟

سوال: زید کی بیوی ہندہ کی طویل علالت کے بعد اس کے میکے ہی انتقال ہوگیا جو لاولد تھی، جواب طلب امر یہ ہے کہ ہندہ کو جو زیورات زید کے والدین نے دئیے تھے انتقال کے بعد وہ زیورات زید کے والدین کو ملے گا یا نہیں؟

(ب) زید کی بیوی ہندہ کو ہندہ کے والدین نے جو گھریلو سامان دیا تھا ہندہ کے انتقال کے بعد کیا زید کے والدین وہ سامان ہندہ کے والدین کو واپس کر دیں؟

(ج) ہندہ کے والدین نے جو زیورات ہندہ کو دئیے تھے وہ زیورات ہندہ کے والدین کو ملے گا یا زید کے والدین کو؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

(الف) زید کے والدین نے ہندہ کو اگر عاریۃً وہ زیورات دئیے تھے تو والدین کو واپس لینے کا حق ہے اور اگر تملیک کا دئیے تھے تو واپس لینے کا حق نہیں ہے، بلکہ ترکہ بن کر موجودین میں حسب حصص شرعی وہ زیورات تقسیم ہونگے۔

(ب) بچی کو شادی کے وقت جو گھریلو سامان دیا جاتا ہے وہ بچی کا ہوتا ہے، لہٰذا ہندہ کے انتقال کے بعد وہ بھی ترکہ بن کر ورثاء موجودین میں حسب حصص شرعی تقسیم ہوگا۔

(ج) ہندہ کے والدین جو زیورات ہندہ کو دئیے تھے اگر عاریۃً دئیے تھے تو وہ ہندہ کے والدین کے ہونگے اور اگر تملیکاً زیورات دئیے تھے تب وہ بھی ترکہ بن کر ورثاء

موجود ین میں حسب حصص شرعی تقسیم ہونگے اور عموماً تملیکاً ہی دیئے جاتے ہیں عاریۃً نہیں۔

(د) مہر بھی واجب الاداء ہے، منجملہ متروکات کے وہ بھی ترکہ بن کر ورثاء میں حسب حصص شرعی تقسیم ہوگی۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

اخرجہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعليق والتخريج

(۱) للجميع أن يمنعه عن التصرف فيه. (مجمع الأنهر ج:۱ص:۲۸۵). كتاب الزكاة فقيه الأمت.

(۲) وإذا بعث الزوج إلى أهل زوجتته أشياءً عندرفاقها منها ديباج فلما زفت إليه أراد أن يسترد من المرأة الديباج ليس ذلك إذا بعث إليها على جهة التمليك كذا في الفصول العمادية. (الفتاوىٰ الهندية ج:۱ص:۳۹۳). زكريا.

وراثت کا ایک مسئلہ

سوال: مرزا اخلاق بیگ کا انتقال ہوتا ہے وہ اپنے ورثاء میں ایک حقیقی بہن ناصرہ اور بیوہ طیب النساء کو چھوڑ کر مرتے ہیں، عرضیات میں ان کی چچازاد بہن طیب النساء ہیں جن کا نکاح مرزا اخلاق بیگ سے ہوا تھا اور دادا کے بھائی کے پوتے اور چچازاد چچا کے بیٹے عبدالحی موجود ہیں مرزا اخلاق کو آراضی والد صاحب سے نہیں دادا سے ملی تھی اس لئے کہ والد صاحب کا انتقال دادا کی موجودگی میں ہوا تھا حصہ کسی تین افراد (۱) بیوہ طیب النساء (۲) بہن ناصرہ (۳) چچازاد بھائی عبدالحی پر کرنی ہے۔

خاندانی شجرہ کی نوعیت حسب ذیل ہے۔

مورث اعلی

ملا بخش ابراہیم بیگ

حفیظ بیگ بہادر بیگ عبدالحی

طیب النساء باصرہ اخلاق بیگ عبدالحی

نسیم احمد شمیم احمد رضیہ

الجواب: حامدًا ومصلیًا

مسئلہ مذکورہ میں مرزا اخلاق بیگ مرحوم کے کل مال کا شرعی طور پر چار حصے کیئے جائیں گے جن میں سے چوتھائی حصہ بیوی مسماۃ طیب النساء کو ملے گا اور اسی طرح عبدالحی کو بھی چوتھائی ملے گا اور باصرہ خاتون کو کل مال کا آدھا ملے گا۔

مسئلہ ۴ (مرزا اخلاق بیگ)

بیوی طیب النساء	بہن ناصرہ	چچازاد بھائی عبدالحی
ربع	نصف	عصبہ
۱	۲	۱

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

اخرجہ العبد حبیب اللہ القاسمی

وراثت کا ایک مسئلہ

سوال: مرزا سلیم بیگ کے تین لڑکے اور دو لڑکیاں تھی، مرزا مشتاق بیگ، مرزا سلطان بیگ، مرزا احسان بیگ، سیدہ بیگم، عابدہ بیگم، سب سے پہلے مرزا مشتاق بیگ فوت ہوگئے اس کے بعد سیدہ بیگم فوت کرگئیں اپنے دو ورثہ کو چھوڑ کر، عابدہ بیگم لاولد فوت کر گئیں اس کے بعد مرزا سلطان بیگ فوت کر گئے سب سے بعد میں مرزا احسان بیگ فوت کر گئے لاولد، اپنے مرنے کے بعد پانچ بھتیجہ اور چار بھانجہ کو چھوڑ کر دنیا سے رخصت ہو گئے۔ جھگڑا اس مرزا احسان بیگ مرحوم اور عابدہ بیگم مرحوم کے حصہ کا ہے، شرعی طریقہ میں کون کون حقدار ہوتا ہے، عابدہ بیگم کے مرنے کے بعد مرزا احسان مرزا سلطان بیگ زندہ ہیں۔

مرزا سلیم بیگ

سیدہ عابدہ	مرزا سلطان	مرزا مشتاق	مرزا احسان
نسیم، شمیم، سروت، فرحت لاولد	شوکت، رفعت	اسلم، انور، اکرم	لاولد

الجواب: حامدًا ومصلیًا

مسئلہ ۲/ ۴/ ۲۰/ (عابدہ بیگم مرحومہ)

بھائی	بھائی
مرزا سلطان	مرزا احسان
۱	۱
۲	۲

مسئلہ ۲ (مرزا سلطان مرحوم)

لڑکا	لڑکا
۱	۱
۵	۵

مسئلہ ۵ (مرزا احسان مرحوم)

بھتیجا	بھتیجا	بھتیجا	بھتیجا	بھتیجا
۱	۱	۱	۱	۱
۲	۲	۲	۲	۲

۲۰

المبلغ

الاحیــــــــــــــــــــــــــــــــــــــاء

شوکت سلطان	رفعت سلطان	انور	اسلم	اکرم
۷	۷	۲	۲	۲

بعد اداء حقوق واجبہ عابدہ مرحومہ اور مرزا احسان کی کل جائداد کا بیس حصہ ہوگا، جن میں سے سات سات حصے شوکت سلطان اور رفعت سلطان کے ہونگے اور انور اسلم اکرم کے دو دو حصے ہوں گے اور سیدہ کے اولاد کا کوئی حصہ نہیں ہوگا۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
اخرجہ العبد حبیب اللہ القاسمی

ترکہ کا ایک مسئلہ

سوال: انیسہ خاتون فوت ہوگئی اور اس کے شوہر نے پانچ سو اکیاون روپئے مہر ادا کیا ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ یہ روپئے درج ذیل وارث کے مابین کس طرح تقسیم ہوگا؟ بیان فرما کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں۔

شوہر، باپ، بیٹا، بیٹی، بھائی

الجواب: حامدًا ومصلیًا

مسئلہ ۱۲/ ۶۰/ ترکہ/ ۵۵۱ روپئے

شوہر	باپ	بیٹا	بیٹی	بھائی
ربع	سدس	عصبہ		م
۳	۲	۷		
۱۵	۱۰	۱۴	۱۴	۷
۱۳۷-۷۵	۹۱-۸۳	۱۲۸-۵۶	۱۲۸-۵۶	۶۴-۲۸

بعد ادائیگی حقوق واجبہ ترکہ مذکورہ طریقہ پر تقسیم ہوگا اور اس میں شوہر کا بھی حصہ ہوگا، البتہ بھائی محروم ہوجائے گا۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
اخرجہ العبد حبیب اللہ القاسمی

ترکہ کا ایک مسئلہ

سوال: شوہر کا انتقال ہوااور اپنے ورثاء میں ماں باپ دولڑکیاں اور ایک بیوہ کو چھوڑا ہے اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ شوہر کا ترکہ مذکورہ وارثین کے مابین کس طرح تقسیم ہوگا؟ جواب عنایت فرمائیں، کرم ہوگا۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

مسئلہ ۲۴/ ۲۷

بیوی	ماں	باپ	لڑکی	لڑکی
ثمن	سدس	سدس	ثلث	ثلث
۳	۴	۴	۸	۸

شوہر کا کل ترکہ بعد ادائیگی حقوق متقدمہ علی الارث ستائیس حصوں میں تقسیم کر کے تین حصہ بیوی کو چار چار حصہ ماں باپ کو اور آٹھ آٹھ لڑکیوں کو دیا جائے گا۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

اخرجہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

تقسیم ترکہ کا ایک مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ:

مرحوم حاجی ابوبکر کی زندگی میں پانچ لڑکی جن کے نام شمع، ہاجرہ، سلطانہ، طیبہ، شکیلہ، اور ایک لڑکا ربانی اور ان کا بیوی تھیں، حاجی ابوبکر نے شمع ہاجرہ اور سلطانہ یعنی تین لڑکیوں کے نام ایک گھر لیا تھا۔ ہاجرہ اور سلطان کی وفات حاجی ابوبکر کی زندگی میں ہوگئی تھی۔ ہاجرہ نے اپنے پیچھے ایک لڑکا اور ایک لڑکی اور شوہر کو چھوڑا ہے۔ اور سلطانہ لاولد تھی اس کے شوہر موجود ہیں، سوال یہ ہے کہ جس گھر کو حاجی ابوبکر نے تینوں لڑکیوں کے نام کیا تھا اب صرف ایک لڑکی شمع

باحیات ہے اور ہاجرہ کے شوہر ایک لڑکا اور ایک لڑکی، اور سلطانہ کے بس شوہر باحیات ہے، جبکہ حاجی ابوبکر نے بعد وفات لڑکیوں کے انہوں نے بڑی لڑکی شمع سے کہا تھا کہ یہ تمہارے نام ہے تم اپنی چھوٹی بہن طیبہ اور شکیلہ کا خیال کرنا، اور اس وقت گھر پر بھائی قابض ہے اور اس کو بیچنا چاہتا ہے اور بہنوں کو اس کا حقدار نہیں ٹھہراتا ہے۔

دوسرا سوال یہ ہے کہ کیا حاجی ابوبکر صاحب کو اس بات کا اختیار تھا کہ انہوں نے بعد وفات ہاجرہ اور سلطانہ کے شمع کو یہ کہہ دیں کہ تم اپنی چھوٹی بہن طیبہ اور شکیلہ کا خیال کرنا؟ اگر نہیں تو پھر اس میں کس کا کتنا حق ہوتا ہے؟ اور ابوبکر کے وفات کے وقت ان کی تین لڑکی شمع، طیبہ اور شکیلہ اور ربانی اور ان کی بیوی اور مرحوم ہاجرہ کے لڑکے اور لڑکی اور شوہر اور سلطانہ مرحوم کے شوہر موجود ہیں ان کی ابوبکر کے بہنوں کا ذکر ہم نے چھوڑ دیا ہے۔ اس لئے باقی گھر اور جائداد کا کون کتنا حقدار ہے جبکہ ان کی بیوی بھی انتقال کر چکی ہے (۱) مختصراً یہ کہ پوری جائیداد میں کون کتنا حقدار ہے؟ (۲) وہ گھر جو لڑکیوں کے نام کر دینے پر پھر یہ کوئی چھوٹی بہنوں کو دینا جس کی تفصیل اوپر ہو چکی ہے، درست ہے یا نہیں؟

(۳) اس گھر میں اس وقت کس کا کتنا حق ہے؟ جواب تفصیل سے دیکر ممنون فرمائیں۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

(۱) مسئلہ ۵ (حاجی ابوبکر)

بیوی	بیٹا	بیٹی	بیٹی	بیٹی
	ربانی	شمع	شکیلہ	طیبہ
کان لم تکن	۲	۱	۱	۱

حاجی ابوبکر کی پوری جائداد پانچ حصوں میں تقسیم ہوگی جن میں سے ربانی کے لئے دو حصہ اور ہر بیٹی کے لئے ایک ایک حصہ ہوگا۔

(۲) حاجی صاحب مرحوم نے جس مکان کو لڑکیوں کے نام خریدا تھا اگر ان لڑکیوں کو مکمل اختیار بھی دیدیا تھا تو بلاشبہ وہ مکان لڑکیوں ہی کا ہوگا اور حاجی صاحب کا بڑی لڑکی شمع سے یہ کہنا کہ

شکیلہ او رطیبہ کا خیال رکھنا محض شفقت پدری کے بنا پر تھا جوان لڑکیوں کے اختیار پر موقوف ہے۔

(۳) اس مکان کے اولاً تین حصے کئے جائیں گے ایک حصہ شمع کا اور ایک حصہ ہاجرہ کا اور ایک حصہ سلطانہ کا ہوگا اس کے بعد ہاجرہ کا حصہ اس کے وارثین کے مابین مندرجہ ذیل طریقے پر تقسیم ہوگا۔

مسئلہ ۱۲/۶/۳۶/۲۰/۷ (ہاجرہ مرحومہ)

شوہر بیٹا بیٹی باپ ماں اخ ربانی اخت شمع اخت شکیلہ اخت طیبہ

ربع عصبــــہ سدس سدس م م م م

۳ ۵ ۲ ۶

۹ ۱۰ ۵ ۶ ۶

۱۸۰ ۲۲۰ ۱۰۰ ۱۲۰

مسئلہ ۸/۴۰ (حاجی ابو بکر) مافی الید/۶

بیوی بیٹا بیٹی بیٹی بیٹی

حجن ربانی شمع شکیلہ طیبہ

ثمن عصبــــــــــــــــــــہ

۱ ۷

۵ ۱۴ ۷ ۷ ۷

۱۵ ۴۲ ۲۱ ۲۱ ۲۱

مسئلہ ۵ (مرحومہ حجن) مافی الید/ ۱۳۵

بیٹا بیٹی بیٹی بیٹی

ربانی شمع شکیلہ طیبہ

۲ ۱ ۱ ۱

۵۴ ۲۷ ۲۷ ۲۷

۷۲۰
المبلغ

الاحیـــــــــــــــــــــــــــــــــــاء						
شوہر	بیٹا	بیٹی	ربانی	شمع	شکیلہ	طیبہ
۱۸۰	۲۰۰	۱۰۰	۹۶	۴۸	۴۸	۴۸

یعنی ہاجرہ کا حصہ بعد ادائے حقوق واجبہ سات سوبیس حصوں میں تقسیم ہوگا جن میں سے شوہر کے لئے ۱۸۰/اور بیٹا کے لئے ۲۰۰/اور بیٹی کے لئے ۱۰۰/اور ربانی کے لئے ۹۶/اور تینوں بہنوں کے لئے ۴۸/۴۸ ہوگا۔

مسئلہ ۶/ ۱۲۰ (سلطانہ)

شوہر	باپ	ماں	بھائی	بہن شکیلہ	بہن طیبہ	بہن شمع
نصف	عصبہ	سدس	محـــــــــــــــــــــــــــــــروم			
۳	۲	۱				
۶۰		۲۰				

مسئلہ ۸/ ۴۰/ (حاجی صاحب مرحوم) مافی الید/ ۲

بیوی	بیٹا ربانی	بیٹی شمع	بیٹی شکیلہ	بیٹی طیبہ
ثمن				
	عصبـــــــــــــــــــــــــــــــــــــه			
۱	(۷)			
۵	۱۴	۷	۷	۷

مسئلہ ۵ (مرحوم جگن) مافی الید/ ۲۵

بیٹا ربانی	بیٹی شمع	بیٹی شکیلہ	بیٹی طیبہ
۲	۱	۱	۱

۱۰ ۵ ۵ ۵

المبلغ ۱۲۰

الاحیـــــــــــــــــــــــاء

شوہر	بیٹا ربانی	شمع	شکیلہ	طیبہ
۶۰	۲۴	۱۲	۱۲	۱۲

اسی طرح سلطانہ کا حصہ اس کے وارثین کے مابین ایک سوبیس حصوں پر تقسیم ہو کر شوہر کے لئے ۶۰/ ربانی کے لئے ۲۴ شمع کے لئے ۱۲ شکیلہ کے لئے ۱۲/ طیبہ کے لئے ۱۲/ حصہ ہوگا۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

اخرجہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

والد کے انتقال کے پہلے الگ ہونے اور ساتھ رہنے والی اولاد کی وراثت کا حکم

سوال: (۱) زید کا انتقال ہوا اس نے اپنے ورثہ میں چار لڑکے، چار لڑکیاں اور ایک بیوی کو چھوڑا۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید کے ترکہ کی شرعی تقسیم کس طرح ہوگی؟

(۲) زید کے چار لڑکوں میں سے ایک لڑکے نے ۷۷ء میں والد کی زندگی میں اپنا چولہا الگ کرلیا، باقی تین بھائی ایک ساتھ رہے، ۹۹ء میں والد کی زندگی میں تینوں بھائی نے مشترکہ ایک جائیداد حاصل کی لیکن اس کو والد کے نام رجسٹری کروائی دریافت طلب یہ ہے کہ اس جائیداد میں بہنوں کا اور اس بھائی کا جس نے ۷۷ء میں کھانا پینا الگ کرلیا تھا حصہ ہوگا یا نہیں؟

(۳) باقی تینوں جو مشترک تھے چند سال کے بعد ہی والد ہی کی زندگی میں اپنی اپنی چولہی الگ کرلی اور یہ طے پایا کہ ہر ایک اپنی کمائی کا ذمہ دار ہے، اسکے بعد ان

تینوں بھائیوں نے ایک جائیداد حاصل کی جس میں کم وبیش تینوں کے پیسے لگے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس جائیداد میں بہنوں کا اور ماں کا حصہ ہوگا یا نہیں؟ لیکن یاد رہے کہ یہ جائیداد بھی والد کے نام رجسٹری ہوئی۔

الجواب: حامدًا ومصلیًا

(۱) بشرط صحت سوال صورت مسئولہ میں زید مرحوم کا کل ترکہ چھیانوے حصے پر تقسیم ہوکر بعد اداء حقوق متقدمہ علی الارث مثلا دین مہر وغیرہ، بیوی کو بارہ حصے (۲/آنہ) اور چودہ حصے (۲-۱/۶ آنہ) فی کس کے حساب سے چاروں لڑکوں کو اور سات حصے (۱-۱/۶ آنہ) فی کس کے حساب سے چاروں لڑکیوں کو شرعا ملیں گے۔

(۲) لڑکوں کا باپ سے الگ ہوکر زندگی بسر کرنے سے حق وراثت ختم نہیں ہوتا، لہٰذا صورت مسئولہ میں جبکہ "شخص مذکور نے اپنے والد کی زندگی میں اپنا چولہا الگ کرلیا ہے" اور باقی تینوں لڑکے جو اپنے والد کے ساتھ کام کر رہے ہیں جو مال حاصل کیا ہے اس کا مالک باپ ہوگا، اس لئے والد کے انتقال کے بعد متروکہ مال میں ماں بھائی اور بہن سب حصہ دار ہوں گے، لہٰذا اس میں سے شخص مذکورہ کو بھی شرعاً حصہ ملے گا۔

(۳) البتہ وہ لڑکے جن کا کھانا پینا، حساب وکتاب والدین سے الگ ہوتو وہ لڑکے اپنی کمائی کے خود مالک ہونگے، لہٰذا صورت مسئولہ میں جبکہ تینوں لڑکوں نے اپنی چولہی الگ کرلی اور اپنی کمائی کے خود مالک ہوگئے، اب تینوں اپنی کمائی سے مشترکہ طور پر کوئی جائیداد خریدتے ہیں اور اپنے والد کو قابض ودخیل بذریعہ رجسٹری بنادیتے ہیں تو اس جائیداد کے مالک شرعا اس کے والد ہونگے، بعد وفات اس جائیداد میں تمام وارثین شرعا حصہ دار ہونگے اور اگر قابض ودخیل نہیں بنایا بلکہ صرف نام سے رجسٹری کردی تو اس صورت میں والد اس جائیداد کا مالک نہیں ہوگا۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

اخرجہ العبد حبیب اللہ القاسمی

نکمی اولاد وراثت کی مستحق ہے یا نہیں؟

سوال: زید اور عمر دو حقیقی بھائی ایک ساتھ رہتے تھے، زید نے کافی روپیہ کمایا مگر عمر نے اپنی بے راہ روی سے تمام روپیہ برباد کردیا، زید کے انتقال کے بعد جو جائداد بچی ہوئی ہے اس میں عمر کو کیا آدھا حصہ ملے گا؟ واضح رہے کہ جو جائداد منقولہ یا غیر منقولہ ہے وہ زید اور عمر کے والد کے ہیں براہ کرم شرعی مسئلہ سے آگاہ فرمائیں۔

الجواب: حامدًا ومصلیًا

برتقدیر صحت سوال زید کے والد کا ترکہ دو سہام پر منقسم ہوکر ایک سہام زید کو اور ایک سہام عمر کو ملے گا، یعنی دونوں میں آدھا آدھا تقسیم ہوگا۔ اور اگر ان دونوں کے علاوہ بھی ورثاء جو والد کے انتقال کے وقت تھے مثلاً بیوی، لڑکی وغیرہ تب اس کے مطابق تقسیم ہوگا، اگر باپ کی موجودگی میں زید عمر باپ سے الگ نہیں ہوئے تھے تب زید وعمر کی مشترکہ کمائی خواہ کم ہو یا زائد باپ کے کھاتہ میں جمع ہوکر زید وعمر میں باپ کا ترکہ برابر تقسیم ہوگا کسی کے زائد اور کسی کے کم کمانے سے مسئلہ متاثر نہیں ہوگا، ترکہ میں حصہ داری برابر ہوگی۔ کذا فی کتب الفقہ

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

اخرجہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

باپ کی ملکیت اور لڑکوں کی کمائی سے حاصل ہونے والی دولت میں وراثت کی حصہ داری کا مسئلہ

سوال: زید ایک خوشحال تاجر تھا لیکن بدقسمتی سے اس کا کاروبار اجڑ گیا حتی کہ زید مقروض ہوگیا اور گذارے کی شکل بھی مشکل ہوگئی اس وقت تک اس کے چار لڑکے عمر، عثمان، حمید، رشید اور اس کے علاوہ لڑکیاں تھیں، دو سب سے بڑے لڑکے عمر اور عثمان والد سے الگ

ہو گئے۔ اسی اثناء میں زید کے دو مزید لڑکے پیدا ہوئے مسمیٰ خالد اور ساجد۔ جب وقت بہت بڑھی تو حالات سے مجبور ہو کر دو لڑکے حمید اور رشید جو کہ والد کے ساتھ تھے محنت مزدوری کرنے لگے جس سے گذر اوقات ہونے لگا، اب صورت حال یہ ہے کہ زید مقروض ہے، اس کے پاس کچھ نہیں ہے جو کچھ آمدنی ہوتی ہے وہ لڑکوں کی مزدوری کی شکل میں ہوتی ہے، اسی درمیان زید کا انتقال ہو گیا انتقال کے بعد حمید اور رشید نے مزید محنت کی اور کام کو آگے بڑھایا، پھر اللہ تعالیٰ نے ترقیات سے نوازا پھر جب خالد اور ساجد کام کرنے کی عمر کے ہو گئے تو وہ بڑے بھائیوں کے ساتھ کام کرنے لگے اور ساری ضروریات اسی کاروبار سے پوری ہوتی۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس سرمایہ کا اور پورے کاروبار کا اصل مالک کون ہے؟ کیا بھائی بھائی ہونے کی حیثیت سے سب بھائی یکساں مالک ہوں گے، یا کہ ابتداء محنت اور مزدوری کر کے کاروبار کو یہاں تک پہونچانے وال سرمایہ کار حمید اور رشید دوسری صورت میں خالد اور ساجد کی کیا حیثیت ہو گی؟ اور ان کو کل ملکیت میں سے کتنا حصہ ملے گا؟ نیز بڑے بھائیوں کو مالکانہ حیثیت سے چھوٹے بھائیوں کو اصل ملکیت سے دخل کرنے کا حق حاصل ہے یا نہیں؟ مفصل و مدلل جواب سے نوازیں؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

زید کے انتقال کے وقت اگر اس کی ملکیت میں کوئی جائداد ہے تو اس میں تمام ورثہ شریک ہوں گے چاہے لڑکا ہو یا لڑکی، چھوٹا ہو یا بڑا، جہاں تک بات رہی حمید اور رشید کی کمائی کی تو اس میں خالد اور ساجد اور دیگر ورثاء کا کوئی حق نہیں ہے، کیونکہ انسان جو کمایا ہے وہ اسی کے لئے ہوتا ہے اس میں بھائی یا دیگر رشتہ داروں کا کوئی حق نہیں ہوا کرتا ہے، یہ دوسری بات ہے کہ خالد اور ساجد نے بھی بڑے ہونے کے بعد رواجاً کچھ دنوں تک بڑے بھائی کے ساتھ ہاتھ بٹایا تھا لیکن چونکہ بھائیوں میں کوئی عقد شرکت یا قول و قرار نہیں ہوا تھا اس لئے خالد اور ساجد کا بڑے بھائیوں کے ساتھ مل کر کام کرنا تبرع سمجھا جائے گا، پورے کاروبار اور سرمایہ کا مالک حمید اور رشید ہوں گے، البتہ بتقاضائے مروت وصلہ رحمی حمید و رشید کو چاہئے کہ اپنے

چھوٹے بھائیوں کو بھی اپنے سرمایہ میں سے کچھ دیدیں تاکہ چھوٹے دونوں بھائیوں کی دل شکنی نہ ہو اور صلہ رحمی کے طور پر مال دینے سے مال میں کوئی کمی نہ ہوگی بلکہ یہ ان کی جائداد کے لئے باعث اضافہ ہی ہوگا، جیسا کہ مشکوۃ کی روایت ہے؟ **من احب ان یبسط له فی رزقه وینسأ له فی اثره فلیصل رحمه** یعنی جو رزق میں وسعت اور زندگی میں برکت چاہتا ہو ان کے لئے سب سے بہتر نسخہ صلہ رحمی کرنا ہے۔ اس کے علاوہ بے شمار نصوص صلہ رحمی کی فضیلت اور تاکید پر وارد ہوئی ہیں۔ اس لئے حمید اور رشید کو چاہئے کہ کچھ نہ کچھ مال اپنے چھوٹے بھائیوں کو بھی دیدے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

اخرجہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

تقسیم ترکہ کی ایک شکل

سوال: جناب نبی احمد صاحب کی وفات ہوگئی، ورثاء میں لڑکا شمس الحق دوسرا لڑکا عین الحق لڑکی زبیدہ دوسری لڑکی حمیرا کو چھوڑا۔ اسکے بعد عین الحق کا انتقال ہوا، ورثاء میں زوجہ اکبری خاتون لڑکی افروزہ دوسری لڑکی ننھی اور بھائی شمس الحق کو چھوڑا۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ نبی احمد کی جائیداد کو کس طرح تقسیم کیا جائے؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

مسئلہ ۶ / ۲ / ۷۲ (نبی احمد)

ابن	ابن	بنت	بنت
شمس الحق	عین الحق	زبیدہ	حمیرا
۲	۲	۱	۱
۲۴		۱۲	۱۲

مسئلہ ۲۴ / ۱۲ / (تداخل) (عین الحق) مافی الید / ۲ ثلث / ۱

زوجہ	بنت	بنت	اخ
۳	۸	۸	۵

حقوق متقدمہ علی الارث ادا کرنے کے بعد (مثلاً قرض، مہر وغیرہ) نبی احمد کا کل ترکہ بہتر ۷۲ رسہام پر منقسم ہوکر شمس الحق کو ۲۹ رزبیدہ کو ۱۲ رحمیرا کو ۱۲ راکبری کو ۳ رافروزہ کو ۸ ر ننھی کو ۸ رسہام ملیں گے، شمس الحق کو اپنے بھائی کے ترکہ سے بحیثیت عصبہ پانچ سہام ملیں گے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
اخرجہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

ترکہ کی ایک صورت

سوال: توفیق احمد سنگاپور رہتا تھا، اس کو ایک لڑکا اور پانچ لڑکیاں تھیں ان میں سے باپ توفیق کے رہتے ہوئے ہی اس کے لڑکے کا انتقال ہوگیا اور اس کے لڑکے کی دو اولاد تھی ایک لڑکا ایک لڑکی، ان دونوں کو اس کی ماں نے دادی کے حوالہ کردیا اور دوسری شادی کرلی اب دادا کا انتقال ہوا یعنی توفیق احمد کا، اس کے پسماندگان میں ۵ ربیٹیاں ایک پوتا ایک پوتی اور ایک بیوی موجود ہے۔ سوال یہ ہے کہ مورث اعلیٰ کا ترکہ تقسیم کیسے ہوگا؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

مسئلہ ۲۴ ر ۶۰ ر ۳۶ ر (توفیق)

زوجہ	۵ ربنات	ابن الابن	بنت الابن
ثمن	ثلثان	عصبــــــــــــــــــــہ	
۳	۱۶		۵
۴۵	۲۴۰		۷۵

بعد ادائیگی حقوق متقدمہ علی الارث مثلاً قرض مہر وغیرہ توفیق احمد کا کل ترکہ ۳۶۰ رسہام

پر تقسیم ہو کر ۴۵ رسہام بیوی کو ملے گا اور اڑتالیس اڑتالیس سہام پانچوں لڑکیوں کو اور پچاس سہام پوتے کو اور پچیس سہام پوتی کو ملے گا۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

اخرجہ العبد حبیب اللہ القاسمی

نانیہال سے ملے ہوئے ترکہ پہ ایک سوال

سوال: زید کو اپنے نانیہال میں کچھ ترکہ ملا تھا۔ زید کی دو بہنیں ہیں، فاطمہ اور رقیہ۔ اب دونوں بہنیں اپنے بھائی سے اپنے حصہ کا مطالبہ کر رہی ہیں۔ ایا شریعت مطہرہ میں زید کے اس موصولہ ترکہ میں بہنوں کا حق بنتا ہے یا نہیں؟ اگر حق بنتا ہے تو تفصیل سے تحریر فرمائیں۔ بینوا توجروا

الجواب: حامدًا ومصلیًا

نواسوں کا شرعاً نانا کی جائداد میں کوئی حق نہیں بنتا ہے، اس لئے یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ زید کو نانیہال سے ترکہ کیسے ملا؟ اگر جو کچھ زید کو ملا ہے ماں کا شرعی حق بن کر ملا ہے تب تو زید کے ساتھ اس موصولہ ترکہ میں بہنیں بھی حصہ دار ہوں گی، پھر اگر ورثاء میں وہی افراد ہیں جو سوال میں مذکور ہیں تب پورے ترکہ کو چار سہام (حصہ) میں تقسیم کر کے دو حصہ زید کو اور ایک ایک حصہ دونوں بہنوں کو ملے گا۔ اور اگر ورثاء میں اس سے زائد ہیں تب تقسیم اس کے مطابق ہوگی۔ اور اگر زید کو ملا ہوا ترکہ ماں کا شرعی حق نہ ہو بلکہ نانا یا ماموں نے اپنی طرف سے زید کو بطور ہدیہ یا تحفہ یا بخشش دی ہو تب زید تنہا اس کا مالک ہوگا۔ صورت مسئولہ چونکہ واضح نہیں ہے ہر شق متعین کر کے جواب لکھ دیا گیا ہے، تاکہ صورت واقعیہ کی تعیین کے بعد تطبیق میں سہولت ہو۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

اخرجہ العبد حبیب اللہ القاسمی

پانچ سالہ میت کا تقسیم ترکہ

سوال: ۵؍سالہ رفیق کا انتقال ہوا اس کے نام کچھ جائداد کردی گئی تھی، اس کے ورثاء میں باپ ماں اور ایک بہن ہے، تو شرعا مرحوم کے ترکہ میں سے کس کو کتنا حصہ ملے گا؟ بالتفصیل واضح فرما کر ممنون ومشکور رہوں۔

الجواب: حامدًا ومصلیًا

صورت مذکورہ میں حقوق واجبہ متقدمہ تجہیز وتکفین اور ادائیگی قرضوغیرہ کے بعد میت کی کل جائداد کو تین حصوں میں تقسیم کرنے کے بعد دو حصے باپ کو اور ایک حصہ ماں کو ملے گا، بہن محروم رہے گی، ترکہ سے اس کو کچھ بھی نہیں ملے گا۔

مسئلہ ۳؍

باپ	ماں	بہن
۲	۱	م

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

اخرجہ العبد حبیب اللہ القاسمی

دو بھائی میں تقسیم ترکہ کا ایک مسئلہ

سوال: (۱) زید اور بکر دو سگے بھائی ہیں، اتفاقا والد کا انتقال ۲۷؍مارچ ۱۹۷۱ء میں ہوا اور اس وقت والد کی چھوڑی ہوئی کوئی دولت یا رقم نہیں تھی زید ملازمت کر رہا تھا اور اپنی ملازمت کے پیسے سے بکر کو تعلیم دلاتا رہا اور اپنے کنبہ کی کفالت کر رہا تھا اور اسی دوران اپنی ملازمت کے رقم کو بچاتے ہوئے ایک قطعہ زمین خریدی اور بکر ابھی زیر تعلیم تھا، تو کیا بکر کا حق بنتا ہے زید کے اپنے پیسے سے خریدی ہوئی زمین میں؟ اتفاق سابق زمین کو فروخت کر کے دوسری زمین خریدی گئی سابق زمین کی رقم سے اور کچھ زیادہ دینا پڑا۔ جدید زمین اور

اس وقت بکر برسر روزگار ہوگیا تھا،لیکن اس زمین میں بکر کی کمائی کی کچھ رقم نہیں لگی، جو بھی زیادہ رقم دی گئی اس کو زید نے ہی اپنی ملازمت کی کمائی کے پیسے سے ادا کیا،تو کیا اس زمین میں زید کا پورا حصہ بنتا ہے،یا بکر کا بھی کچھ بنتا ہے؟

نوٹ: موجودہ زمین میں زید اور بکر دونوں کا نام رجسٹرڈ ہے۔

(۲) زید اور بکر دو سگے بھائی ہیں، والد کا انتقال ۲۷؍ مارچ ۱۹۷۱ء میں ہوا،اس وقت بکر دسویں کلاس کا طالب علم تھا اور زید ملازمت کرتا تھا، ملازمت کرتے ہوئے زید نے بکر کو ۱۹۸۰ء میں تعلیم دلایا،اور سارا خرچ اپنی ملازمت کی آمدنی سے پورا کیا اور کنبہ کی بھی کفالت کیا۔ ۱۹۸۰ء میں بکر ڈاکٹری کی سند لیکر گھر لوٹا،اور اس کے بعد ایک دوکان کرایہ کی لیکر مطب کھولا۔ مطب کھولنے میں اوزار، فرنیچر اور دوائیاں وغیرہ خریدنے میں جو بھی رقم خرچ ہوئی وہ زید کی ملازمت کی آمدنی تھی، جس سے بکر نے روزگار کیا۔ ۱۹۸۰ء میں بکر نے زید کو علیحدہ کر دیا اور کسی قسم کا حساب نہیں ہوا۔

(۱) کیا زید کی ملازمت کی کمائی سے بنائی جائداد میں بکر حقدار ہوگا یا نہیں؟

(۲) زید کے دیئے ہوئے یا لگائے ہوئے پیسے سے بکر جو کاروبار کر رہا ہے اس کاروبار کی آمدنی سے خریدی یا بنائی ہوئی جائداد میں زید حقدار ہوگا یا نہیں؟ اگر ہوگا تو کتنے حصہ کا؟

نوٹ: واضح رہے کہ والد کی چھوڑی ہوئی رقم یا دولت موجود نہیں تھی، بلکہ زید نے اپنی ملازمت کی تنخواہ سے والد کا قرض قسطوں سے ادا کیا۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

(۱) مذکورہ زمین میں بر تقدیر صحت سوال زید اور بکر دونوں کا نصف نصف (آدھا آدھا) حصہ ہے۔ شرعا، عقلا، عرفا ہر اعتبار سے۔

كما في الشامي وما حصله احدهما فله وما حصلاه معا فلهما نصفين ان لم يعلم مالكل (درمختار مع الشامی ج ۲ ص ۳۴۹)

(۲) بھائی کے مال میں دوسرے بھائی کا شرعا کوئی حق نہیں ہوتا ہے، لہٰذا صورت

مسئولہ میں پورا مال زید کا ہی ہوگا، اور زید ہی ساری چیزوں کا مالک ہے۔ البتہ دینی اخوت اور اخلاقی اعتبار سے اس میں بکر کا بھی حصہ ہے، خلاصہ یہ ہے کہ مذکورہ چیزوں میں زید اور بکر دونوں کا نصف نصف (آدھا آدھا) حصہ ہے، اور یہ حساب تقسیم کے وقت سے ہوگا۔ **کما فی الشامي وما حصله احدهما فله وما حصلاه معا فلهما نصفين ان لم يعلم مالكل** (درمختار مع الشامی ج ۲ ص ۳۴۹)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

اخرجہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) شامي مع الدر المختار ج:۲ص:۳۳۳۔ کراچی۔

(۲) المصدر السابق ج۲ص:۳۲۴۔ کراچی۔

تقسیم ترکہ کا ایک مسئلہ

سوال: محمد عجیب کا انتقال ہوا، انہوں نے اپنے ورثاء میں ایک لڑکی حقیق النساء اور ایک بھائی محمد جنید کو چھوڑا، اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ محمد عجیب مرحوم کا ترکہ ورثاء مذکورین کے درمیان کس طرح تقسیم ہوگا؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

صورت مسئولہ میں مرحوم محمد عجیب کی پوری ملکیت میں سے آدھی ملکیت کی وارث بیٹی حقیق النساء ہوگی، بیٹی کو دینے کے بعد جو مال بچے گا وہ مرحوم کے بھائی محمد جنید کو مل جائے گا، عصبہ ہونے کی بنا پر۔ **قال الله تبارك وتعالى وان كانت واحدة فلها النصف.** (القرآن، سورۃ النساء)

مسئلہ ۲ (محمد عجیب)

بنت (حقیق النساء)	اخ (محمد جنید)
ا	ا
نصف	عصبہ

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
اخرجہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

تقسیم ترکہ کا ایک مسئلہ

سوال: نور علی کا انتقال ہوا، ان کے ورثاء میں بیٹے نصرف اللہ، محب اللہ اور یحیٰ ہیں۔ پھر محب اللہ علی کا انتقال ہوا، ان کے ورثاء میں ایک بیوہ سکینہ، ایک بیٹی زہرہ، اور دو بھائی نصر اللہ، یحیٰ ہیں۔ محب علی کی جائیداد ایک سو پندرہ کڑی ہے۔ معلوم کرنا ہے کہ سکینہ، زہرہ، نصر اللہ یحیٰ کا از روئے شرع کیا حصہ بنتا ہے؟ جواب دیکر مشکور ہوں۔

الجواب: حامدًا ومصلیًا

مسئلہ ۳/۸/۴۸/ (نور علی)

ابن	ابن	ابن
نصر اللہ	محب اللہ	یحیٰ
ا	ا	ا
۱۶		۱۶

مسئلہ ۸/۱۶/ (تباین) (محب اللہ) مافی الید/۱

زوجہ	بنت	اخ	اخ
سکینہ	زہراء	نصر اللہ	یحیٰ
ا	۴	(۳)	

۲	۸	۶
۲	۸	
	۴۸	

المبلغ ۴۸

الاحیـــاء

سکینہ	زہراء	نصر اللہ	بجئی
۲	۸	۱۹	۱۹

بعد تقدیم ما حقہ التقدیم والتاخیر ما حقہ التاخیر مورث اعلیٰ نور علی کا کل ترکہ ۴۸/ سہام پر تقسیم ہوکر ہر ایک وارث کو جو حصہ ملا ہے، وہ ان کے ناموں کے نیچے درج ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

اخرجہ العبد حبیب اللہ القاسمی

زندگی میں اپنی اولاد میں اثاثے کیسے تقسیم کرے؟

سوال: زید کے چند لڑکے اور چند لڑکیاں ہیں، جن کی شادی بیاہ سے والدین فارغ ہوچکے ہیں، اب زید کی خواہ ہے کہ اپنی زندگی میں اپنا اثاثہ ان لڑکیوں اور لڑکوں کے درمیان تقسیم کردے تاکہ بعد میں بچوں میں کسی طرح کا کوئی مسئلہ نہ پیدا ہو۔

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید کی یہ سوچ بہتر ہے یا نہیں؟ شرعاً اس میں کوئی قباحت تو نہیں؟ نیز اگر زید اپنی زندگی میں اپنے اثاثہ کو تقسیم کرتا ہے تو یہ تقسیم کس طرح ہوگی؟

یعنی لڑکوں کے ساتھ لڑکیوں کو بھی کچھ دینا ہوگا یا نہیں؟ اگر دینا ہوگا تو کتنا؟ امید کہ تشفی بخش جواب سے سرفراز فرمائیں گے۔

الجواب: حامداً ومصلیاً

✪✪✪✪✪

حبیب الامت، عارف باللہ حضرت مولانا

مفتی حبیب اللہ صاحب قاسمی دامت برکاتہم

کی تصنیفات وعلمی خدمات ایک نظر میں

حبیب الفتاویٰ اول
حبیب الفتاویٰ دوم
حبیب الفتاویٰ سوم
حبیب الفتاویٰ چہارم
حبیب الفتاویٰ پنجم
حبیب الفتاویٰ ششم
حبیب الفتاویٰ ہفتم
حبیب الفتاویٰ ہشتم
تحقیقات فقہیہ جلد اول
رسائل حبیب جلد اول
رسائل حبیب جلد دوم
صدائے بلبل (اشرف التقاریر) جلد اول
احب الکلام فی مسئلۃ السلام
مبادیات حدیث
نیل الفرقدین فی المصافحہ بالیدین
التوسل بسید الرسل
المساعی المشکورۃ فی الدعاء بعد المکتوبۃ
احکام یوم الشک
جذب القلوب
تحفۃ السالکین
نوٹ کی شرعی حیثیت
والدین کا پیغام زوجین کے نام
تصوف وصوفیاء اوران کا نظام تعلیم وتربیت
حضرات صوفیاء اوران کا نظام باطن
حبیب العلوم شرح سلم العلوم
حضرت حبیب الامت کی علمی، دینی خدمات کی ایک جھلک
قدوۃ السالکین
درود وسلام کا مقبول وظیفہ
التوضیح الضروری شرح القدوری
خطبات حبیب
مقالات حبیب
برکات قرآن
علماء وقائدین کے لئے اعتدال کی ضرورت
مسلم معاشرہ کی تباہ کاریاں
جمع الفوائد شرح شرح عقائد
جہاں روشنی کی کمی ملی وہیں اک چراغ جلادیا